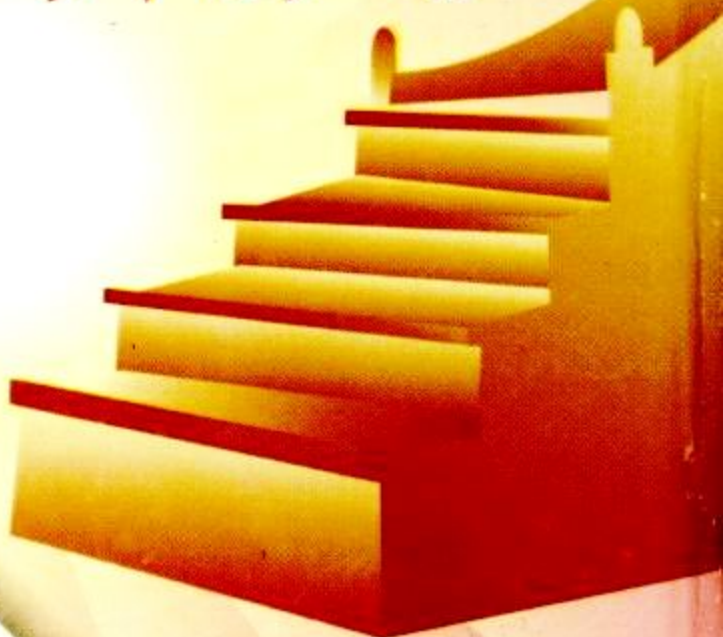


خطبات الرشید

جلد اول

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

- ۱ استخارہ و استشارة
- ۲ ایمان کی کسوٹی
- ۳ جہاد اور تبلیغ لازم ملزوم ہیں
- ۴ ایسی دھماکا
- ۵ اتفاق فی سبیل اللہ
- ۶ اللہ کے باغی مسلمان



کتاب گھر

ناظم آباد ۲ - کراچی ۷۵۶۰۰

جلد اول

خطبات الرشید

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گاہ

ناظم آباد ۲ — کراچی ۷۵۶۰۰

مواظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

نام: خطبات الرشید

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

تاریخ طبع مجلد: رمضان ۱۴۲۹ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۳

ملنے کے پتے

۱ پورے پاکستان میں ”ضرب مؤمن کے تمام دفاتر میں دستیاب۔

۲ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی۔

۳ ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور۔

۴ ادارۃ المعارف، دارالعلوم، کراچی۔

۵ مظہری کتب خانہ، گلشن اقبال، کراچی۔

۶ مبین اسلامک پبلشرز، لیاقت آباد ۱۸۸/۱، کراچی۔

۷ اقبال بک ڈپو، صدر، کراچی۔

خطبات الرشید

جلد اول

- ① استخارہ واستشارة
- ② ایمان کی کسوٹی
- ③ جہاد اور تبلیغ لازم ملزوم ہیں
- ④ ایٹمی دھماکا
- ⑤ انفاق فی سبیل اللہ
- ⑥ اللہ کے باغی مسلمان

پیش لفظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ نے ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیا جس شخص نے حضرت والا کے مواعظ پڑھے، وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ لوگ جواب تک نافرمانی اور گناہوں کے دلدل میں پھنسے ہوئے تھے، حضرت والا کے مواعظ پڑھ کر اپنے گناہوں سے تائب ہو گئے اور ان کی زندگیاں بد سکون ہو گئیں۔ ان کے گھروں سے گناہوں کے آلات نکل گئے اور وہ گھر چین و سکون کا گہوارہ بن گئے۔

اب تک حضرت والا کے یہ مواعظ علیحدہ علیحدہ کتابچوں کی شکل میں شائع ہو رہے تھے۔ ضرورت اس کی تھی کہ ان مواعظ کو یک جا کتابی شکل میں منظم کر دیا جائے تاکہ ان سے فائدہ اٹھانا آسان ہو جائے۔ چنانچہ ”خطبات الرشید“ کے نام سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے۔ یہ اس کی پہلی کڑی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بقیہ جلدیں بھی رفتہ رفتہ جلد وجود میں آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کے فیض کو قیامت تک جاری رکھے اور ہم سب کی اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



تفصیلی فہرست مضامین

صفحہ

عنوان

استشارہ واستخارہ

۲۲	 استشارہ کی اہمیت	✽
۲۳	 لغو کاموں	✽
۲۵	 مشورہ کس سے لینا چاہیے؟	✽
۲۵	 صالح کا مطلب	✽
۲۶	 بے دین سے مشورہ کرنے کے نقصان	✽
۲۶	 قصد اغلط مشورہ دینے میں بے دین کے فائدے	✽
۲۷	 مشورہ لینے والے کی خامیاں	✽
۲۸	 پہلی خامی مشورہ سے پہلے حتمی فیصلہ کرنا	✽
۲۸	 دوسری خامی مشیر کے سامنے صحیح حالات پیش نہ کرنا	✽
۲۹	 تیسری خامی مشورہ کو حکم سمجھنا	✽
۳۰	 چوتھی خامی، مشیر کو نقصان کا ذمہ دار سمجھنا	✽
۳۰	 مشیر کی خامیاں	✽
۳۱	 زندگی کا موقوف علیہ تین خوبیاں	✽
۳۱	 پہلی خوبی حکام کا نیک ہونا	✽
۳۲	 دوسری خوبی مال داروں کی سخاوت	✽

صفحہ	عنوان
۳۲	تیسری خوبی باہم مشورہ کرنا
۳۳	عورتوں سے مشورہ
۳۳	خواتین کے لیے نسخہ تسکین
۳۴	رشتے کا انتخاب مرد خود کریں
۳۶	لڑکی دیکھنے عورتیں جائیں
۳۶	عورتوں کے بندے
۳۷	عورتوں میں حب مال وجاہ
۳۷	عورتوں کی خریداری
۴۲	میرا ذاتی معمول
۴۳	شوہر کو تابع کرنے کا نسخہ
۴۵	استخارہ کی اہمیت
۴۵	استخارہ کے خود ساختہ طریقے اور ان کے مفاسد
۴۶	پہلی خرابی، اللہ تعالیٰ کا مقابلہ
۴۶	دوسری خرابی، ترک سنت
۴۷	تیسری خرابی، نماز کی بربادی
۴۷	چوتھی خرابی، نماز سے مذاق
۴۹	استخارہ کا طریقہ مسنونہ
۵۰	استخارہ میں پیوندکاری
۵۱	کسی دوسرے سے استخارہ کروانا
۵۱	رشتوں کے لیے استخارہ

صفحہ	عنوان
۵۲	گناہ گار استخارہ کیسے کریں؟
۵۳	استخارہ کروانے کی خرابیاں
۵۳	پہلی خرابی، شریعت کی مخالفت
۵۳	دوسری خرابی، بزرگی کی بدنامی
۵۳	تیسری خرابی، من گھڑت استخارے
۵۴	خلاصہ بیان

ایمان کی کسوٹی

۵۷	عشق حقیقی کیا ہے؟
۵۸	عشق حقیقی کا معیار
۶۱	محبت کی کسوٹی
۶۴	مسلمان کی باغیانہ صورت
۶۶	دل کے گناہ زیادہ خطرناک ہیں
۶۸	اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں متوازی حکومت
۷۰	دعوائے ایمان کا معیار
۷۱	عقل مند کون، عمر رسیدہ یا رضا رسیدہ؟
۷۲	مقام عبرت!
۷۳	نفسانی تقاضوں سے بچنے کا نسخہ
۷۴	ہمت پیدا کرنے کے نسخے
۷۸	ذکر و فکر نسخہ اکسیر ہے

صفحہ	عنوان
۷۹	کثرت سے ذکر و فکر کا طریقہ.....
۸۱	دُعاء.....
جہاد اور تبلیغ لازم و ملزوم ہیں	
۸۵	تقدیم.....
۸۵	میران شاہ.....
۸۸	تبلیغی مرکز میں تاریخی بیان.....
۸۹	ایمان، قتال اور تبلیغ لازم و ملزوم.....
۹۱	تبلیغ کی اہمیت.....
۹۵	تبلیغ اور مقصد تبلیغ.....
۱۰۰	ترک جہاد کی اصل وجہ.....
۱۰۱	علاج مرض.....
۱۰۳	جہاد سے مال میں برکت.....
۱۰۶	الذی جمع مالا وعدده.....
۱۰۶	امام بخاری اور قصہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ.....
۱۰۷	جہاد میں مال خرچ کرنے کی فضیلت.....
۱۰۹	الحاق
۱۱۰	اللہ کے راستہ میں جان دینے والوں کو مردہ مت کہو.....
۱۱۰	دفاعی جہاد کا حکم.....
۱۱۰	کفار کو جہاں پاؤ قتل کرو، فتنہ کفر قتل سے کہیں زیادہ سخت تر ہے.....

صفحہ	عنوان
۱۱۰	کافروں کا علاج.....
۱۱۱	جہاد فرض ہے.....
۱۱۱	جہاد رحمت ہے اور ترک جہاد فساد ہے.....
۱۱۱	مجاہدین گناہوں سے بچیں تو دشمن ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا.....
۱۱۱	فتح و کامرانی کی شرط.....
۱۱۱	جہاد کیے بغیر جنت میں داخلہ کا گمان غلط ہے.....
۱۱۲	اللہ کے راستہ میں جان دینے والوں کو مردہ مت سمجھو.....
۱۱۲	مسلمانو! اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو.....
۱۱۲	مجاہد ہر حال میں کامیاب.....
۱۱۲	مظلوموں کی خاطر جہاد کیوں نہیں کرتے.....
۱۱۳	اولیاء شیطاں سے قتال کرو.....
۱۱۳	ایمان کی علامت جہاد ہے.....
۱۱۳	جہاد سے طبعی خوف کا علاج.....
۱۱۴	موت سے ڈرنے کا علاج.....
۱۱۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنفس نفیس جہاد کرنے کا حکم.....
۱۱۴	اسلحہ سے غفلت برتنا کفار کی تمنا پوری کرنا ہے.....
۱۱۵	میدان جہاد میں پشت دکھانے کی حرمت.....
۱۱۵	جہاد مسلمانوں کو زندگی بخشنے والا عمل ہے.....
۱۱۵	ترک جہاد کا وبال رکین کے علاوہ دوسرے معصوم لوگوں کو بھی اپنی
	لیٹ میں لے لیتا ہے.....
۱۱۶	فتنہ و فساد کے خاتمہ تک جہاد جاری رکھو.....

صفحہ	عنوان
۱۱۶	جہاد میں ڈٹے رہنے اور کثرت ذکر اللہ کا حکم
۱۱۶	شہید کے اعمال صالحہ تا قیامت برابر جاری رہتے ہیں
۱۱۶	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تحریض علی القتال کا حکم
۱۱۷	کفار کے خلاف برسر پیکار مجاہدین کی ہر قسم کی امداد فرض ہے
۱۱۷	جہاد کرنے والے ہی مکے مومن ہیں
۱۱۷	کفر کے سرداروں سے قتال کرو
۱۱۷	دل میں ایمان ہے تو کافروں سے مت ڈرو
۱۱۸	جہاد کفار کی ذلت اور مسلمانوں کے غیظ قلوب کے لیے شفاء
۱۱۸	جہاد کیے بغیر دین داری کے امتحان میں کامیاب ہونے کا خیال غلط ہے
۱۱۸	مجاہدین کا رتبہ سب سے بڑا ہے
۱۱۹	اموال و اولاد اور کاروبار جہاد سے رکاوٹ بن جائیں تو قہر الہی کا انتظار کرو
۱۲۰	جب تک کفار ماتحت نہ ہو جائیں قتال جاری رکھو
۱۲۰	مشرکین سے قتال کا حکم
۱۲۰	جہاد میں نہ نکلنے والا حب دنیا کا مریض ہے
۱۲۰	جہاد میں نہ نکلنے پر عذاب الہی
۱۲۱	ہر حال میں نکلو
۱۲۱	استطاعت نہ ہونے کا بہانہ سفید جھوٹ ہے
۱۲۱	مومن جہاد سے جان نہیں چراتا
۱۲۲	جہاد سے جان چرانا منافقین کا شیوہ ہے
۱۲۲	جو جہاد کا واقعی ارادہ رکھتا ہو تو وہ جہاد کی تیاری ضرور کرتا ہے

صفحہ	عنوان
۱۲۲	اے نبی! کفار اور منافقین سے سخت جہاد کریں.....
۱۲۲	جہاد میں نہ جانے پر خوش ہونا اور گرمی سردی کے بہانے منافقوں کے حربے ہیں
۱۲۳	منافقوں میں سے کھاتا پیتا طبقہ تو کچھ زیادہ ہی جہاد سے پیچھے رہتا ہے
۱۲۳	تاریکین جہاد مرد ہیں یا خانہ نشین عورتیں؟.....
۱۲۳	مجاہدین کو فلاح دنیوی و اخروی کی بشارت.....
۱۲۴	وہ لوگ جن پر جہاد فرض نہیں.....
۱۲۴	دولت مندوں کا جہاد سے پیچھے رہنا.....
۱۲۵	اللہ تعالیٰ اور مجاہدین کے مابین عجیب سودا.....
۱۲۵	جہاد میں نہ جانے والے تین صحابی.....
۱۲۶	کیا تمہاری جان رسول اللہ کی جان سے زیادہ قیمتی ہے؟.....
۱۲۶	قریب رہنے والے کفار کا صفایا پہلے کرو.....
۱۲۷	جہاد مدارس، مساجد، خانقاہوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے.....
۱۲۷	اللہ تعالیٰ قوت اور غلبہ والے ہیں.....
۱۲۸	ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے.....
۱۲۸	ہم پر مجاہدین کی مدد کرنا لازم ہے.....
۱۲۸	کفار کی گردنیں اڑادو.....
۱۲۹	کفار کے لیے ہر قسم کی قوت جمع رکھو.....
۱۲۹	وعدہ نصرت.....
۱۲۹	قتال کے نام سے منافقوں پر غشی طاری ہو جاتی ہے.....
۱۳۰	جہاد سے پرکھا جاتا ہے.....

صفحہ	عنوان
۱۳۰	قتال میں کفار کی مغلوبیت کا قانون الہی قطعی اور ناقابل تنسیخ ہے.....
۱۳۰	مجاہدین کفار کے لیے سخت اور مسلمانوں کے لیے نرم.....
۱۳۱	مجاہدین ہی صادقین ہیں.....
۱۳۱	مجاہدین اللہ کے محبوب ہیں.....
۱۳۱	جہاد زبردست تجارت ہے.....

ایٹمی دھماکا

۱۳۵	ایٹمی دھماکے.....
۱۳۷	مومن کا کام قوت جمع کرنا.....
۱۳۷	ایٹمی دھماکے اور ہندوؤں کی دھوتیاں.....
۱۳۷	نام نہاد مسلمانوں (منافقین) کو بھی ڈراؤ.....
۱۳۸	مالی وسعت کا وعدہ.....
۱۳۹	سات سو گنا زائد مالی امداد کا وعدہ.....
۱۴۰	فقر وفاقہ کے خوف سے جہاد چھوڑنا جائز نہیں.....
۱۴۰	صبر و تقویٰ کے سامنے دشمن کا ہر کرنا کام ہوگا.....
۱۴۱	ایٹمی دھماکے اور ہماری ذمہ داریاں.....
۱۴۱	امریکا کی غلامی سے آزادی.....
۱۴۳	امریکا جلتا دیکھیں گے.....
۱۴۵	مغربی جزیرہ میں مرکز الجہاد.....
۱۴۶	گناہوں سے بچنے بچانے کی کوشش.....

صفحہ	عنوان
۱۴۸	عوام کو دعوت جہاد (۳)
۱۴۸	دینی مدارس میں جہاد کی تربیت (۴)
۱۴۹	طالبان کیا ہیں؟ *
۱۴۹	ملایا محمد *
۱۵۲	خیبر کی تباہی *
۱۵۳	ابرہہ کے لشکر کی تباہی *
۱۵۳	شیخ حذیفی کی صدائے جہاد (۵)

انفاق فی سبیل اللہ

۱۵۷	انفاق فی سبیل اللہ کی عادت ڈالیں *
۱۶۱	شیخ کا ریاء مرید کے اخلاص سے بہتر *
۱۶۲	اللہ تعالیٰ کی دستگیری *
۱۶۵	اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی برکت *
۱۶۶	مال کی محبت کا وبال *
۱۶۷	چیلے کا خوف *
۱۶۷	حب مال کا علاج *
۱۶۸	اپنا علاج خود نہ کریں *
۱۷۰	اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کا وبال *
۱۷۱	فی سبیل اللہ خرچ نہ کرنے پر وبال *
۱۷۲	کل کہاں سے کھائیں گے؟ *

صفحہ	عنوان
۱۷۳	شیطان ڈراتا ہے
۱۷۵	بہتر صدقہ
۱۷۹	لوگوں کا غلط نظریہ
۱۸۱	اصحاب غار
۱۸۳	بادل سے آواز سنائی دینا
۱۸۵	فضائل ترک منکرات
۱۸۶	ختم اور خوانیاں ذریعہ شکم پرستی
۱۸۷	بدوی کا قصہ
۱۸۸	سیاہ دل عذاب الہی کا مستحق
۱۸۹	انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں آیات و احادیث
۱۸۹	آیات
۲۰۹	احادیث
اللہ کے باغی مسلمان	
۲۲۸	اہم بات
۲۲۹	برسر مطلب
۲۳۳	مسلمان کا جائزہ
۲۳۹	ایک غلط فہمی
۲۴۶	اہل اللہ پر مصیبت نہیں آتی
۲۴۹	مہلک ترین گناہ

صفحہ	عنوان
۲۵۲	سب سے بڑا مجرم
۲۵۴	ڈاڑھی کا ٹٹا کھلی بغاوت ہے
۲۵۹	ڈاڑھی کا ٹٹا بالاجماع حرام ہے
۲۶۰	ضروری تنبیہ
۲۶۱	عقل کا تقاضا
۲۶۸	ایرانی اور مرزا قتل
۲۷۱	ڈاڑھی منڈے حاجی
۲۷۴	بیٹے سے مشابہت سبب محبت
۲۷۵	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پرندہ کی شبیہ بنانے کا حکم
۲۷۶	جادو گروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت کا اثر
۲۷۷	نیوی کے فوجی افسر کا قصہ
۲۷۹	ڈاڑھی منڈانے کی ابتداء
۲۸۰	لڑکوں سے بد فعلی کی ابتداء
۲۸۱	بے پردگی کا سیلاب
۲۸۳	چہرہ کا پردہ
۲۸۶	لطیفہ
۲۸۹	انگریزی کی پروفیسر اور شرعی پردہ
۲۹۱	۳- مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا
۲۹۱	۴- تصویر کی لعنت
۲۹۴	حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ

صفحہ	عنوان
۲۹۶	گشتی دیکھنے کا شوق
۲۹۷	جہالت کا وبال
۲۹۷	ٹی وی کی لعنت
۲۹۸	لڑکی اندھی ہو گئی
۲۹۸	سائنس کا فیصلہ
۲۹۸	دماغ کی رگ پھٹ گئی
۳۰۰	ایک مرید فی کا قصہ
۳۰۱	تنبیہ
۳۰۲	گانا بجانا
۳۰۲	سود کی لعنت
۳۰۴	حرام خوری پر وعیدیں
۳۰۷	غیبت کا عذاب
۳۰۸	غیبت زنا سے بھی بدتر ہے
۳۱۱	مال کا ڈاکو زیادہ بُرا ہے یا عزت کا ڈاکو
۳۱۱	ایمان
۳۱۱	جان
۳۱۱	عزت
۳۱۱	مال
۳۱۲	آخرت کا مفلس
۳۱۳	ہمت بلند کرنے کا نسخہ

صفحہ	عنوان
۳۱۶	عبرت کے دو قصے
۳۱۶	سندھ کی بلی
۳۱۷	مکہ کا پلا
۳۱۸	گناہ چھڑانے کا آسان نسخہ
۳۲۰	بہت موثر تدبیر
۳۲۳	منکرات سے نہ روکنے پر وعیدیں
۳۳۳	تنبیہ
۳۳۵	ایک غلط خیال کی اصلاح
۳۳۷	بچوں کی صحیح تربیت کا اہتمام
۳۴۰	ہر فساد کا علاج جہاد

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلَكُمْ عَذَابُ اللَّهِ عَظِيمٌ

اے ایمان والو!

اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور پیچوں کے ساتھ رہو (التوبة: ۱۱۹)

استخارہ و استشارة

وَعظ

فیقہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صابری رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۲ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ

نام: استشارہ واستخارہ

بتاریخ: ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۳۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وعظ

استشارہ واستخارہ

(ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ)

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ
وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ.

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.
وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِينَ ۝ (۳-۱۵۹)

وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من شقوة ابن آدم تركه
استشارة الله (مجمع المسانيد لابن كثير)

ہر اہم کام کرنے سے پہلے شریعت نے دو چیزوں کا حکم فرمایا ہے ایک استشارہ یعنی
باہم مشورہ، دوسرا اللہ تعالیٰ سے استخارہ۔ شیطان ہر وقت مسلمان کے پیچھے لگا رہتا ہے

اور شریعت کے سیدھے سادے اور بالکل آسان کاموں کو بگاڑ کر پیش کرتا ہے، اس نے دوسرے بہت سے احکام کی طرح مشورہ اور استخارہ کا بھی حلیہ بگاڑ دیا۔ اولاً تو بہت سے لوگ استشارہ و استخارہ کرتے ہی نہیں اور اگر کسی نے کر بھی لیا تو اس میں بہت سی غلطیاں کرتے ہیں، چونکہ شرعاً و عقلاً استخارہ کے مقابلہ میں استشارہ یعنی باہم مشورہ کی اہمیت زیادہ ہے، اس لیے پہلے استشارہ کی اہمیت پھر اس میں پائی جانے والی عام خرابیوں کے بارے میں کچھ بتاتا ہوں اس کے بعد استخارہ کا بیان ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

استشارہ کی اہمیت:

استشارہ کی اہمیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنئے:

[۱] اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُتَوَكِّلِينَ ۝ (۳-۱۵۹)

”اور آپ ان صحابہ سے اہم کام میں مشورہ لیا کریں سو جب فیصلہ کر لیں تو اللہ پر توکل کریں بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔“
رسول تو براہ راست اللہ تعالیٰ سے ہدایات لیتا ہے اور فہم و فراست میں بھی رسول سے بڑھ کر کون ہو سکتا ہے، اس کے باوجود مشورہ کی اہمیت بتانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا۔

[۲] اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَى
بَيْنَهُمْ ۝ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ (۳۲-۳۸)

”اور جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز کو قائم کیا اور ان کے کام باہم

مشورہ سے ہوتے ہیں اور وہ اس سے جو ہم نے ان کو رزق دیا ہے خرچ کرتے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کا سب سے اہم اور اعلیٰ شعبہ زکوٰۃ ہے، مشورہ کی اہمیت بتانے کے لیے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان اسے ذکر فرمایا، اس سورت کا نام ہی ”شوری“ رکھا یعنی مشورہ کے حکم والی سورت۔

نماز اور زکوٰۃ دو ایسی عبادتیں ہیں جنہیں قرآن و حدیث میں تقریباً ہر جگہ ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے اس لیے ان دونوں عبادتوں کو ”قرینتان“ بھی کہتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں دو جگہ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تیسری چیز ملا کر اس کی اہمیت بتائی گئی ہے، ایک جگہ تو یہی سورہ شوریٰ میں ہے، نماز اور زکوٰۃ کے درمیان مشورہ کا ذکر فرمایا۔

لغو کاموں سے بچنے کی اہمیت:

دوسری جگہ سورہ مومنون کے شروع میں ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۝ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۝ (۲۳-۲۴)
”باتحقیق ان مسلمانوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے برکنار رہنے والے ہیں اور جو اپنا تزکیہ کرنے والے ہیں۔“

یہاں اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ جیسی اہم عبادات کے درمیان لغو کاموں سے بچنے پر تنبیہ فرمائی، لغویات سے بچنے کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے اسے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان لائے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کامیاب بندے وہ ہیں جو ہر ایسے کام اور کلام سے بچتے ہیں جس میں نہ دنیا کا کوئی فائدہ ہو نہ آخرت کا یہی بندے دنیا اور آخرت میں کامیاب ہیں۔

بعض لوگ لایعنی گفتگو کرتے ہوئے دل میں سوچ لیتے ہیں کہ ان باتوں میں گو کوئی خاص فائدہ نہیں مگر کوئی نقصان بھی تو نہیں ہم کوئی گناہ کی بات تو نہیں کر رہے ایسی گفتگو میں کیا حرج ہے۔ یاد رکھیے ہر وہ کام جس کے کرنے میں دین یا دنیا کا کوئی فائدہ نہیں اس کے کرنے میں نقصان ہی ہے اور وہ کام لایعنی میں داخل ہے اس قیمتی وقت میں آپ اپنے دین یا دنیا کے فائدہ کا کوئی کام کر سکتے تھے لیکن اس کو لایعنی گفتگو میں ضائع کر کے آپ نے اپنا نقصان کیا۔ یہی چیز شریعت کی اصطلاح میں لغو اور لایعنی کہلاتی ہے جس سے روکنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نماز اور زکوٰۃ جیسی اہم عبادات کے درمیان تنبیہ فرمائی۔

استشارہ کی اہمیت کا بیان چل رہا تھا اس بارے میں قرآن مجید کی دو آیتیں بتا چکا ہوں اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنئے:

[۳] ماسعد احد برأيه وما شقى عن مشورة. رواه البيهقي في شعب

الایمان عن سعید بن المسیب مرسلًا. (الجامع الصغیر صفحہ ۳۱ جلد ۲)

”اپنی انفرادی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوا اور مشورہ کے بعد کوئی ناکام نہیں ہوا۔“

[۴] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو آپ کو یہ نصیحت فرمائی:

استشر فان المستشير معان والمستشار مؤتمن (جامع الاحادیث

صفحہ ۲۰۵ جلد ۹ حدیث ۸۸۴۰)

”مشورہ لیا کریں کیونکہ مشورہ لینے والے کی (من جانب اللہ) مدد کی جاتی ہے اور جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔“

[۵] ما خاب من استخار وما ندم من استشار الحديث. رواه

الطبرانی فی الاوسط (صفحہ ۶۶۲۳)

بعض نے اس روایت کو موضوع کہا ہے مگر اس کا مضمون ثابت ہے یعنی جو شخص اہم کاموں میں استشارہ و استخارہ کر لیتا ہے وہ کبھی خسارے میں نہیں رہتا نقصان اور ندامت سے بچ جاتا ہے اور اپنے کیے پر نادم نہیں ہوتا۔ بظاہر اس کو نقصان نظر آئے بھی تو کیا انسان، کیا انسان کا علم۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ نقصان نہیں ہے صرف نظر کا دھوکا ہے۔ انسان کا حقیقی نقصان وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نقصان قرار دیں۔ انسان اپنے نفع و نقصان کو نہیں پہچانتا اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں کہ اس کا نفع کہاں ہے۔ فرمایا جس نے استخارہ کر کے کام کیا وہ کبھی خسارے اور نقصان میں نہیں ہوگا۔ اسی طرح جس نے اہم کاموں میں مشورہ لے لیا وہ کبھی پریشان نہیں ہوگا۔ مشورہ کی اہمیت کے بارے میں کچھ اور حدیثیں بھی میرے رسالہ ”اطاعتِ امیر“ میں ہیں۔

مشورہ کس سے لینا چاہیے؟

مشورہ ایسے شخص سے لینا ضروری ہے جو صالح اور دین دار ہو اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جس کام کے بارے میں آپ مشورہ لینا چاہتے ہیں اس صالح شخص کو اس کام کا کچھ تجربہ بھی ہو۔

صالح کا مطلب:

صالح کا مطلب تو سمجھتے ہی ہوں گے کہ صالح سے مراد وہ شخص ہے جو گناہوں سے بچتا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی بغاوت سے خود بھی بچتا ہو دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرتا ہو، اگر ڈاڑھی منڈاتا یا کٹاتا ہو تو وہ پرلے درجے کا فاسق ہے، صالح نہیں اسی طرح اگر گھر میں شریعت کے مطابق پردہ نہیں کرواتا، زادوں وادوں سے، دیور، جیٹھ، بہنوئی اور نندوئی وغیرہ سے گھر میں کوئی پردہ نہیں تو وہ دیوث ہے دیوث۔ ایسا شخص کبھی صالح نہیں ہو سکتا۔ خواہ روزانہ ہزار رکعت نفل پڑے، بیسیوں حج کرے۔ ایسا بے دین شخص مشورے کا اہل نہیں۔

بے دین سے مشورہ کرنے کے نقصان:

بے دین شخص سے مشورہ کرنے میں یہ نقصان ہیں:

① بے دین کی عقل میں ظلمت ہوتی ہے۔

نافرمانی کرتے کرتے بے دین کی عقل میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے نور نہیں رہتا۔ اس کا دل بھی کالا، دماغ بھی کالا۔ جو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور مصلحتوں کو کیسے پہچانے گا؟ اس سے مشورہ نہ لیا جائے اس کے مشورہ سے نقصان تو ہو سکتا ہے فائدہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

② بے دین شخص مشورہ لینے والے کو جان بوجھ کر غلط مشورہ دے گا۔ آپ کہیں گے کسی کو جان بوجھ کر الٹا مشورہ دینے سے کیا فائدہ؟ تو سنئے:

قصد اُغلط مشورہ دینے میں بے دین کے فائدے:

جان بوجھ کر غلط مشورہ دینے میں بے دین کے دو فائدے ہیں:

① اپنا مطلب نکالنا۔

② دوسروں کو پریشان کرنا۔

آپ سے تو اس نے کہہ دیا کہ یہ کام مت کرنا، آپ کے لیے اس میں سخت نقصان ہے مگر آپ کو ہٹا کر وہ کام خود کر لے گا۔ آپ کا فائدہ سوچ کر نہیں بلکہ وہ اپنا مطلب نکالنے کے لیے غلط مشورہ دے گا مثلاً رشتے کے متعلق آپ نے مشورہ لیا وہ رشتہ خود اسے پسند آ گیا تو آپ سے کہے گا کہ یہاں شادی ہرگز نہ کیجیے یہ رشتہ مناسب نہیں اگر کر لیا تو سخت نقصان اٹھائیں گے۔ آپ کو تو یہ کہہ کر وہاں سے ہٹا دیا مگر خود شادی کر لے گا۔ ایسے ہی آپ نے کسی تجارت کا پوچھا تو اس کے ہزاروں نقائص اس مقصد سے گنوا دے گا کہ اگر اس کو پتا چل گیا کہ اس تجارت میں اتنے اتنے فائدے ہیں، اتنی بچت ہے تو یہ فائدہ اٹھالے گا لہذا اس کو ہٹا کر خود یہ فائدے سمیٹ لو۔ ملازمت سے

متعلق مشورہ لیں گے تو وہاں بھی یہی کام کرنے کا بہر حال بے دین سے جس کام میں بھی مشورہ لیا جائے وہ دوسرے کے فائدہ سے پہلے اپنا فائدہ سوچے گا۔ اس کی کوشش یہ ہوگی کہ ہر جگہ اپنا اُلٹو سیدھا کر لے۔ اگر کسی کام میں بے دین شخص کا اپنا فائدہ نہ ہو تو بھی وہ کسی مسلمان کے فائدے میں خوش نہیں ہوتا اس کا ذہن ہمیشہ فساد اور بگاڑ کی طرف چلتا ہے اس کا اپنا فائدہ ہو یا نہ ہو بس دوسروں کا نقصان کر کے انہیں پریشان دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اور کوئی فائدہ ہو یا نہ ہو بس اس کی نظر میں ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ لوگوں کو پریشان کر دے۔ جب وہ پریشان ہوں گے تو پھر یہ ہنسے گا کہ دیکھو دیکھو میں نے اس کو کیسا بے وقوف بنایا۔ مشورہ لینا تو بڑی بات ہے بے دین شخص کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے۔ مشورہ لیں تو کسی دین دار، صالح آدمی سے۔ لیکن دین داری کے ساتھ ساتھ اس کا بھی خیال رکھیں کہ اس صالح شخص کو اس کام کا کچھ تجربہ بھی ہو، اگر آپ نے لاعلمی سے کسی نا تجربہ کار صالح کو تجربہ کار سمجھ کر ان سے مشورہ لیا تو ان پر فرض ہے کہ صاف صاف بتادیں کہ انہیں اس کام کا تجربہ نہیں، اس لیے وہ اس بارے میں مشورہ نہیں دے سکتے، اگر نہیں بتائے گا تو وہ ظاہراً اگرچہ صالح ہے مگر درحقیقت صالح نہیں، لوگ یہ شرطیں نہیں دیکھتے، ہر کس ونا کس اور بے دین لوگوں سے مشورے لیتے رہتے ہیں۔

مشورہ لینے والے کی خامیاں:

مستشیر یعنی مشورہ لینے والے میں پائی جانے والی خامیاں بھی سن لیجیے۔ مستشیر میں عموماً مندرجہ ذیل خامیاں پائی جاتی ہیں:

① مشورہ سے پہلے حتمی فیصلہ کر کے برائے نام مشورہ کرتا ہے۔

② صحیح حالات سامنے نہیں رکھتا۔

③ مشیر کے مشورہ کو مشورہ کی بجائے حکم سمجھ لیتا ہے۔

④ مشورہ کے بعد نقصان ہو جائے تو مشیر کو قصور وار سمجھتا ہے۔

اب ان نمبروں کی تفصیل بالترتیب بتاتا ہوں۔

پہلی خامی مشورہ سے پہلے حتمی فیصلہ کرنا:

مستشیر کی پہلی خامی تو یہ ہے کہ جس کام کا مشورہ کرنا چاہتا ہے اس سے متعلق پہلے سے ہی ذہن میں سوچ کر ایک فیصلہ کر چکا ہوتا ہے پھر کسی بزرگ سے مشورہ لیتا ہے، اگر مشورہ اس کے فیصلہ کے مطابق ہو گیا تو نام ہوگا کہ بزرگوں کے مشورے سے کام کرتا ہے، اور اگر اپنے فیصلہ کے خلاف مشورہ ملا تو اس کی کوئی پروا نہیں کرتا بلکہ اپنے فیصلہ پر قائم رہتا ہے۔

دوسری خامی مشیر کے سامنے صحیح حالات پیش نہ کرنا:

دوسری خامی یہ کہ مشیر کے سامنے صحیح حالات پیش نہیں کرتا، کسی بزرگ سے یا اپنے بڑے سے مشورہ لیتا ہے تو اس کے سامنے اس کام کی تمام خوبیاں اور اس کے مناقب ایک ایک کر کے گنواتا ہے تاکہ مشیر بھی اس کے حق میں مشورہ دے اور دوسرا پہلو اس کے سامنے رکھتا ہی نہیں کہ اس میں کیا کیا نقصان ہیں؟ بزرگ سے اپنی بات منوا کر لوگوں سے کہتا ہے کہ بزرگ نے یہ مشورہ دیا ہے۔ اس کے برعکس اگر وہ کام نہیں کرنا چاہتا تو بزرگ کے سامنے اس کی ساری خامیاں اور مضرتیں گنوائے گا، دوسرا پہلو چھپا جائے گا اس کے فائدے نہیں بتائے گا۔ مشورہ لینے کا یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ جس سے مشورہ لینا چاہتے ہیں اس کے سامنے نفع و ضرر کے دونوں پہلو کھول کر بیان کر دیں وہ دونوں پہلوؤں پر غور کر کے جو مناسب سمجھے گا اس کا مشورہ دے دے گا۔ آج کل لوگ صحیح حالات نہیں بتاتے اس صورت میں مشورہ کا کیا فائدہ؟ کہیں لڑکی، بیکھ لی وہ پسند آگئی رشتہ سے متعلق مشورہ کرنے گئے تو اس کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے کہ لڑکی بہت اچھی ہے، والدین بھی بہت اچھے ہیں بلکہ پورا خاندان ہی اچھا ہے، اگر پہلے سے

مشیر کو لڑکی یا اس کے خاندان سے متعلق تھوڑا بہت علم ہو اور وہ کہہ دے کہ ان میں یہ یہ خرابیاں بھی ہیں تو اس کا مشورہ لینے کی بجائے دفاع شروع کر دے گا کہ نہیں نہیں حضور! آپ کو معلوم نہیں، یہ باتیں آپ تک کسی نے غلط پہنچادی ہیں۔ گویا وہ مشیر سے کچھ سمجھنے کی بجائے اسے سمجھانا چاہتا ہے، بسا اوقات مجھ سے کوئی مشورہ لیتا ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ مجھ سے کہلوانا چاہتا ہے کہ ہاں ہاں یہی ٹھیک ہے، اس کی باتوں سے ہی پوری طرح اندازہ ہو جاتا ہے اور میں سمجھ جاتا ہوں کہ یہ صرف برائے نام مشورہ لے رہا ہے لوگوں میں یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اس کے مشورہ سے کام کیا ہے۔ آج کل لوگوں کی یہ عام عادت بن چکی ہے کہ مشورہ طلب امور میں نفع و ضرر کی تفصیل بتانے کی بجائے صرف ایک جانب پیش کرتے ہیں۔

تیسری خامی مشورہ کو حکم سمجھنا:

مستشیر کی تیسری خامی یہ ہے کہ اگر مشیر نے مشورہ دے دیا تو اسے مشورہ کی بجائے حکم سمجھ لیتا ہے۔ مشیر نے تو حالات سن کر صرف مشورہ دے دیا کہ جیسے آپ حالات بتا رہے ہیں ان کے مطابق یہ کام ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ یہ صرف مشورہ ہی تو ہے، اس نے مجبور تھوڑا ہی کیا ہے، حکم تھوڑا ہی دے رہا ہے کہ ضرور کرو، مگر یہ مشورہ لینے کے بعد لوگوں میں بتاتا پھر رہا ہے کہ فلاں نے مجھے کہہ دیا کرلو، فلاں بزرگ نے فرمایا ہے کہ آپ یہ کام کر لیں ان کے فرمانے سے کر رہا ہوں، ارے انہوں نے کہاں فرمایا؟ فرمایا تو آپ نے خود ہی ہے فیصلہ آپ نے خود کیا بزرگ نے تو صرف اتنا ہی کہہ دیا کہ آپ کے بتائے ہوئے حالات سے یہی بہتر معلوم ہوتا ہے لہذا کر لیا جائے تو ٹھیک ہے، بزرگ تو زیادہ سے زیادہ اس کام کو بہتر ہی بتائے گا، یہ تھوڑا ہی کہے گا کہ یہ کام فرض ہو گیا، اسے ضرور کر لو مگر یہ لوگوں میں مشہور کرتا ہے کہ فلاں بزرگ کے فرمانے سے کر رہا ہوں، مشورہ کو فرمان بتاتا ہے، اس جھوٹ اور بزرگوں پر افتراء سے بچنا ضروری ہے۔

چوتھی خامی، مشیر کو نقصان کا ذمہ دار سمجھنا:

چوتھی خامی یہ کہ اگر اس کام میں فائدہ ہو گیا تو پھر وہ بزرگ کا نام نہیں لیتا، اس کو چھپا دیتا ہے، صرف اپنی عقل پر ناز کرتا ہے۔ جیسے قارون کہتا تھا کہ میں نے جو کچھ کمایا ہے اپنی عقل سے کمایا ہے۔ یہی حال آج کل مشورہ لینے والوں کا ہے اگر اس کام میں فائدہ ہو گیا تو جس بزرگ سے مشورہ لیا تھا، اور دعائیں کروائی تھیں وہ اسے یاد نہیں رہتے بلکہ یہاں اپنی قابلیت جتاتا ہے کہ یہ جتنا فائدہ ہوا سب میری عقل و تدبیر کا نتیجہ ہے۔ اور فائدہ کی بجائے خدا نخواستہ نقصان ہو گیا تو یہ نقصان پورے کا پورا بزرگ کے کھاتے میں ڈالتا ہے کہ یہ کام ہم نے خود نہیں کیا بلکہ حضرت صاحب سے مشورہ لیا تھا، صرف یہی نہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یوں کہتا ہے کہ حضرت صاحب نے ایسے ہی فرمایا تھا، لہذا ہمیں کوئی ملامت نہ کرے، ہم نے خود تھوڑا ہی کہا تھا، وہ تو حضرت کا حکم تھا ان کے فرمانے سے کیا، بس ہر جگہ یہی رٹ کہ یہ حضرت کا فرمان تھا حضرت کے فرمانے سے ہم نے یہ کیا۔

مشیر کی خامیاں:

مشیر میں یہ خامیاں پائی جاتی ہیں:

- ① بعض لوگوں کو مشورہ دینے کا ایسا شوق ہوتا ہے کہ خواہ مخواہ ہی کسی نہ کسی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، بلا طلب ہی مشورے دیتے رہتے ہیں۔ ایسے شخص کو مشورہ نہ دیں جسے طلب ہی نہیں اور اس کے قلب میں آپ کے مشورہ کی کوئی وقعت ہی نہیں۔
- ② مشورہ قبول کرنے پر اصرار کرنا اور قبول نہ کرنے کی صورت میں ناراض ہونا۔ یہ بھی بہت سخت غلطی ہے مشورہ کی حقیقت ہی صرف اتنی ہے کہ اپنی رائے ظاہر کر دی جائے اور بس، کوئی اسے قبول کرے یا نہ کرے بہر حال ناگواری نہ ہو۔

زندگی کا موقوف علیہ تین خوبیاں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:

اذا كان امرؤ كم خیار كم واغنياؤ كم سمحاء كم وامر كم
شورى بينكم فظهر الارض خير لكم من بطنها واذا كان
امرؤ كم شرار كم واغنياؤ كم بخلائكم وامور كم الى
نسائكم فبطن الارض خير لكم من ظهرها. رواه الترمذی وقال
هذا حديث غریب۔

فرمایا کہ حکام کا نیک ہونا، مال داروں کا سخاوت کرنا اور مردوں کا باہم مشورہ کرنا
جب تک یہ تین خوبیاں دُنیا میں رہیں گی اس وقت تک تمہارے لیے زمین کی پشت اس
کے پیٹ سے بہتر ہے یعنی موت سے زندگی بہتر ہے، اس لیے کہ زندگی تو ہے آخرت
بنانے کے لیے اور ان اچھے حالات میں آخرت بنتی جائے گی، اور جب دُنیا میں یہ تین
خرابیاں پیدا ہو جائیں کہ حکام شریر بن جائیں، مال دار بخل کرنے لگیں اور مرد عورتوں
سے مشورے کرنے لگیں تو تمہارے لیے زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے یعنی
زندگی سے موت بہتر ہے اس لیے کہ وہ زندگی جہنم کی طرف لے جا رہی ہوگی۔ ان
حالات میں آخرت نہیں بنے گی لہذا اس زندگی سے موت بہتر ہے۔ اب اس حدیث
میں مذکور ہر خوبی اور خامی کی قدرے تفصیل بتاتا ہوں۔

پہلی خوبی حکام کا نیک ہونا:

پہلی خوبی یہ بیان فرمائی کہ تمہارے حکام نیک ہوں۔ جب تک حکام نیک رہیں گے
زندگی اچھی گزرے گی۔ میں یہ بات بار بار دہراتا رہتا ہوں کہ ”اعمالکم عمالکم“
یعنی جیسے تمہارے اعمال ہوں گے ویسے ہی حکام ہوں گے اللہ تعالیٰ ان اعمال کو ہی حاکم
بنادیتے ہیں۔ اس کی تفصیل کبھی کبھی بتاتا رہتا ہوں، اس وقت اتنا وقت نہیں۔

آج لوگوں کا مزاج یہ بن گیا ہے کہ حکومت میں بگاڑ دیکھتے ہیں تو حکام کے خلاف جلسے، جلوس، ہنگامے اور چیخ و پکار شروع کر دیتے ہیں یہ نہیں سوچتے کہ یہ ہمارے ہی اعمال کی شامت ہے، جیسے اعمال ہوں گے ویسی ہی حکومت ہوگی اگر حکام کی اصلاح چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ملک میں کوئی صحیح حکومت آجائے تو یہ کام ہنگاموں سے نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ اپنے اعمال کا جائزہ لیں، خود اچھے بنیں اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانیوں سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کریں، بوقت ضرورت جہاد بھی کوشش میں داخل ہے، مکمل دین دار بننے کی برکت سے حکومت بہتر بن سکے گی، (اس سلسلہ میں وعظ ”سیاسی فتنے“ پڑھیں۔ جامع)

دوسری خوبی مال داروں کی سخاوت:

دوسری خوبی یہ بیان فرمائی کہ تم میں مال دار لوگ سخی ہوں اپنی دولت اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہوں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جب مال خرچ کریں گے تو جہاد بھی ہوتا رہے گا، کفار اور فساق و فجار پر غلبہ رہے گا، مساکین کی مدد بھی ہوتی رہے گی دین کے دوسرے کام بھی ہوتے رہیں گے۔

تیسری خوبی باہم مشورہ کرنا:

تیسری خوبی یہ بیان فرمائی کہ تمہارے اہم کام باہم مشورے سے انجام پائیں اور مشورہ مرد آپس میں کریں عورتوں کا اس میں دخل نہ ہو۔ فرمایا:

”وامرکم شورى بینکم“

”بینکم“ میں کئی باتیں آگئیں۔ ایک تو یہ کہ تمہارا مشورہ آپس میں ہو یعنی مسلمان مسلمان سے مشورہ کریں کفار سے مشورہ نہ کریں۔ دوسری بات یہ آگئی کہ مشورہ صالحین سے کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب صالح لوگوں سے ہے کہ مشورہ آپس میں کریں بے دین لوگوں سے مشورہ نہ لیں۔ تیسری بات لفظ ”کم“ ہے کہ مرد آپس

میں مشورہ کریں جس سے عورتیں نکل گئیں عورتوں سے مشورے نہ کریں، سو جب تک ایسا کرو گے زمین کی پشت زمین کے پیٹ سے تمہارے لیے بہتر رہے گی، زمین کی پشت پر زندہ رہو یہ مرنے سے بہتر ہے۔ ایسی زندگی بابرکت ہوگی تمہارے لیے ہر کام میں ہر چیز میں برکت ہوگی اور جب تینوں کام اٹھ ہو جائیں گے یعنی جب تمہارے حاکم لوگ شریر اور بے دین ہوں اور تمہارے مالدار لوگ بخیل ہوں اور جب تمہارے مشورے عورتوں میں ہونے لگیں تو زمین کا پیٹ زمین کی پشت سے بہتر ہوگا زندگی سے موت بہتر ہوگی ان حالات میں زمین کے پیٹ میں چلے جاؤ یہ زمین کے اوپر رہنے سے بہتر ہے۔

عورتوں سے مشورہ:

آج کل یہ مرض عام ہو چکا ہے کہ مرد عورتوں سے مشورے کرتے ہیں۔ یہ بات مجھے معلوم ہے۔ خاص طور پر شادی بیاہ کے معاملات تو مکمل طور پر عورتوں کے سپرد ہیں۔ لڑکے کی شادی کرنا ہو یا لڑکی کی یہ کام تو ہے ہی عورتوں کے سپرد۔ پھر اگر انہیں سمجھایا جائے، شرم دلائی جائے تو بعض لوگ جواب دیتے ہیں کہ بہو جو گھر میں آئے گی اسے رہنا تو ہماری بیوی کے ساتھ ہے لہذا بہو کا انتخاب بھی یہ خود ہی کرے۔ اپنے مزاج کی بہو گھر میں لائے تاکہ کل کوئی جھگڑا نہ ہو اور آپس میں نباہ ہو جائے، یہ کہہ کر رشتہ کرنے کا سارا اختیار بیگم صاحبہ کے سپرد کر دیا مگر یہ نہ سوچا کہ بیگم صاحبہ کی عقل بھی ناقص اس کا دین بھی ناقص پھر اسے حب مال اور حب جاہ کا مرض بھی لگا ہوا ہے۔ عورتوں میں یہ چار بیماریاں عام ہیں یا یہ کہیں کہ بیماری تو ایک ہی ہے اور وہ ہے ”حب دنیا“ اور یہ اس کی چار شاخیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”عورتوں میں عقل اور دین کی کمی ہوتی ہے“ (متفق علیہ)

خواتین کے لیے نسخہ تسکین:

اہم کاموں میں خواتین سے مشورہ نہ لینے کے بارے میں اور اور رشتے کرنے میں

خواتین کو کسی قسم کا کوئی اختیار نہ ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلے ہیں، خواتین کو اس میں اپنی خفت نہیں محسوس کرنی چاہیے جیسے جسمانی قوت اور دل کی شجاعت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو فوقیت دی ہے اور خواتین کو بھی اس کا اعتراف ہے، اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر میں اپنی خفت نہیں محسوس کرتیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے عقل میں بھی مردوں کو فوقیت دی ہے، قوت جسمانیہ اور قوت قلبیہ کی طرح قوت عقلیہ میں بھی خواتین کا کوئی اختیار اور کوئی قصور نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصلحت و حکمت اسی میں ہے، خواتین کو یہ سوچ کر اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں پر خوش رہنا چاہیے۔

رشتے کا انتخاب مرد خود کریں:

مردوں کو چاہیے کہ وہ آپس میں مشورہ کریں عورتوں کے تابع نہ ہوں، نہ ان سے مشورہ لیں مگر آج کل رشتوں کے مشورے عورتوں سے کیے جاتے ہیں بلکہ رشتہ طے ہی عورتیں کرتی ہیں۔ دلیل کیا ہے کہ بہو گھر آ کر رہے گی تو ساس کے ساتھ ہی، جب انہیں ایک ساتھ رہنا ہے اور زندگی اکٹھے گزارنی ہے تو بہو کا انتخاب بھی ساس ہی کرے۔ خوب! پہلے گھر میں ایک کم عقل تھی اب دو ہو گئیں ”محبت دُنیا“ ”دُنیا کی بندی“ پہلے ایک تھی اب دوسری بھی آگئی ”یک نہ شد دوشد“ کم عقلوں کے ووٹ جتنے زیادہ ہوں گے ان کی تعداد جتنی بڑھے گی گھر میں فتنہ و فساد بھی اتنا ہی بڑھے گا۔ بہو کا انتخاب جب ساس کے ہاتھ میں آ گیا تو وہ اپنے جیسی ہی ڈھونڈ کر لائے گی۔ باقی رہا یہ اشکال کہ ساس کو اگر اختیار نہیں دیتے اس کی مرضی کے بغیر ہی بہو لاتے ہیں تو ساس بہو کا نباہ کیسے ہوگا؟ آخر رہنا تو دونوں کو اکٹھے ہی ہے۔ اس منطق میں ذرہ برابر بھی وزن نہیں اس کا منشأ صرف مردوں کی بے عقلی ہے ان کے ذہنوں اور اعصاب پر چونکہ عورت ہی سوار ہے اس لیے عورت سے دبے رہتے ہیں اور ان کو اس قسم کی باتیں سوچھتی ہیں۔

اکبر دے نہ تھے کبھی برٹش کی فوج سے

لیکن شہید ہو گئے بیگم کی فوج سے

اس ”شہید بیگم“ کی عقل پر اگر بیگم کا تسلط نہ ہوتا اور بیگم کا جادو اس پر نہ چل گیا ہوتا تو ایک موٹی سی بات سوچتا کہ جب بہو کے انتخاب کا مکمل اختیار بیگم کو دے دیا اور وہ بہو بھی اپنی پسند کی گھر میں لے آئی تو اس کے باوجود دونوں میں لڑائی کیوں رہتی ہے؟ کیا آپ نے کبھی یہ بات سوچی؟ مرد بالکل اُلو بنے ہوئے ہیں، گھر کا پورا نظم و عورتیں چلا رہی ہیں، رشتے بھی ان کی مرضی سے ہو رہے ہیں، بیگم صاحبہ چھانٹ چھانٹ کر اپنی مرضی کی بہو گھر میں لاتی ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں کی جتنی نہیں، ہمیشہ لڑائی رہتی ہے ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ یہ سب کچھ بے دینی کا نتیجہ ہے اگر مرد عورتوں کے تابع بننے کی بجائے خود سوچ سمجھ کر رشتے کریں اور رشتہ کا معیار دینداری کو بنائیں، بہو بنانے کے لیے دین دار صالحہ کا انتخاب کریں تو گھروں میں کبھی بھی لڑائی کی نوبت نہ آئے مگر اب گھر گھر لڑائی ہے ساس کہتی ہے: ”میں جب بہو تھی تو ساس اچھی نہ ملی اور اب جب میں ساس بنی تو بہو اچھی نہ ملی۔“ واہ شیطان کی نانی! کیا کہنے تیرے تقدس اور تیری بزرگی کے۔ خود کو ایسی بزرگ اور ولیۃ اللہ سمجھ رہی ہے کہ جیسے عمر بھر کبھی اس سے کوئی قصور صادر ہوا ہی نہیں۔ جب بہو بن کر آئی تو ساس شریر تھی، ساس بہو کی لڑائی میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا، سارا قصور ساس کا تھا وہ اچھی نہیں ملی اور جب بوڑھی ہو گئی اور بہو گھر میں لائی تو اب بہو اچھی نہیں ملی، اب جو بہو سے لڑائی رہتی ہے تو اس میں سارا قصور بہو کا ہے۔ یہ دونوں صورتوں میں ولیۃ اللہ ہے اس کی ساس اور بہو دونوں مجرم، یہ اکیلی درمیان میں پارسا۔ جن لوگوں نے اپنے اہم معاملات بالخصوص رشتوں اور خریداری کے معاملات عورتوں کے سپرد کر رکھے ہیں انہیں سوچنا چاہیے کہ اس کا مقتضی تو یہ تھا کہ بہو جب گھر آئے تو لڑائی جھگڑا نہ ہو مگر آخر پھر بھی لڑائی جھگڑے سے جان کیوں نہیں چھوٹی؟ گھر گھر لڑائیاں، مار پٹائی پھر طلاقوں پر طلاقیں کیوں ہو رہی ہیں؟ نہ سب کچھ

برداشت کر رہے ہیں؟ اگر سوچیں تو پتا چلے کہ یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر عمل نہیں کر رہے۔ اگر سیدھے سیدھے اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر، ان کے احکام پر عمل کریں تو کام بنے۔ مگر آج کے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد تو ہے ہی نہیں، سمجھتے ہیں کہ شیطان کی ہدایت پر عمل کریں گے تو کام بنے گا۔

لڑکی دیکھنے عورتیں جائیں:

رشتہ کا مسئلہ یوں تو مرد خود طے کریں مگر چونکہ مرد لڑکی کو دیکھ نہیں سکتے لہذا یہ کام عورتیں کریں۔ کچھ سمجھ دار عورتیں جا کر لڑکی کی شکل و صورت کو دیکھ لیں اور دوسرے کوائف معلوم کر لیں۔^(۱) لڑکی دیکھنے کے بعد آگے فیصلہ مردوں پر چھوڑ دیں بالخصوص لڑکی کے عقائد اور اس کے دینی حالات مرد خود معلوم کریں یوں شادیوں میں خیر و برکت ہوگی۔ گھروں میں امن و سکون اور محبت و مودت کی فضا ہوگی، لڑائی جھگڑے مٹ جائیں گے طلاقوں کی نوبت نہیں آئے گی۔ مگر یہ کام کرے کون؟ یہ کام تو ہے اللہ کے بندوں کا اور آج کل کے مرد ٹھہرے عورتوں کے بندے۔ یہ عورتوں کی بندگی سے کیسے آزاد ہوں؟ انہوں نے عورتوں کی بندگی اختیار کی اور عورتیں ہیں دنیا کی بندیاں۔

عورتوں کے بندے:

اس موضوع پر پہلے بھی ایک بار بیان کیا تھا اور کیسٹ تیار ہوئی تھی اس کا عنوان تھا ”عورتوں کے بندے“ ایک عورت نے مجھے فون پر بتایا کہ میں یہاں کتاب گھر کے سامنے سے گذری تو اس کیسٹ پر نظر پڑ گئی، انسان کے دل و دماغ میں جو بات گھسی ہوئی ہوتی ہے اسے آنکھوں سے وہی نظر آتی ہے، کیسٹ پر تو لکھا تھا ”عورتوں کے بندے“ یعنی ان کے تابع اور غلام، مگر یہ سمجھی، ”عورتوں کے بندے“ یعنی عورتوں کی

۱۔ منگنی کے وقت لڑکے کو لڑکی دکھانا جائز نہیں، اس کی تفصیل احسن الفتاویٰ جلد نمبر ۸ اور کیسٹ

”لڑکی دکھانا“ میں ہے۔

بالیاں، خوش ہو کر اس نے وہ کیسٹ خرید لی۔ جب گھر جا کر سنی تو معلوم ہوا کہ ”بندے“ نہیں ”بندے“ ہے، یہ اس نے خود بتایا۔ خیر! غنیمت ہے اس بہانے کیسٹ سن تولی، اللہ تعالیٰ حب دُنیا کے مرض سے نجات عطا فرمائیں۔

عورتوں میں حب مال و جاہ:

عورتوں میں حب مال اور حب جاہ کی بیماری تو ظاہر ہے۔ ان کے پاس کپڑے دیکھیں تو جوڑوں کے جوڑے اور اتنی کثرت سے کہ مہینوں بلکہ سالوں کبھی پہننے کی نوبت ہی نہیں آتی، کبھی پہنتی بھی ہیں تو دکھانے کے لیے جب بھی کسی تقریب میں جمع ہوتی ہیں تو کپڑے ہی دیکھتی دکھاتی رہتی ہیں گویا ان کا اجتماع ہی کپڑوں کی نمائش کے لیے ہوتا ہے۔ یہی حال زیوروں کا ہے۔ ایک دوسرے کے زیور دیکھ دیکھ کر نئے نئے نمونے بنواتی رہتی ہیں اور سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ شوہر کو اُلٹو بنادیتی ہیں، کیسے؟ اس کی تفصیل آج نہیں بتاتا پھر کبھی بتا دوں گا، شوہر سمجھتا ہے کہ یہ ولیۃ اللہ ہے بس اس جیسی دانا اور سائنس دان اس دُنیا میں کوئی ہے ہی نہیں۔ ایک مطالبہ شوہر سے یہ بھی ہوتا ہے، صرف ہوتا ہی نہیں بلکہ منوالیتی ہے کہ اپنی پوری آمدن میرے ہاتھ میں دو۔ اپنے والدین کو، بہنوں کو، دوسرے رشتہ داروں کو کچھ دینا چاہو تو خود مت دو بلکہ میرے ہاتھ میں لا کر دو میں دوں گی۔ جتنی آمدن ہے وہ لا کر میرے ہاتھ پر رکھ دیا کرو، خازنہ بلکہ ملکہ مجھے بنا دو۔ باقی خرکار کے گدھے تم خود بنے رہو، سارا دن کماتے رہو اور کما کما کر میرے پاس لاتے رہو پھر جو کچھ کسی کو دینا ہو یا جہاں جہاں خرچ کرنا ہو وہ میں کروں گی تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ تمہارے ذمہ بس یہی ایک کام ہے کہ صبح سے شام تک کماتے رہو۔ بات لمبی نہ ہو جائے یہیں اسے ختم کرتا ہوں۔

عورتوں کی خریداری:

ایک اور بات یاد آگئی اور اچھے موقع پر یاد آگئی۔ یاد کیا آگئی اللہ تعالیٰ یاد دلادیتے

ہیں تاکہ سننے والوں کا فائدہ ہو جائے۔ اس ہفتے کئی لوگوں نے ٹیلی فون پر ایک بات پوچھی کہ آج کل مردوں کو کپڑا خریدنا تو آتا ہی نہیں اس لیے اگر خواتین کپڑا خریدنے کے لیے پردے کے ساتھ بازار چلی جائیں اور وہاں ایک طرف ہی باپردہ بیٹھی رہیں یا گاڑی سے ہی نہ نکلیں اس کے اندر ہی بیٹھی رہیں اور وہیں بیٹھے بیٹھے دکان سے کپڑے لالا کر انہیں دکھا دیے جائیں اور وہ خرید لیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ اس لیے کہ اگر مرد خرید کر لاتے ہیں تو کپڑا بالکل بے کار ہوتا ہے اور بہت مہنگا بھی۔ وہ پیسہ ضائع کر کے آجاتے ہیں۔ ان کو کسی چیز کا تجربہ نہیں کچھ خریدنا نہیں آتا۔ دو تین روز قبل جوتے کے بارے میں بھی پوچھا گیا کہ کسی عورت کو جوتا خریدنا ہو تو کیا کرے؟ جوتوں کی دکان پر جائے بغیر چادر نہیں، اگر گھر بیٹھے جوتا منگوا لیں تو ایک تو وہ پاؤں سے چھوٹا بڑا ہو سکتا ہے، اسے تبدیل کروانے کے لیے بار بار دکان کے چکر لگانے پڑیں گے۔ دوسرے یہ کہ اگر پورے ناپ کا ہو تو پسندنا پسند کا مسئلہ باقی رہتا ہے، اس لیے اگر پردے میں عورت بازار چلی جائے اور پورے ناپ اور اپنی پسند کا جوتا خرید لائے تو کیا یہ درست ہے؟ اس کا جواب اچھی طرح سمجھ لیں۔ دین دار لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال آتے ہوں گے۔ رات ایک قاری صاحب نے ٹیلی فون پر یہ مسئلہ پوچھا۔ صرف قاری صاحب ہی نہیں ماشاء اللہ! عالم بھی ہیں اور حاجی بھی اور دارالافتاء سے بھی ان کا تعلق ہے، اس لیے میں نے ان کی رعایت کی ٹیلی فون پر بات کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ وقت تین منٹ دیتا ہوں مگر ان کو زیادہ وقت دے دیا کہ اچھی طرح سمجھ جائیں۔ اگر عالم سمجھ جائے تو پوری دنیا ٹھیک ہو جائے۔ جو باتیں ان کو سمجھائیں وہی آپ کو بھی سمجھانا چاہتا ہوں یہ کیسٹ بھی محفوظ کر لیں اور زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت کریں، اب نمبر وار یہ باتیں سن لیجئے:

① عورتوں کا یہ فیصلہ کہ مرد کچھ جانتے ہی نہیں، کپڑا خریدنا یا جوتا خریدنا تو عورتوں کا کام ہے۔ ان کا یہ فیصلہ درحقیقت ایک دوسرے فیصلے کے تابع ہے جو پہلے ہی ہو چکا

ہوتا ہے اور وہ یہ کہ شوہر بیوی کا اس پر اتفاق اور اجماع ہوتا ہے کہ شوہر بے وقوف ہے اور بیوی عقل مند۔ یہ فیصلہ پہلے ہی آپس میں ہو جاتا ہے بلکہ جیسے ہی لال جوڑا پہنا کر گھر لائے اسی وقت یہ فیصلہ ہو گیا کہ بیگم صاحبہ بہت عقل مند ہیں اور شوہر صاحب بہت بے وقوف، اس نسبت سے میں نے ان کو خطاب یہ دیا ہے کہ وہ ”سلطانہ“ ہے اور یہ ”آلو“ پہلے دن سے ہی یہ فیصلہ ہو جاتا ہے اور دونوں اس فیصلے کو تسلیم کر لیتے ہیں کہ بیگم صاحبہ سلطانہ ہیں اور یہ آلو، انہیں کچھ معلوم نہیں، کسی چیز کا تجربہ نہیں، بازار جا کر پیسے ضائع کر کے آ جاتے ہیں۔ لہذا پہلی بات یہ کہ یہ اجماعی فیصلہ جو دماغوں میں راسخ ہو چکا ہے اسے بدلیں۔ آپ کا یہ فیصلہ بالکل غلط ہے اور ایسی سوچ فطرت کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ ”مرد عورتوں پر حاکم ہیں، ان کی عقل اور قوت فیصلہ عورتوں سے زیادہ ہے۔“ مگر آپ کے دماغ پر عورت سوار ہے، آپ نے پہلے سے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ عورت کی عقل زیادہ ہے۔ یہ بات دماغ سے نکال دیں۔ آپ بازار جا کر خریداری کر کے دیکھیں آہستہ آہستہ آپ کو پتا چل جائے گا کہ آپ میں عقل و شعور عورت سے زیادہ ہے مگر آپ اس کے لیے تیار تو ہوں، بیگم نے تو یہ سبق پڑھا رکھا ہے اور ذہن میں بٹھا دیا ہے کہ آپ میں خریداری کا شعور نہیں یہ کام ہم ہی کر سکتے ہیں۔ یہ غلط بات ذہن سے نکال دیں یہ کئی خرابیوں کی جڑ ہے۔

② جیسا کیسا کپڑا آپ خرید کر بیگم کے حوالہ کر دیں، اگر اس نے قبول کر لیا تو ٹھیک ورنہ اس کے سامنے جلادیں اور یہ کہیں کہ یہ تو گیا اب دوسرا نہیں آئے گا۔ یہ بیگمات کے دماغ درست کرنے کا بہت مجرب نسخہ ہے۔ میرے بتانے سے پہلے ہی بعض لوگوں نے اس کو آزما کر دیکھا ہے ایک شخص کا دارالافتاء سے کچھ تعلق تو ہے مگر بہت زیادہ آمدورفت نہیں بحمد اللہ تعالیٰ انہیں دور ہی سے دارالافتاء کا مصالحہ لگ گیا، انہوں نے مجھے فون پر بتایا کہ ”میں نے کپڑا بازار سے خرید کر بیگم صاحبہ کے سامنے رکھا تو وہ کہتی ہیں کہ آپ کیسا کپڑا لائے ہیں یہ تو ٹھیک نہیں، میں نے اس کے سامنے رکھ کر جلادیا اور

یہ بھی بتادیا کہ خبردار! اب دوسرا کپڑا بھی نہیں آئے گا۔ اس نسخہ پر کوئی ایک بار عمل کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ سب بیگمات کے دماغ صحیح ہو جائیں گے، ان کے دماغ تو خود خراب کیے ہیں ان کے سامنے اُلو بن کر۔

(۳) بیگم کو بازار نہ لے جائیں بلکہ خود دکان سے مختلف قسم کے کپڑے لے کر گھر لے جائیں اور اس کو دکھادیں کہ کون سا پسند ہے؟ اگر کوئی دکان دار واقف ہے تو وہ آپ کو زیادہ کپڑا دے دے گا اور اگر واقف نہیں ہے تو نمونہ تو تھوڑا تھوڑا دے ہی دے گا، نمونہ جا کر دکھادیں پھر پسند کروا کر وہ لے دیں، یہ طریقہ بھی دراصل صحیح نہیں، اس میں بھی آپ کو چکر کاٹنے پڑیں گے۔ بیگم صاحبہ آپ کو اتنے چکر دلوائیں گی کہ کولھو کے بیل سے بھی زیادہ، آپ کو ”گھن چکر“ بنادیں گی۔ دو تین قسم کا کپڑا لے جا کر آپ نے دکھایا مگر وہ کہیں گی یہ نہیں چاہیے بلکہ اس کا تو پھول ایسا ہونا چاہیے اور رنگ بھی ایسا ایسا چاہیے، کپڑے کی زمین ایسی ہونی چاہیے، یہ پھول ذرا سا بڑا ہو گیا۔ پھر جاؤ اور چھوٹے پھول والا لاؤ، پھر جاؤ، پھر جاؤ۔ ایک کپڑا خریدنے کے لیے بیس چکر لگوائیں گی، یہ تو میں نے بتادیا کہ بیگمات کو بازار لے جانے کی بجائے یہ بھی ایک طریقہ ہو سکتا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے کہ گھروں میں کپڑے لالا کر دکھا دکھا کر دن بھر چکر کاٹتے رہیں، ایک دکان کی طرف دوسرا گھر کی طرف، پھر دکان کی طرف پھر گھر کی طرف بس سارا دن انہی چکروں میں رہ جائیں، یہ طریقہ بھی صحیح نہیں، صحیح طریقہ وہی ہے جو پہلے بتا چکا ہوں، ایک طریقہ اور ہے وہ بھی سن لیجیے۔

(۴) جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے اپنے خاندان میں بلکہ سب نیک گھرانوں میں یہ طریقہ دیکھتے آرہے ہیں۔ نیک گھرانوں کی کیا خصوصیت، عام گھرانوں میں بھی جو زیادہ متقی پارسانہیں تھے عورتوں کے کپڑے وغیرہ خریدنے کا بچپن سے یہی دستور دیکھتے آئے ہیں۔ اس کے خلاف کرتے بہت کم دیکھا یا سنا۔ جو لوگ اس کے خلاف کرتے اور عورتوں کو بازار لے جاتے تھے ان سے متعلق عام تاثر یہی تھا کہ یہ تو بڑے

دیوٹ، بے دین اور بدمعاش قسم کے لوگ ہیں۔ سب لوگ ان کو بری نگاہ سے دیکھتے تھے کہ دیکھو یہ کیسے آوارہ لوگ ہیں، عورتوں کو بازار میں لیے پھرتے ہیں۔ خریداری کا یہ جو طریقہ بتا رہا ہوں یہ صرف دین دار گھرانوں کا ہی امتیاز نہیں بلکہ اکثر مسلمانوں میں رائج تھا اور جو اس کے خلاف کرتے تھے انہیں دیوٹ بے دین اور آوارہ تصور کیا جاتا تھا۔

اب سنئے وہ طریقہ:

بیوی کپڑے کے بارے میں چھ باتیں بتادے:

① کپڑے کی قسم، مثال کے طور پر جار جٹ کپڑا چاہیے، جار ج بھی ہو جٹ بھی ہو، دونوں باتیں ہوں۔ جار ج کو جٹ سے ملانے کے لیے درمیان والی جیم کو حذف کر دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ بیگم صاحبہ ”جار ج“ ہیں اور شوہر ”جٹ“

② رنگ مثلاً لال رنگ چاہیے۔

③ پھولدار ہو یا سادہ۔

④ پھول کا رنگ کیا ہو اور کپڑے کی زمین کا رنگ کیا ہو۔

⑤ پھول بڑا ہو یا چھوٹا یا درمیانہ۔

⑥ کتنے میٹر۔

جب وہ یہ سب باتیں بتادے تو آپ بازار جا کر دیکھیں اس قسم کا کپڑا اگر مل گیا تو لا کر دے دیجیے اور نہیں ملا تو بتا دیجیے کہ بیگم صاحبہ! سلطانہ صاحبہ! جیسے آپ نے فرمائش کی تھی وہ تو پوری نہ ہو سکی ہاں اس سے ملتا جلتا ایک کپڑا مل گیا ہے، اس کی کترن لایا ہوں۔ بس ایک بار لیجائیے اگر سلطانہ صاحبہ راضی ہو گئیں تو ٹھیک ہیں اور اگر دوبارہ کہا کہ نہیں یہ تو پسند نہیں تو کہہ دیجیے بس یہی کپڑا تھا جو تمہیں دکھا دیا اور ہے ہی نہیں اگر یہ پسند نہیں آتا تو اس سے اچھے کپڑے کی امید چھوڑ دو، ہاں! معمولی لٹھا لا کر دے دیں گے وہ پہن لو کوئی بات نہیں۔

جوتے کی خریداری کا مسئلہ تو بہت ہی آسان ہے۔ جوتوں کے نمبر تو چلے ہوئے ہیں، نمبروں سے جوتے کی پیمائش کا پتا چل جاتا ہے مختلف کمپنیوں کے نمبروں میں جو فرق ہے وہ بھی لوگوں کو معلوم ہے کہ فلاں کمپنی کا نمبر کچھ بڑا ہوتا ہے فلاں کا کچھ چھوٹا بس جوتے کا نمبر معلوم کر لیں اور کچھ نمونہ بھی، گھر میں کس نمبر کا جوتا استعمال ہوتا ہے وہ تو معلوم ہی ہوتا ہے۔ مزید احتیاطاً پوچھ بھی لیں، پھر کسی دھاگے سے جوتے کا تکرار لیں۔ دھاگا بازار لے جائیں، دکان دار سے کہیں کہ فلاں کمپنی کا فلاں نمبر کا اور ایسے ایسے نمونے کا جوتا چاہیے۔ نکلو کر دیکھ لیں پھر اس کا تکرار بھی دھاگے سے ناپ لیں ساتھ دکان دار سے یہ بھی کہہ دیں کہ اگر ذرا چھوٹا بڑا ہوا تو پھر آ کر تبدیل کروالیں گے۔ بدلنے پر تو دکان دار راضی ہو جاتے ہیں بلکہ کچھ تعلق ہو تو واپس کرنے پر بھی راضی ہو جاتے ہیں ورنہ بدلنے پر تو سب ہی راضی ہو جاتے ہیں۔

میرا ذاتی معمول:

میرا اپنا بھی یہی معمول رہا جب تک میں بازار میں جاتا تھا اہلیہ اور بچوں کے کپڑے خود خرید کر لاتا تھا، اور یہی طریقہ اختیار کرتا کہ اہلیہ سے پوچھ لیا کیا چاہیے اور کس قسم کی چیز چاہیے اولاً تو ہمارے ہاں بحمد اللہ تعالیٰ زیادہ کپڑے منگواتے ہی نہیں جتنے کی ضرورت ہوتی ہے بس اس سے زیادہ نہیں منگواتے اور جب ضرورت پیش آئی تو بتا دیا کہ ایسا ایسا کپڑا اتنے میٹر چاہیے۔ بس گئے اور لے آئے، پوری زندگی میں کبھی ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے کہا ہو کہ یہ کپڑا صحیح نہیں بدل کر دوسرا لائیے۔ زندگی میں ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا اور اب جب باہر جانا چھوڑ دیا ہے کام کرنے والے دوسرے بہت سے لوگ اللہ تعالیٰ نے دیدیے ہیں تو کسی سے ایک بار کہہ دیا کہ ایسا ایسا کپڑا چاہیے، ایسا رنگ اور ایسا پھول ہو یا بغیر پھول کے چاہیے، وہ لے آئے بس قصہ ختم۔ بار بار تو کیا ایک بار بھی واپس کر کے دوسرا نہیں لینا پڑا۔

جو تا خریدنے کا بھی یہی طریقہ ہے کہ نمبر بتا دیا کہ فلاں کمپنی کا جوتا ہو اور اس نمبر کا، احتیاطاً مزید کچھ سمجھا دیا کہ نرم ہو یا سخت اور یہ کہ لیتے ہوئے دکان دار سے کہہ دیں کہ چھوٹا بڑا ہو گیا تو تبدیل کر لیں گے۔

بچپن سے جب سے ہم نے ہوش سنبھالا عورتوں کے لیے خریداری کا یہی طریقہ دیکھتے آئے ہیں اور اس میں دین داروں یا اہل تقویٰ اور اہل احتیاط کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ بلا امتیاز سب لوگوں میں یہی دیکھا اور یہی سنا، اگر کہیں یہ بات سننے میں آئی کہ فلاں شخص اپنی بیوی کو دکان پر لے گیا تو لوگ اس کو دیوٹ، بدمعاش اور آوارہ کہتے تھے لیکن آج کل یہ قصہ ہو گیا ہے کہ اچھے اچھے عالم اچھے اچھے صوفی اور شیخ وقت بھی بیگمات کو گاڑیوں میں بٹھا کر بازار لے جاتے ہیں وہاں پر بیگم صاحبہ تو گاڑی میں بیٹھی رہتی ہیں، اور یہ تھان دکھا دکھا کر اس کی پسند معلوم کرتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ دکان دار ہمارا واقف ہے اپنا دوست ہے اس لیے بیگم صاحبہ کو دکان کے اندر لے جاتے ہیں ان کو ذرا ایک طرف کونے میں بٹھا کر دکھاتے ہیں پھر وہ پسند کرتی ہیں، یہ اُلو اس کا خادم بن کر خوش ہو رہا ہے کبھی کوئی تھان اُٹھایا کبھی کوئی تھان۔ وہ سلطانہ نمبر لگاتی جاتی ہیں یہ نہیں دوسرالاؤ، دوسرا نہیں تیسرالاؤ، یہ بھی واپس کرو اور لاؤ، اس میں پتی ٹھیک نہیں، اس کا رنگ ٹھیک نہیں، بیگمات نے سوار رہنے کے لیے ان کو ایسا اُلو بنا دیا ہے کہ جب چاہیں سر پر کر چھلی چلا دیں اور یہ اُف بھی نہ کر سکیں۔

شوہر کو تابع کرنے کا نسخہ:

نئے زمانے کے ساتھ نئی عورتوں نے شوہر کو تابع کرنے کا بہت عجیب تاثیر نسخہ ایجاد کیا ہے، بحمد اللہ میں زمانے کے حالات سے بخوبی واقف ہوں، نسخہ ایسا ایجاد کیا ہے کہ شوہر ذرہ برابر بھی کہیں ادھر ادھر ہلنے نہ پائے، کسی بات پر اُف تک نہ کر سکے، مکمل طور پر تابع بن کر رہے، اپنی مرضی کو بیوی کی مرضی میں فناء کر دے، شوہر کو مسخر کرنے کے

اس نسخہ کیمیائاً شیر کے دو جز ہیں:

① شادی ہوتے ہی بیوی فوراً یہ مطالبہ کرے کہ آئیے سیر کو چلیں۔
بیگم کا پہلا مطالبہ یہی ہوتا ہے باہر نکلیں اور سیر کو چلیں۔ وہ شوہروں کو پاگل تو سمجھتی
ہی ہیں اس لیے ہر مطالبہ منوالیتی ہیں۔

ایک لڑکے کی شادی ہوئی تو بیگم نے زندگی بھر اپنے تابع بلکہ گدھا بنا کر رکھنے کے
لیے پہلا مطالبہ یہی رکھ دیا کہ سیر کو چلیں۔ دولہا صاحب نے یہ قصہ مجھے خود بتایا کہ شادی
ہوتے ہی وہ سیر پر اصرار کرنے لگی۔ پھر سیر کے لیے جائیں بھی کہاں؟ ”ہا کس بے“
حماقت دیکھیں کہ فون پر خود بتایا کہ ”میں بیگم صاحبہ کو لے کر ہا کس بے جا رہا تھا، گاڑی
بہت تیز چلا رہا تھا بیگم صاحبہ ساتھ والی نشست پر بیٹھی تھیں، (بغل میں سلطانہ بیٹھی ہے
اور ساتھ سلطانہ کا ڈرائیور گاڑی چلا رہا ہے) گاڑی بہت تیزی میں جا رہی تھی بیگم نے
(عشق کی مستی میں) ایک دم اسٹیرنگ پکڑ کر ایک طرف گھما دیا۔ آگے کھڑا تھا گاڑی دور
تک کھڑے میں لڑھکتی ہوئی چلی گئی۔ اس نے کئی قلابازیاں کھائیں اور میاں بیوی
دونوں کو چوٹیں آئیں۔

یہ باتیں وہ خود بتا رہا ہے۔ اب کیا سمجھایا جائے ایسی قوم کو؟ میاں بیوی دونوں ایک
دوسرے سے بڑھ کر احمق ہیں۔

② پہلی ہی بار صحبت کے بعد اپنے پیشاب کی بوتل شوہر کو تھما دیتی ہیں اور حکم دیتی
ہیں: ”چلو! لیبارٹری سے ٹیسٹ کروا کر لاؤ کہ حمل ٹھہر گیا یا نہیں۔“ شوہر صاحب اُلو بنے
ہوئے ہیں بیگم کے پیشاب کی بوتل اٹھائے لیبارٹریوں کے چکر لگا رہے ہیں، پھر الٹا
ساؤنڈ کے چکر چلاتی ہیں، چکروں پر چکر۔

یہ ہیں بیویوں کے بندے! بیویاں جیسے چاہیں ان کو استعمال کریں۔ یہ باتیں یاد
رکھیں۔ بعض لوگوں کی شادیاں ہونے والی ہیں انہیں پہلے سے حالات کا مقابلہ کرنے،
دُنیا و آخرت کی رُسوائی سے بچنے، پریشانیوں میں مبتلا ہونے اور پوری زندگی تباہ کرنے

سے بچانے کے لیے تیار کر رہا ہوں جن کی شادیاں ہو چکی ہیں ان پر تو یہ حالت گذر ہی چکی ہوگی، جن کی شادیاں نہیں ہوئیں ان پر یہ وقت آنے والا ہے وہ سوچ لیں اور تیار رہیں۔

استشارہ کے بیان کے ضمن میں عورتوں سے متعلق یہ مفصل بیان ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سمجھنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

استخارہ کی اہمیت:

اب استخارہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سنئے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو استخارہ اتنی اہمیت سے سکھاتے تھے جیسے قرآن مجید کی سورت کی تعلیم دیتے تھے:

① عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يعلمنا الاستخارة فی الامور کلھا

کما يعلمنا سورة من القرآن، الحدیث (ترمذی ص ۱۰۹ ج ۱)

② من شقوة ابن آدم ترکہ استخارة اللہ (مجمع المسانید لابن کثیر

ج ۵ رقم ۳۲۴۱ والترغیب والترہیب ص ۹۷۷ ج ۲)

”اللہ تعالیٰ سے استخارہ نہ کرنا انسان کے لیے بد بختی کی بات ہے۔“

③ ماخاب من استخار و ماندم من استشار^(۱) (طبرانی)

استخارہ کے خود ساختہ طریقے اور ان کے مفاسد:

اس زمانے کے مسلمانوں نے استخارہ کے کئی ایسے طریقے خود گھڑ لیے ہیں جن کا طریقہ مسنونہ سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو استخارہ کا طریقہ بیان فرمایا درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول

۱۔ اس روایت کی تحقیق استشارہ کے بیان میں گذر چکی ہے۔

کے ذریعے بندوں تک پہنچایا مگر بندوں نے یہ قدر کی کہ اسے پس پشت ڈال کر اپنی طرف سے کئی طریقے ایجاد کر لئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو استخارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی اپنی اُمت کو سکھایا اور ایسے اہتمام سے سکھایا جیسے قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔

مگر آج کے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد فرمائے ہوئے طریقے کے مقابلہ میں اپنی پسند کے مختلف طریقے گھڑ لیے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے پر اعتماد نہیں۔

ایک مولوی صاحب نے مجلس میں استخارہ کے ایک ایسے ہی طریقہ کی تعریف شروع کر دی، کہنے لگے کہ بہت ہی زبردست قسم کا استخارہ ہے۔ دو رکعت نفل کی نیت باندھیں پھر سورہ فاتحہ پڑھیں جب ”اهدنا الصراط المستقیم“ پڑھیں تو اسی کو بار بار لوٹاتے رہیں، آگے مت پڑھیں۔ اگر وہ کام آپ کے حق میں مفید ہوگا تو پڑھتے پڑھتے آپ خود بخود دائیں جانب کو گھوم جائیں گے اور اگر مضر ہوگا تو بائیں جانب کو گھوم جائیں گے۔ بس آپ کا استخارہ ہو گیا۔ میں نے کہا مولانا صاحب! آپ جس استخارہ کو بہت ہی زبردست کہہ رہے ہیں اس میں ایک نہیں کئی خرابیاں ہیں:

پہلی خرابی، اللہ تعالیٰ کا مقابلہ:

اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مقابلہ میں خود ساختہ طریقہ اختیار کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے علم پر اپنے علم کو ترجیح دینا ہے، یہ تو کفر ہے۔

دوسری خرابی، ترک سنت:

شیطان مسلمان سے سنت چھڑوا کر اس کے مقابلہ میں جو بات دل میں ڈالتا ہے شیطان کے بندوں کے نزدیک تو وہ زبردست ہی ہوتی ہے اس میں کیا شک ہے۔ مگر

اللہ تعالیٰ کے بندوں کے سامنے اس کی حیثیت ایک تنکے کے برابر بھی نہیں:

إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا (۷۶-۴)

”بے شک شیطان کی تدبیر بہت ہی ضعیف ہے۔“

شیطان جو بات دل میں ڈالتا ہے ساتھ یہ بھی سمجھاتا ہے کہ یہ بہت ہی زبردست بات ہے۔ اتنی زبردست کہ رحمن کی بات سے بھی مقدم ہے۔ اس کے سامنے رحمن کی معاذ اللہ! کوئی حیثیت نہیں اس لیے اس کو پلے باندھ لو۔

تیسری خرابی، نماز کی بربادی:

مسئلہ تو یہ ہے کہ ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ کو اگر جان بوجھ کر دوبار پڑھ لیا جائے تو گناہ بھی ہوگا اور نماز بھی واجب الاعادہ ہوگی۔ ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ جب ایک بار پڑھ لیا تو آگے پڑھنا واجب ہے پھر فاتحہ کے بعد متصل سورہ کا ملانا واجب ہے اگر یہ استخارہ کرنے والا جان بوجھ کر اس آیت کو ذہرائے گا تو اس کی نماز واجب الاعادہ ہوگی لہذا یہ دور کعتیں بعد میں لوٹائے اور جان بوجھ کر نماز خراب کرنے کا جو گناہ ہوا اس سے توبہ بھی کرے۔ جو شخص گناہ کا کام کر کے یہ امید رکھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ اس میں خیر عطاء فرمائیں گے وہ خود سوچے کہ اللہ کی نافرمانی میں خیر کہاں سے آگئی؟

چوتھی خرابی، نماز سے مذاق:

اس کا شروع ہی سے ارادہ ہے کہ دو رکعت نفل نہیں پڑھ رہا بلکہ ایسے ہی نیت باندھ کر نماز کی صورت بنالی ہے تو یہ نماز جیسی اہم عبادت کا مذاق اڑا رہا ہے۔ یہ شخص نماز پڑھنا نہیں چاہتا صرف ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ بار بار پڑھنے کے لیے نماز کی صورت بنا کر کھڑا ہو گیا ہے نماز پڑھنا مقصد نہیں اور اگر واقعہ نماز ہی کی نیت باندھی تو چونکہ دائیں بائیں گھومنے سے نماز ٹوٹ جائے گی لہذا نماز شروع کر کے توڑنے کا گناہ الگ رہا، نہ بھی گھومتا تو بھی نماز واجب الاعادہ تو ہو ہی گئی تھی مگر یہ گھوم کر نماز کو بالکل ہی توڑ دیتا ہے۔

رہی یہ بات کہ اگر ان مولوی صاحب نے یا کسی دوسرے صوفی صاحب نے اس کا تجربہ بھی کیا ہو اور وہ واقعہ گھوم جاتے ہوں تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ گھومنے کی بات کر رہے ہیں اگر یہ صاحب آسمان پر ہی کیوں نہ چڑھ جائیں تو جو بات شریعت کے خلاف ہے اسے ہم بہر حال خلاف شریع ہی کہیں گے اور یہی کہیں گے کہ اس میں گناہ ہے اس میں برکت نہیں ہو سکتی۔ دجال کیسے کیسے کرتب دکھائے گا مگر ان شعبہ بازیوں سے وہ اللہ تھوڑا ہی بن جائے گا دجال کا دجال ہی رہے گا۔ کوئی کرتب یا شعبہ دکھا دینا سچائی کا معیار نہیں۔ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ پڑھتے پڑھتے صوفی صاحب واقعہ گھوم جاتے ہیں تو بھی اس سے یہ سمجھنا درست نہیں کہ یہ استخارے کا صحیح طریقہ ہے اور اس میں برکت ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ شیطان کا بتایا ہوا ہے تو شیطان سے کیا بعید ہے کہ وہ الوہیت اور قدرت جتانے کے لیے صوفی صاحب کو کندھوں سے پکڑ کر گھما دیتا ہو۔ گردن سے پکڑ کر کبھی دائیں جانب گھما دیا ہو کبھی بائیں جانب تا کہ شیطان کی بات پکی ہو جائے۔ شیطان کے لیے گھمانا کیا مشکل ہے۔ اس نے گھما دیا اور یہ صوفی صاحب بھی خوش ہو گئے کہ کام بن گیا۔

تیسری بات یہ کہ جب وہ گھڑے ہو کر مسلسل ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ“ کی رٹ لگاتا رہے گا تو گھنٹہ دو گھنٹہ گزرنے پر ویسے ہی دماغ چکر جائے گا اور کبھی دائیں جانب چکر کھانے لگے گا کبھی بائیں جانب اور اس تھکاوٹ کے چکر کو ہی استخارہ کی کرامت سمجھنے لگے گا۔

چوتھی بات یہ کہ جو چیز انسان کے ذہن میں ہوتی ہے اس کا نفسیاتی اثر بھی ہوتا ہے۔ جب اس کے ذہن میں پہلے ہی سے یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ استخارہ کی برکت سے مجھے ایک طرف چکر آئے گا اور میں گھوم جاؤں گا تو اس تخیل کے اثر سے وہ خود بخود گھوم سکتا ہے۔

یہ تو ایک استخارہ بتا دیا اور بھی اس قسم کے کئی استخارے اور مختلف اعمال ہیں جو جاہل صوفیوں نے گھربٹھے بنا لیے ہیں۔ لوگوں کو بھی اتباع شریعت کی بجائے انہی اعمال میں مزا آتا ہے۔ ایک بات یہ بھی سمجھ لیجیے کہ میں جو غلط بات اور بدعات پر ٹوکتے ہوئے کبھی صوفیوں کا نام لے دیتا ہوں ان سے مراد آج کل کے بگڑے ہوئے جاہل اور مبتدع صوفی ہیں، صحیح صوفی تو اللہ والے ہوتے ہیں۔

اس وقت صرف ایک استخارے کا حال بتایا ہے مزید نہیں بتاتا کہیں آپ لوگ سیکھ جائیں اور گھروں میں جا کر شروع کر دیں۔ اللہ کے بتائے ہوئے استخارے پر عمل کیا کریں۔ شیطان ایسا ہوشیار ہے ایسا ہوشیار کہ اگر کوئی اللہ کا کام شروع کرنے لگے تو اولاً تو کرنے ہی نہیں دیتا اور اپنی طرف مائل کرتا ہے کہ میرا کام کرو اور اگر کوئی اللہ کا کام شروع بھی کر لے تو یہ مردود اس کام کو خالص نہیں رہنے دیتا اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ پیوند ضرور لگا دیتا ہے۔

استخارہ کا طریقہ مسنونہ:

سنت کے مطابق استخارہ کا سیدھا سادہ طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نفل پڑھیں اس کے بعد استخارہ کا دعاء پڑھیں بس۔ دعاء کے جتنے الفاظ ہیں وہی اس سے مطلوب و مقصود ہیں۔ وہ الفاظ یہ ہیں:

اللهم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک
واسألک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا
اعلم وانت علام الغیوب اللهم ان کنت تعلم ان هذا الامر
خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری عاجلہ واجلہ فاقدره
لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم ان هذا الامر شر
لی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری عاجلہ واجلہ فاصرفه عنی

واصرفنی عنه واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی بہ۔

عربی الفاظ زبان سے اداء کرتے وقت ان کے معنی و مطلب بھی ذہن میں رکھیں بالخصوص آخری جملوں کے معنی کہ یا اللہ! یہ کام جس کے لیے میں استخارہ کر رہا ہوں تیرے علم میں میرے دین کے لیے دنیا کے لیے حال میں بھی مستقبل میں بھی تیرے علم میں اگر نافع ہے تو میرے لیے مقدر فرما، آسان فرما اور اس میں برکت عطاء فرما اور اگر یہ کام میری دنیا میں یا میرے دین میں مضر ہے۔ تو تو اس کام کو مجھ سے پھیر دے اور مجھے اس سے پھیر دے، یعنی کرنا چاہوں تو بھی نہ ہو، اسباب سوخت فرما دے، کام نہ ہو سکے، اور جہاں کہیں بھی خیر ہو میرے لیے مقدر فرما پھر مجھے اس پر رضا عطاء فرما۔ بس استخارہ کی حقیقت اتنی سی ہے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر دعاء مانگ لی، پھر آگے جو کچھ ہوگا اسی میں خیر ہے۔ کام ہو گیا تو خیر نہیں ہوا تو خیر۔ جدھر کو دل کی توجہ جائے اور جس کے اسباب پیدا ہو رہے ہوں یقین کر لیں کہ یہی میرے لیے بہتر ہے، اور اگر دل کی توجہ ہٹ گئی یا اسباب پیدا نہیں ہوئے یا اسباب موجود تھے مگر استخارہ کے بعد ختم ہو گئے کام نہیں ہو سکا تو اطمینان رکھے اللہ پر یقین رکھے کہ اس میں میری بہتری ہوگی۔ اپنی طبیعت بہت چاہتی ہے مگر اللہ تعالیٰ میرے نفع و نقصان کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں اس طرح سوچنے سے اطمینان ہو جائے گا، اگر دل کا رجحان کسی جانب نہ ہو تو صرف اسباب کے پیش نظر جو فیصلہ بھی کر لے گا اسی میں خیر ہوگی، اگر استخارہ کے بعد کوئی نقصان ہو گیا تو یہ عقیدہ رکھے کہ استخارہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے چھوٹا نقصان پہنچا کر کسی بڑے نقصان سے بچا لیا۔ استخارہ کی دعاء میں دین کا ذکر پہلے ہے اور دنیا کا بعد میں اس لیے کہ مسلمان کا اصل مقصد دین ہے دنیا تو دین کے تابع ہے۔

استخارہ میں پیوند کاری:

اب دیکھیے یہ کس قدر آسان کام ہے مگر اس میں بھی شیطان نے کئی پیوند لگا دیئے

ہیں۔ پہلا پیوند یہ کہ دور کعت پڑھ کر کسی سے بات کیے بغیر سو جاؤ۔ سونا ضروری ہے ورنہ استخارہ بے سود رہے گا۔ دوسرا پیوند یہ لگایا کہ لیٹو بھی دائیں کروٹ پر۔ تیسرا یہ کہ قبلہ رو لیٹو۔ چوتھا پیوند یہ لگایا کہ لیٹنے کے بعد خواب کا انتظار کرو، استخارہ کے دوران خواب نظر آئے گا۔ پانچواں پیوند یہ لگایا کہ اگر خواب میں فلاں رنگ نظر آئے تو وہ کام بہتر ہوتا ہے، فلاں نظر آئے تو وہ بہتر نہیں۔ چھٹا پیوند یہ لگایا کہ اس خواب میں کوئی بزرگ آئے گا بزرگ کا انتظار کیجیے کہ وہ خواب میں آ کر سب کچھ بتا دے گا۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ بزرگ کون ہوگا، کیسا ہوگا؟ اگر شیطان ہی بزرگ بن کر خواب میں آ جائے تو اس کو کیسے پتا چلے گا کہ یہ شیطان ہے یا کوئی بزرگ؟

یاد رکھیے کہ ان میں سے کوئی ایک چیز بھی حدیث سے ثابت نہیں۔ بس یہ باتیں لکھنے والوں نے کتابوں میں بغیر تحقیق کے لکھ دی ہیں، اللہ تعالیٰ ان لکھنے والے مصنفین پر رحم فرمائیں۔

کسی دوسرے سے استخارہ کروانا:

استخارہ کے باب میں لوگ ایک اور غلطی بھی کرتے ہیں اس کی اصلاح بھی ضروری ہے وہ یہ کہ بہت سے لوگ خود استخارہ کرنے کی بجائے دوسروں سے کرواتے ہیں۔ یہ طریقہ غلط ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہدایت یہ ہے کہ جس کا کام ہو وہ خود استخارہ کرے۔ دوسروں سے کروانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ لوگ یہ سوچ کر کہ ہم تو گناہ گار لوگ ہیں ہمارے استخارہ کا کیا اعتبار؟ اس لیے خود استخارہ کرنے کی بجائے فلاں بزرگ اور عالم سے یا کسی نیک آدمی سے کرواتے ہیں کہ اس میں برکت ہوگی، لوگوں کا یہ زعم اور یہ عقیدہ غلط ہے۔ جس کا کام ہو وہ خود استخارہ کرے خواہ وہ نیک ہو یا گناہ گار۔

رشتوں کے لیے استخارہ:

رشتہ کا معاملہ عام معاملات سے الگ ہے، یہ صرف اولاد کا کام نہیں بلکہ اس کے

والدین کا کام بھی ہے۔ صحیح رشتہ کا انتخاب والدین ہی کر سکتے ہیں، یہ ان کی ذمہ داری ہے اور ان کو سوچنا پڑتا ہے کہ کہاں رشتہ کریں اس لیے بہتر یہ ہے کہ جن لڑکوں یا لڑکیوں کی شادی کا مسئلہ ہو وہ خود بھی استخارہ کر لیں اور اگر ان کے والدین زندہ ہوں تو وہ بھی کر لیں۔

گناہ گار استخارہ کیسے کریں؟

لوگوں کا یہ خیال کہ گناہ گار استخارہ نہیں کر سکتے دو وجہ سے باطل اور غلط ہے: پہلی وجہ یہ کہ گناہوں سے بچنا آپ کے اختیار میں ہے۔ مسلمان ہو کر کیوں گناہ گار ہیں؟ گناہ صادر ہو گیا تو صدق دل سے توبہ کر لیجیے، بس گناہوں سے پاک ہو گئے، گناہ گار نہ رہے۔ نیک لوگوں کے زمرے میں شامل ہو گئے۔ توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے پاک کر دیا، اب اللہ کی اس رحمت کی قدر کریں اور آئندہ جان بوجھ کر گناہ نہ کریں۔

دوسری وجہ یہ کہ استخارہ کے لیے شریعت نے تو کوئی ایسی شرط نہیں لگائی کہ استخارہ گناہ گار انسان نہ کرے کوئی ولی اللہ کرے، جو شرط شریعت نے نہیں لگائی آپ اپنی طرف سے کیوں بڑھاتے ہیں؟ شریعت کی طرف سے تو صرف یہ حکم ہے کہ جس کی حاجت ہو وہ استخارہ کرے خواہ وہ گناہ گار ہو یا نیک۔ جیسا بھی ہو خود کرے، پھر اس وقت کے جیسے عوام ہیں ویسے ہی ماشاء اللہ! بزرگ ہیں۔ عوام یہ کہتے ہیں کہ استخارہ کرنا بزرگوں کا کام ہے تو بزرگ بھی یہ سمجھنے لگے کہ ہاں یہ صحیح کہہ رہے ہیں، استخارہ کرنا ہمارا ہی کام ہے عوام کا کام نہیں، عوام کو غلطی پر تنبیہ کرنے کی بجائے خود غلطی میں شریک ہو گئے۔ ان کے پاس جو بھی چلا جائے یہ پہلے سے تیار بیٹھے ہیں کہ ہاں لائیں! آپ کا استخارہ ہم نکال دیں گے، استخارہ کرنے کو ”استخارہ نکالنا“ کہتے ہیں۔ سو جیسے آج کل کے عوام ہیں ویسے ہی ان کے بزرگ، جیسی روح ویسے ہی فرشتے۔ اس غلط روش کی

اصلاح فرض ہے۔

استخارہ کروانے کی خرابیاں:

کسی دوسرے سے استخارہ کروانے میں مندرجہ ذیل خرابیاں ہیں:

پہلی خرابی، شریعت کی مخالفت:

بزم خود بزرگ ہو کر حکم شریعت کے خلاف کام کر رہے ہیں۔

دوسری خرابی، بزرگی کی بدنامی:

لوگوں نے بزرگوں کو بیگار کے طور پر استعمال کرنے کا دھندا شروع کر رکھا ہے۔ وہ بزرگوں سے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں کوئی کام نہیں بس بے کار بیٹھے ہیں لہذا ان سے بیگار لو۔ اگر صحیح معنوں میں کوئی بزرگ ہو تو وہ دوسروں کے ہاتھوں اس طرح استعمال نہیں ہوگا۔ بلکہ کوئی بے کار سمجھ کر استخارہ کروانے آئے بھی تو وہ یہ جواب دے گا کہ میں تمہارے استخاروں کے لیے پیدا نہیں ہوا اپنے استخارے خود کرو۔

تیسری خرابی، من گھڑت استخارے:

یہ بزرگ عجیب عجیب استخارے نکالتے ہیں، اس کی کچھ تفصیل پہلے (عنوان ”استخارے کے خود ساختہ طریقے اور ان کے مفاسد“ کے تحت) بیان ہو گئی ہے۔ آج کل کے نام نہاد بزرگ سنت کے مطابق استخارہ کرنے کی بجائے اپنے بنائے ہوئے استخارے واللہ علم کہاں سے نکالتے ہیں۔ پھر مخصوص طریقے سے اپنا کچھ حساب لگاتے ہیں پھر حساب کے نتیجے میں جو بات سامنے آتی ہے اسے پوچھنے والے پر لازم قرار دے دیتے ہیں کہ ہم نے استخارہ نکال لیا ہے بس اب ایسے کرو اور ایسے کرو اس کے خلاف ہرگز نہیں کرنا ورنہ سخت نقصان ہوگا۔ حتیٰ کہ دنیا میں بزرگ کہلانے والے بعض ایسے بھی ہیں جو کہ دلائل شرعیہ کے مقابلہ میں ناجائز کام کرنے کا حکم دیتے ہیں اگر کوئی سمجھائے

کہ بزرگ صاحب یہ تو ناجائز کام ہے تو جواب دیتے ہیں کہ بس ہم نے استخارہ نکال لیا ہے گویا کسی کنویں یا دریا سے نکالا ہے، بہت محنت سے کھینچ کر نکالا ہے اس لیے اسی کام میں برکت ہوگی۔ آپ کتنا ہی سمجھائیں کہ آپ کا یہ فعل شریعت کی رو سے قطعاً ناجائز اور حرام ہے مگر ان کا ایک ہی جواب ہوگا کہ بس اب ہم نے استخارہ نکال لیا ہے اسی ناجائز کام میں برکت ہے۔ گویا آخری فیصلہ ان کا استخارہ ہے جو شریعت پر بھی مقدم ہے۔ بزرگوں کے بھیس میں ایسے بھیڑیے بھی موجود ہیں۔

خلاصہ بیان:

جس کلام یا کام میں دین یا دنیا کا کوئی فائدہ نہ ہو اس سے بچیں، لغویات سے بچنے کی قرآن و حدیث میں بہت تائید آئی ہے، اس بیان میں ضمناً اس بارے میں قرآن مجید کی ایک آیت آگئی ہے، حدیث میں بھی لغویات میں پڑنے سے سخت ممانعت آئی ہے۔ دوسری بات یہ کہ اہم کام باہم مشورہ سے کیا کریں اور اس تفصیل کے مطابق کریں جو بیان کی گئی۔

تیسری بات یہ کہ خریداری کے لیے خواتین کو گھروں سے باہر نہ نکالیں، بلکہ یہ کام خود کیا کریں۔

چوتھی بات یہ کہ استخارہ میں ان خرابیوں سے بچیں جن کی تفصیل بتائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی معرفت و محبت عطاء فرما کر اتنی عقل عطاء فرمادیں کہ چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

وصل اللہم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ

الہ وصحبہ اجمعین ۱ الحمد للہ رب العالمین۔

ایمان کی کسوٹی

وَعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صابری رحمہ اللہ

ناشر

کتاب گاہ

ناظم آباد ۲۲ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقہ العسفرقی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحبہ اللہ

نام: ایمان کی کسوٹی

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۳۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وعظ

ایمان کی کسوٹی

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ
وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ.

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤمن أحدكم حتى

أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين.

(رواه البخاری و مسلم و احمد و الترمذی و ابن ماجہ)

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ میں اس کے نزدیک

اس کے والد اور اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“

عشق حقیقی کیا ہے؟

اس ارشاد گرامی سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت ہونا، ان دونوں کے ایک ہی معنی

ہیں، سو ایمان کے یہ معنی ٹھہرے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبت ہو، اس لیے ”آمنّا“ (ہم ایمان لائے) کے معنی ہیں عشقنا ”یا اللہ! ہم تیرے اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق ہو گئے“ ایمان اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق دونوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ عشق نہیں تو ایمان نہیں۔ اگر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت درجہ عشق میں ہو تو ایمان کا دعویٰ قبول ہوگا ورنہ نہیں۔

اس کے بعد یہ سمجھ لیجیے کہ عشق کسے کہتے ہیں؟ فرمایا۔

عاشقی چست بگو بندہ جانان بودن

دل بدست دیگرے دادن و حیران بودن

عاشقی یہ ہے کہ جس کے ساتھ محبت ہے اس کا بندہ یعنی غلام بن جائے اور غلام بننے کے معنی کیا ہیں؟ اپنا دل نکال کر محبوب کے ہاتھ میں پکڑ دینا اور اس کی رضا جوئی کے لیے حیران و سرگرداں رہنا۔ مقصد یہ ہے کہ اپنے دل کی تمام خواہشات، تمام تمنائیں، تمام آرزوئیں محبوب کے تابع کر دینا، اس کی مرضی کے خلاف سب خواہشات اور تمناؤں کو اس پر قربان کر دینا، فرمایا۔

عشق آن شعلہ است کو چون بر فروخت

ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

عشق کا شعلہ جب بھڑک اٹھتا ہے تو معشوق کے سوا تمام دنیا حتیٰ کہ خود عاشق کو بھی جلا کر خاک کر دیتا ہے۔ یعنی عاشق کی نظر میں تمام دنیا نیست ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اپنے نفس کی خواہشات بھی قربان کر دے گا۔ ہر وقت یہی دھن رہے گی کہ محبوب کی رضا کس میں ہے؟

عشق حقیقی کا معیار:

اب عشق و محبت کے معیار سے متعلق قرآن کریم کا فیصلہ سنئے:

الَمْ أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۚ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۝ (۲۹:۳۱)

”کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنے کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ اور ہم تو ان لوگوں کو آزمایا چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان کر رہے گا جو سچے ہیں اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔“

یہ سورہ عنکبوت کی پہلی آیت ہے، بیسویں پارے میں ہے اس آیت کو یاد کر لیں اور اس کے مفہوم کو ذہن نشین کر کے روزانہ کم از کم ایک بار اس کو ضرور پڑھ لیا کریں یا اس کا ترجمہ ہی دیکھ لیا کریں۔

یہ سوچا کریں کہ ہم نے آنا کہا تو کیا بدوں امتحان لیے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں گے؟ پہلے بتا چکا ہوں کہ آنا کے معنی ہیں عشقنا، بس ہم نے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کا دعویٰ کیا اور فوراً بلا امتحان ہی قبول ہو گیا؟ ہرگز نہیں جن پر ایمان کا دعویٰ ہے وہ فیصلہ فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے۔ بدوں امتحان لیے ہم ہرگز ایمان کا دعویٰ قبول نہ کریں گے، شروع ہی سے پہلی امتوں سے ہمارا یہ دستور اور قانون چلا آ رہا ہے کہ جس نے ایمان کا دعویٰ کیا ہمارے ساتھ عشق و محبت کا دم بھرا ہم نے اس کا امتحان لے کر سچے اور جھوٹے میں امتیاز کر دیا۔ کھرے اور کھوٹے کو الگ کر کے دنیا کو دکھا دیا، ان کو امتحان لینے کی ضرورت نہیں وہ تو بلا امتحان ہی سینوں کے راز تک جانتے ہیں ان پر سب کچھ عیاں ہے صرف لوگوں کو دکھانے کے لیے امتحان لیتے ہیں دنیا میں بعض کو عزت دینے کے لیے اور بعض کو ذلیل کرنے کے لیے امتحان لیتے ہیں، دنیا والے دیکھ لیں کہ یہ جو عشق و محبت کا دعویٰ کر رہا ہے اس میں سچا ہے یا جھوٹ اور غلط کہہ رہا ہے۔

اس دستور الہی سے متعلق کبھی آپ نے یہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا کیا امتحان لیا اور اس امتحان میں ہم کیسے رہے ہیں؟ مسلمان کے گھر پیدا ہو گئے، نام مسلمان کا رکھ دیا پھر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق و محبت کے نعرے بھی لگانے لگے مگر امتحان کوئی بھی نہیں دیا۔ یا ہر امتحان میں ناکام ہی ہوتے رہے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ دعویٰ کیسے قبول ہوگا؟

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝ (۱۴۲-۳)

”کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو گے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ ان کو دیکھا جو ثابت قدم رہنے والے ہوں۔“

اور فرمایا:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِجَنَّةٍ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ (۱۶:۹)

”کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کے سوا کسی کو خصوصی دوست نہ بنایا ہو اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے۔“

اور فرمایا:

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ۖ فَسْتُهُمُ الْبَاسَاءُ وَالضَّرَاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصُرُ اللّٰهَ ۚ اِلَّا اِنْ نَصَرَ اللّٰهَ فَرِيبٌ ۝ (۲۱۴:۲)

”کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ تم کو ابھی ان لوگوں جیسی مشقت پیش نہیں آئی جو تم سے پہلے گزرے ہیں ان پر ایسی تنگی اور سختی واقع ہوئی اور ان کو یہاں تک جنبشیں ہوئیں کہ رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے پکاراٹھے کہ اللہ تعالیٰ کی امداد کب آئے گی یاد رکھو بے شک اللہ تعالیٰ کی امداد قریب ہے۔“

یہ آیات جہاد کے بارے میں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

المجاهد من جاهد نفسه (رواہ البیہقی)

”کامل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔“

جہاد کی روح یہ ہے کہ نفس کے تقاضوں کے خلاف جہاد کرے اور اپنے مالک کی رضا کی خاطر نفسانی خواہشات کو قربان کر دے۔ کفار کے ساتھ جہاد سے مقصود دین کی حفاظت ہے اس لیے جہاد کی روح یہی ہے۔

محبت کی کسوٹی:

یہ کیسے معلوم ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ پوری دنیا کی بنسبت زیادہ محبت ہے یا نہیں؟ یہ معلوم کر لینا بہت آسان ہے اس کا معیار اور کسوٹی سمجھ لیجیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی محبت کے بانگ دہل دعوؤں اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نعروں کو اس معیار اور کسوٹی پر رکھ کر فیصلہ کر لیجیے کہ آپ کو کس کے ساتھ زیادہ محبت ہے وہ معیار یہ ہے کہ جب دو محبوبوں کا حکم آپس میں متضاد ہو ایک محبوب کا حکم ایک طریقہ کا ہے اور دوسرے محبوب کا حکم اس کے خلاف ہے یعنی ایک پر عمل کرتے ہیں تو دوسرے کے خلاف ہوتا ہے اور دوسرے پر عمل کرتے ہیں تو پہلے کے خلاف ہوتا ہے دونوں کو جمع نہیں کیا جاسکتا۔ ایک محبوب کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو دوسرا محبوب

ناراض ہوتا ہے اور دوسرے کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں تو پہلا ناراض ہوتا ہے ایسے موقع پر انسان جس کے حکم کی تعمیل کرے گا اور جس کی رضا کو مقدم رکھے گا اور اس کے مقابلہ میں دوسرے کی رضا کو اہمیت نہیں دے گا وہ خواہ راضی رہے یا ناراض اس کی کوئی قدر نہیں کرتا، یہ اس کی دلیل اور علامت ہے کہ ان نے جس کا حکم مقدم رکھا اور اس کی رضا کے مقابلہ میں دوسرے کی رضا کی کوئی پروا نہیں کی اس کو اس کے ساتھ زیادہ محبت ہے، یہ بات کوئی زیادہ گہری نہیں کہ آسانی سے سمجھ میں نہ آئے بہت ہی عام فہم بات ہے ہر انسان سمجھ سکتا ہے صرف سمجھنے ہی کی بات نہیں بلکہ ہر انسان پر یہ کیفیت گزر رہی ہے ان حالات سے ہر انسان دوچار ہوتا ہے اور شب و روز اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے، کسی ایک نے کچھ کہا اور دوسرے نے اس کے خلاف کرنے کو کہا تو اس کو جس کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے اس کی بات مانتا ہے اور اس کے مقابلہ میں جس کے ساتھ محبت نہیں یا نسبت کم محبت ہے وہ ناراض ہو جائے تو کوئی پروا نہیں۔

ذرا اپنے قلب کو اس معیار پر لائیے، تجسس کیجیے، ٹٹولیے اور پھر انصاف سے بتائیے کہ کیا واقعہ آپ کو پوری دنیا کی بنسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے؟ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے مقابلہ میں بیوی کا تقاضا کچھ اور ہے، والدین کا، بھائیوں کا، بہنوں کا، دوسرے اعزہ، اقارب، احباب اور حکام کے مطالبے کچھ اور ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں آپ کے نفس کے مطالبے کچھ اور ہیں، یہ نفس کے تقاضے اور مطالبات سب سے زیادہ خطرناک ہیں۔

إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي ۖ (۱۲-۵۳)

”بے شک نفس برائی کا بہت بڑا حاکم ہے مگر جس پر میرا رب رحم کرے

(وہی اس کے شر سے بچ سکتا ہے)۔“

یا اللہ! تیرے برگزیدہ بندے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس قول اور اس وقت

ان کے قلب میں جو کیفیت تھی اس کے صدقے سے تو ہماری حالت پر رحم فرما اور نفس کے شر سے ہماری حفاظت فرما۔

ان حالات میں اگر آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں تو ان کے ساتھ محبت اور ایمان کا دعویٰ قابل قبول ہوگا ورنہ نہیں، بیوی، اولاد، والدین، عزیز واقارب، اپنا پورا کنبہ اور حکام بلکہ پوری دنیا راضی ہے یا ناراض کچھ بھی ہو جائے ہر حال میں دل کا تقاضا یہ رہے، طلب یہ رہے، تڑپ یہ رہے اور فکر اس بات کی رہے کہ کہیں محبوب حقیقی ناراض نہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پر دنیا بھر کی رضا کو قربان کر دے اور کسی کی ناراضی کی کوئی پروا نہ کرے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مد نظر تو مرضی جاناناں چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

اسی طرح دل میں جو گناہوں کے تقاضے پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی یہی حال ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ایک طرف اور اس کے مقابلہ میں نفس کا حکم دوسری طرف، نفس یہ مطالبہ کرتا ہے کہ فلاں گناہ کرو، فلاں گناہ کرو، فلاں گناہ کرو۔ مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ کبھی ان گناہوں کے قریب بھی نہ جاؤ۔ ایک جانب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ہیں اور دوسری جانب نفس کے تقاضے ہیں۔ اس موقع پر اگر آپ نفس کا تقاضا پورا نہیں کرتے بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں گناہ کا تقاضا پورا نہ کرنے میں نفس کو خواہ کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو آپ محبوب حقیقی کی رضا کی خاطر اور اس کی ناراضی سے بچنے کے لیے اس تکلیف اور مشقت کو برداشت کرتے ہیں، محبوب کو

راضی رکھنے کے لیے مجاہدہ کرتے ہیں اور نفس کے تقاضے کو پورا نہیں کرتے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ محبت اور ایمان کا دعویٰ صحیح ہے۔

مسلمان کی باغیانہ صورت:

نفس کے تقاضے تین قسم کے ہیں:

پہلی قسم ظاہری گناہوں کے تقاضے، مثلاً شراب، جوا، بدکاری، بد نظری، سودی لین دین، ناجائز ملازمت، بینک اور بیمہ وغیرہ کی ملازمتیں، رشوت، ناجائز کاروبار، گانا بجانا، رقص و سرود، مجسمہ سازی، فوٹو گرافی، تصویریں رکھنا، جھوٹ، غیبت، الزام، بہتان، مکاری، عیاری، عورتوں میں بے پردگی اور عریانی وغیرہ ان ظاہری گناہوں میں سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ شکل و صورت ہی باغیوں جیسی بنالے یعنی ڈاڑھی منڈائے یا کٹائے۔ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر جن بد اعمالیوں کی وجہ سے عذاب آیا اور ان کو نیست و نابود کر دیا گیا ان بد اعمالیوں کی فہرست میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی کٹانا، مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا اور گانا بجانا بھی شمار فرمایا ہے۔ یہ حدیث تفسیر درمنثور میں مذکور ہے۔ عام لوگ ڈاڑھی رکھنا صرف سنت سمجھتے ہیں حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے کا وجوہاً حکم فرمایا ہے چھوٹا ڈاڑھی کافی نہیں، بڑھانے کا حکم فرمایا ہے اسی لیے ڈاڑھی بڑھانے کے وجوب پر چاروں مذاہب کا اجماع ہے حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کا اس پر مستقل رسالہ (ڈاڑھی کی شرعی اہمیت) ہے جس میں احادیث اور چاروں ائمہ کی فقہ سے ڈاڑھی بڑھانے کا وجوب ثابت کیا ہے۔

① یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ بغاوت ہے کسی حکومت میں خواہ کوئی کتنا ہی بڑا مجرم ہو اس کو معاف کیا جاسکتا ہے مگر باغی کو کبھی معاف نہیں کیا جاتا اور اس کی سزا صرف موت ہی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

کل امتی معافی الا المجاہرین (رواہ البخاری و مسلم)

”میری پوری امت کو معافی مل سکتی ہے مگر علانیہ گناہ کرنے والوں کو نہیں۔“

اگر کوئی روزہ نہ رکھے تو اس کے لیے موت کی سزا نہیں۔ مگر رمضان میں علانیہ کھائے پیے تو حکومت پر فرض ہے کہ اس کو قتل کرے کہ یہ علانیہ شریعت کی بغاوت اور اسلام کی توہین کر رہا ہے۔

(۲) دوسرے سب گناہ وقتی طور پر وجود میں آتے ہیں مگر ڈاڑھی منڈانے اور کٹانے کا گناہ چوبیس گھنٹے چہرے پر پیوست ہے، گھر میں ہو یا باہر، مسجد میں ہو یا بازار میں، سوتا ہو یا جاگتا، حتیٰ کہ نماز، روزہ وغیرہ عبادات کی حالت میں بھی یہ گناہ چہرے پر نظر آتا ہے۔ غور کیجیے کہ جس گناہ سے سونے کی حالت میں اور نماز کی حالت میں بھی پیچھا نہ چھوٹے، وہ کتنا خطرناک ہے اور کس قدر عاقبت کو برباد کرنے والا ہے۔

(۳) اس گناہ کو ہلکا سمجھا جانے لگا ہے بلکہ بہت سے تو اس کو گناہ ہی نہیں سمجھتے اور گناہ کو گناہ نہ سمجھنا یا ہلکا سمجھنا کفر ہے۔

(۴) جس گناہ کو گناہ نہ سمجھا جائے یا ہلکا سمجھا جائے اس سے توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

(۵) مردانہ صورت کو کانٹ چھانٹ کر زنانہ صورت بنانا درحقیقت مرد پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اعراض اور اس پر ناراضی کا اظہار ہے۔

(۶) مردی کی علامت اڑا کر زنانہ صورت بنانے سے نفسیاتی طور پر قوت باہ اور شجاعتِ قلب اور عقل وغیرہ جیسی صفات جن میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے ان سب پر اثر پڑنا لازم ہے۔ نفسیاتی فلسفہ پوری دنیا کا مسلم اور مشاہد ہے، اللہ تعالیٰ کی عطاء فرمودہ نعمتوں اور کمالات کو ضائع کرنا سخت گناہ اور بہت بڑی ناشکری ہے۔

ان لوگوں کی جرأت پر تعجب ہے کہ یہی باغیانہ صورت لے کر حرمین شریفین بھی پہنچ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے گھر میں اور محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضری اور صورت دشمنوں کی۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے نہیں ڈرتے، عرفات

میں بھی یہی صورت لے کر جاتے ہیں۔ باغیانہ صورت اور پھر امیدِ رحمت؟ کتنے بڑے دھوکے میں ہیں قرآن کریم میں اس کو غور فرمایا گیا ہے۔ عربی میں غرور دھوکے کو کہتے ہیں یہی حال عورتوں کی بے پردگی کا ہے وہاں جا کر بھی پردہ نہیں کرتیں۔ بلکہ اور زیادہ بے پردہ ہو جاتی ہیں۔

عورتوں کی بے پردگی، گانا بجانا اور تصویر یہ ایسے گناہ ہیں کہ تمام گناہوں اور معاشرے کی تمام خرابیوں کی بنیاد ہیں، ہر قسم کی بے حیائی، بدکاری اور فحاشی کی جڑ ہیں اور دنیا و آخرت دونوں کی تباہی کا سامان ہیں۔ دنیا کے عقلاء کا فیصلہ ہے کہ گانا زنا کا منتر ہے اور شیطان کا پھندا ہے جس کے ذریعہ وہ زنا میں مبتلا کرتا ہے۔

نفس کے ایسے تقاضوں کے وقت یہ سوچا جائے کہ اگر ہم اپنے نفس کی بات مان لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان نہیں مانتے بلکہ ان کے احکام کے مقابلہ میں اپنے نفس کی اطاعت کر رہے ہیں تو ثابت ہوا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کا دعویٰ غلط ہے۔

دل کے گناہ زیادہ خطرناک ہیں:

دوسری قسم باطنی گناہوں کے تقاضے، یہ پہلی قسم کی بنسبت زیادہ خطرناک ہے۔ اس لیے کہ ظاہری گناہوں میں مبتلا شخص خود کو گناہ گار سمجھتا ہے اور دیکھنے والے بھی اس کو برا سمجھتے ہیں شاید دوسروں کی ملامت کے خوف سے اور اپنی عزت بچانے کی خاطر باز آجائے یا کسی حد تک بریک لگ جائے، اس کے برعکس باطنی گناہ یعنی حب مال، حب جاہ، عجب، کبر، حسد، ریاء وغیرہ رذائل میں مبتلا خود کو گناہ گار نہیں سمجھتا۔ یہ رذائل اس لیے بھی زیادہ خطرناک ہیں کہ یہ دل کے گناہ ہیں اور پورے جسم کی صلاح و فساد قلب کی صلاح و فساد پر موقوف ہے، علاوہ ازیں ان کے زیادہ خطرناک ہونے کی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی اصلاح بہت مشکل ہے میں نے ایک بار ذرا نظر اٹھائی تھی اور بدوں

نام لیے گن کر بتا دیا تھا کہ اس مجلس میں کتنے لوگ فلاں باطنی مرض میں مبتلا ہیں، اس روز تو تشخیص کے لیے قصداً نظر ڈالی تھی اور آج تو بلا قصد ہی نظر آ رہے ہیں بہت سے لوگ ایسے نظر آ رہے ہیں جو عجب و کبر میں مبتلا ہونے کی وجہ سے غصہ بہت کرتے ہیں غصہ عجب و کبر کی علامت ہے۔

میرے بڑے لڑکے کو بچپن میں تنفس کا مرض تھا ایک ڈاکٹر کا علاج چل رہا تھا کچھ وقت کے بعد ڈاکٹر نے کہا کہ بچہ مجھے دکھائیں، میں لے گیا۔ ڈاکٹر بلا دیکھے نسخہ لکھنے لگا میں سمجھا کہ بھول گئے، اس لیے میں نے یاد دلایا کہ آپ نے بچہ دیکھنے کو کہا تھا، ڈاکٹر نے کہا کہ میں نے دیکھ لیا ہے صرف چہرہ پر سرسری نظر ڈال کر مرض کی کیفیت معلوم کر لی۔ جس طرح قالب یعنی جسم کا ڈاکٹر چہرے سے مرض کا کھوج لگاتا ہے اسی طرح قلب کا ڈاکٹر یعنی باطنی گناہوں کا معالج صرف چہرہ دیکھ کر اس کے امراض قلب کی کیفیات معلوم کر لیتا ہے بلکہ ہزاروں میل دور سے کسی کی تحریر دیکھ کر اس کے امراض قلب کی نشاندہی کر دیتا ہے۔

ماشاء اللہ! آج کی مجلس میں عجب و کبر اور غضب کے مریض بہت سے نظر آ رہے ہیں، میں مرض پر ”ماشاء اللہ“ نہیں کہہ رہا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ماشاء اللہ سب نے ہسپتال میں داخلہ لے رکھا ہے اللہ تعالیٰ اجتماع قلوب کی برکت سے اس مرض سے نجات عطاء فرمائیں، بہت ہی مہلک مرض ہے یا اللہ! تیری خاطر جمع ہونے والے ان دلوں کی برکت سے اس مہلک مرض سے نجات عطاء فرما، حفاظت فرما، دستگیری فرما۔

ایسے رذائل باطنہ میں مبتلا لوگوں کا ظاہر تو ایسا ہوتا ہے کہ گویا حضرت خضر ہی تشریف فرما ہیں مگر باطن میں وہ خباثت کہ العیاذ باللہ! ایسے لوگوں کے بارے میں میرا ایک شعر ہے۔

میں سمجھا تھا جسے خضر رہ دین میں زاہد
نقاب الٹا تو در پردہ وہ ابلیس لعین نکلا

میں شاعر نہیں مگر کبھی کوئی شعر موزوں ہو جاتا ہے، کسی زمانے میں شعر گوئی کا کچھ شوق تھا ایک صالح عالم نے خواب میں دیکھا کہ کوئی بزرگ میرے بارے میں فرما رہے تھے:

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ (۶۹:۳۶)

”اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کے لیے شایاں بھی نہیں۔“

میں نے اس کو علوم قرآن عطاء ہونے کی بشارت سمجھا، دُعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اس بشارت کے مطابق مجھے علوم قرآن کے ساتھ قرآن کی لذت، حلاوت اور قرآن پر عمل کی سعادت عطا فرمائیں اور اس خواب کو حقیقت بنادیں، اس وقت سے میں نے شعر کہنا چھوڑ دیا مگر پھر بھی کبھی کبھار کوئی پر معنی شعر موزوں ہو جاتا ہے یہ شعر بھی اسی سلسلہ کا ہے۔

میں سمجھا تھا جسے خضر رہ دین میں زاہد

نقاب النّاتو در پردہ وہ ابلیس لعین نکلا

دراصل یہ شعر جن بسویشور کی دیندار انجمن سے متعلق کہا تھا اس انجمن کا مفصل تعارف میرے رسالہ ”بھیڑ کی صورت میں بھیڑیا“ میں ہے پہلے یہ رسالہ مستقل شائع ہوا تھا، اب اس کو ”احسن الفتاویٰ جلد اول“ کا جزء بنا دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں متوازی حکومت:

نفس اور شیطان کے تیسری قسم کے تقاضے، گناہ کو عبادت کر کے پیش کرنا ان کو بدعات کہا جاتا ہے، جو عبادت اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتائی اس کو ثواب سمجھ کر کرنا دین میں مداخلت ہے ایسی چیزوں کو دین میں داخل کر دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے اس کو متوازی حکومت قائم کرنا کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے قوانین کے

مقابلہ میں آکر نفس کہتا ہے کہ یہ دین ناقص ہے اس کی تکمیل کے لیے کچھ ہمارے قوانین بھی ساتھ ملا لو بلکہ یوں سمجھاتا ہے کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قوانین کے مقابلہ میں ہمارے قوانین زیادہ موکد ہیں ہماری حکومت کو ان کی حکومت کے برابر ہی نہیں بلکہ اونچی سمجھو، چنانچہ ایسا ہی ہو رہا ہے مرنے پر جو بدعات اور ایصالِ ثواب کے غلط طریقے مروج ہیں ان کی اتنی اہمیت ہے کہ نماز روزے سے بھی بڑھ کر، آپ بہت سے لوگوں کو دیکھیں گے جو نماز نہیں پڑھتے مگر تیجا، چالیسواں ضرور کریں گے، نفس و شیطان کا مطالبہ یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا مقابل نہیں بلکہ اس سے بڑھا کر رکھو ہماری حکومت کو اللہ تعالیٰ کی حکومت سے بلند رکھو۔

اس وقت تیجا، چالیسواں وغیرہ پر تردید اور ایصالِ ثواب کے صحیح طریقوں کا بیان مقصود نہیں یہ تو میں اکثر بتاتا ہی رہتا ہوں^(۱) اس مجلس میں تو صرف نفس کے تقاضوں کی تفصیل بیان کرنا مقصود ہے کہ اس کی تین قسمیں ہیں ایک ظاہری گناہوں کا تقاضا، اور دوسری باطنی گناہوں کا تقاضا، یہ پہلی قسم کی بنسبت زیادہ خطرناک ہے، تیسری قسم گناہوں کو عبادت بنانے کا تقاضا کہ اللہ تعالیٰ کے دین میں اپنی طرف سے ترمیم کرو، یہ سب سے زیادہ خطرناک ہے اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی حکومت کے مقابلہ میں اپنی متوازی حکومت قائم کرنا ہے۔

غور کیجیے کہ ان تین قسم کے تقاضوں میں سے اگر کوئی تقاضا نفس میں پیدا ہوتا ہے تو اس وقت آپ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اپنے اس تقاضے کو فنا کرتے ہیں یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلتے ہیں یا اپنے نفس کے حکم پر؟ اگر آپ اس مجاہدہ اور نفس کے ساتھ مقابلہ میں کامیاب ہو جاتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کو مقدم رکھتے ہیں اور اس کے

۱- اس کی تفصیل حضرت اقدس کے وعظ ”طریقہ تعزیت و ایصالِ ثواب“ اور بدعات مروجہ

و رسوم باطلہ میں ہے۔

مقابلے میں نفس کے تقاضوں کو فنا کر دیتے ہیں تو ٹھیک ہے اور آپ کا ایمان کا دعویٰ قبول ہے مگر ایسا نہیں ہو رہا، جہاں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں نفس کا حکم ہوا، نفس کے حکم کی تعمیل کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ اصول اور آپ کی بتائی ہوئی کسوٹی اور معیار کے مطابق قابل قبول نہیں۔

دعوائے ایمان کا معیار:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (۱۶۵:۲)

فرمایا کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر اللہ کو معبود بنا رکھا ہے اور ان کو غیر اللہ کے ساتھ اتنی محبت ہے کہ جتنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہیے اور جو ایمان والے ہیں ان کو دنیا کی ہر چیز سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تقسیم فرمادی کہ بس دو قسمیں ہیں بیچ میں کچھ نہیں صرف دو ہی قسمیں ہیں بعض وہ ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی بنسبت غیر سے زیادہ محبت ہے اور دوسرے وہ ہیں کہ ان کو پوری دنیا کی بنسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ محبت ہے وہی تفصیل جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک اور آپ کے ساتھ محبت کے بارے میں بیان کی ہے اسی تفصیل کے مطابق یہاں بھی سارا مضمون اپنے طور پر دہرایا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں بیوی ہو، شوہر ہو، والدین ہوں، عزیز واقارب ہوں، استاذ ہوں، حاکم ہو، دنیا کا کوئی بھی فرد ہے اور سب سے بڑا دشمن آپ کا نفس ہے ان میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں آجائے تو اس وقت آپ کیا کرتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کو مقدم رکھتے ہیں تو آپ کا ایمان کا دعویٰ صحیح ہے

کیونکہ ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ محبت ہوتی ہے جس کو واقعۃً اللہ تعالیٰ کے ساتھ زیادہ محبت ہوگی وہ اسی کا کہنا مانے گا اور اگر ایسا نہیں ہو رہا تو ایمان کا دعویٰ قابل قبول نہیں۔ اس وقت بھی سوچ لیں اور یہاں سے اٹھنے کے بعد بھی سوچیں۔ سوچنے ہی سے کام چلتا ہے بغیر سوچے کام نہیں چلے گا سوچنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد بھی طلب کرتے رہا کریں میں ایک مختصری دُعاء بتا دیتا ہوں۔ **اللهم انا نستعينك على طاعتك** یاد کر لیجیے ہر نماز کے بعد بالخصوص یہ دُعاء تین بار مانگ لیا کریں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر جیسے اور دُعاءیں مانگتے ہیں ان کے ساتھ تین بار یہ دُعاء بھی مانگ لیا کریں، مانگا کریں پڑھا نہ کریں آج کل لوگ دُعاءیں مانگتے نہیں پڑھتے ہیں، پڑھنے اور مانگنے میں فرق ہے، پڑھتا تو طوطا بھی ہے، طوطے کو آپ الفاظ یاد کرادیں وہ پڑھتا رہے گا حالانکہ وہ بے سمجھ ہے اس کو کچھ معلوم نہیں کہ اس کا کیا مقصد ہے؟ طوطے کی طرح اگر کوئی دُعاء پڑھتا رہے تو یہ مانگنا نہیں، دُعاء کا مطلب یہ ہے کہ دل کو حاضر کر کے خوب متوجہ ہو کر سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھے ہیں، احکم الحاکمین کے سامنے ہیں، خوب لجاجت کے ساتھ مانگیں، کیا مانگیں؟ اس وقت جو الفاظ آپ کو بتانے کے لیے کہوں گا ان میں سب حاضرین دُعاء کی نیت کر لیں، سب مانگیں، کیا؟ یا اللہ! ہم تیری اطاعت پر تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں، جب تک تیری دستگیری نہیں ہوگی ہمارے اندر ہمت پیدا نہیں ہو سکتی، ہم کمزور ہیں، ضعیف ہیں، ناتواں ہیں، ہمارے مقابلہ میں نفس و شیطان اور معاشرہ و ماحول غالب ہے۔ یا اللہ! ان کے مقابلہ میں تیری اطاعت پر، تیری نافرمانیوں سے بچنے پر تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں تو ہمارے عجز اور ضعف پر رحم فرما، اعانت فرما، مدد فرما، تیری دستگیری کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔“

عقل مند کون، عمر رسیدہ یا ر ضار سیدہ؟

ایک نوجوان نے خط میں اپنے والد کی شکایات لکھی ہیں شراب وغیرہ فواحش

منکرات میں مبتلا ہے، لکھا ہے کہ اس کو بچپن ہی سے نماز کا شوق ہے مگر جب والد کو معلوم ہوا کہ یہ نماز پڑھتا ہے تو عیسائی استاذ سے کہہ دیا کہ اس کو نماز سے روک دو، پڑھانے کے لیے عیسائی استاذ رکھا ہوا تھا، یہ پھر بھی چھپ چھپا کر نماز پڑھتا رہا۔ جب ڈاڑھی کے بال نمودار ہوئے تو ڈاڑھی رکھ لی، اس پر گھر والے، والد اور پورا کنبہ بگڑ گیا کہ یہ کیا حماقت کر رہے ہو۔ اب بتائیے کہ جن لوگوں کو نماز سے نفرت ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے نفرت ہو اور معاذ اللہ اس کو حماقت سمجھتے ہوں ان کا ایمان باقی کہاں رہا، اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ دُعاء اللہم انا نستعینک علی طاعتک کا معمول بنالیں۔ یا اللہ! جب تیری طرف سے اعانت نہیں ہوگی، تیری مدد شامل نہیں ہوگی، تیری دستگیری نہیں ہوگی ہم کچھ نہیں کر سکتے، لوگ کہتے ہیں کہ والد کی عقل بچے سے زیادہ ہوتی ہے اس لیے کہ وہ عمر رسیدہ ہے اور عمر بڑھنے سے عقل بڑھتی ہے، مگر یہاں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے ایک بچے کی اٹھان عبادت میں ہو رہی ہے، اس کا نشوونما مالک کی اطاعت اور اس کی رضا جوئی میں ہو رہا ہے، اور والد کی عقل یہ کہہ رہی ہے کہ نماز پڑھنا اور مسلمان کی صورت بنانا حماقت ہے، اس کو اسلام سے انتہائی نفرت اور بچے کو اسلام سے عشق و محبت اور دین دار بننے کا شوق و رغبت اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔

مقام عبرت!

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (۱۹-۳۰)

”اور وہ جان دار کو بے جان سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جان دار سے

باہر لاتا ہے۔“

آج کل اللہ تعالیٰ کی اس شان کا یوں بھی مظاہرہ ہو رہا ہے کہ مردوں سے زندہ پیدا ہو رہے ہیں اور زندوں سے مردے، عبرت کا مقام ہے، بہت ہی عبرت کا مقام ہے،

دیکھا جا رہا ہے کہ علماء، صلحاء، اولیاء اور بزرگوں کی اولاد بے دین بن رہی ہے اور فساق و فجار، بے دینوں اور شرابیوں کی اولاد صالح بن رہی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا مظاہرہ فرما رہے ہیں کہ نیکی کی توفیق کسی کے قبضہ کی بات نہیں یہ صرف ہمارے قبضہ قدرت میں ہے، اگر کسی کو نیکی کی توفیق مل گئی اور وہ اس کو اپنا کمال سمجھنے لگا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ یہ توفیق سلب فرمالیں، سب کچھ ان کے قبضہ میں ہے، اس لیے یہ دُعا یاد کر لیں ہمیشہ یہ دُعا کرتے رہیں کہ یا اللہ! ہم تیری اطاعت پر تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں، سب سے بڑی اطاعت گناہوں سے بچنا ہے، یا اللہ! گناہوں کو چھوڑنے میں، نافرمانیوں سے بچنے میں، تیری رضا حاصل کرنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں، تمام معاملات میں تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں، تو ہماری دستگیری فرما۔

نفسانی تقاضوں سے بچنے کا نسخہ:

غرض یہ کہ نفسانی تقاضوں سے بچنے کی دُعا بھی کرتے رہیں اور یہ سوچا کریں کہ کہیں مالک ناراض نہ ہو جائے، ہر وقت یہ فکر دامن گیر رہے کہ کہیں مالک ناراض نہ ہو جائے، قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہو گیا کہ ایمان وہی قبول ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہو، اور محبت کا یہ معیار بھی معلوم ہو گیا کہ جب دو محبوبوں کا مقابلہ ہو اس وقت جس محبوب کے حکم کی آپ تعمیل کرتے ہیں آپ کو اس کے ساتھ زیادہ محبت ہے، روزانہ اس معیار پر لا کر اپنے نفس کو دیکھتے رہنا چاہیے، محاسبہ کرتے رہیں، سوچتے رہیں کہ کیا واقعہ آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے نفس کے تقاضوں کو قربان کر رہے ہیں، اگر ایسا ہو رہا ہے تو یہ ایمان قبول ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے، اور اگر اس کے برعکس آپ نفس کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر ترجیح دیتے ہیں، نفس کا حکم مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کا حکم چھوڑ دیتے ہیں، تو یہ ایمان قابل قبول نہیں، اس کو صحیح کرنے کی کوشش کیجیے۔

ہمت پیدا کرنے کے نسخے:

جب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں غیر کا حکم آئے تو اس کو ٹھکرا دینے کی ہمت پیدا کرنے کے کچھ نسخے بتاتا ہوں، موقع پر انسان کوشش کرتا ہے اور نسخے استعمال کر لیتا ہے تو بہت فائدہ ہوتا ہے، گناہوں سے بچنے کے بعض بہت مفید نسخے میرے وعظ ”ترکِ گناہ اور حفاظتِ نظر“ میں چھپ چکے ہیں ان کو ضرور دیکھیں، آج کی مجلس میں چونکہ محبت کا بیان چل رہا ہے اس لیے آج اس کے مطابق کچھ منظوم نسخے بتاتا ہوں، شعر میں زیادہ اثر ہوتا ہے اس لیے منظوم نسخے بتاتا ہوں۔

① حضرت مجذوب قدس سرہ فرماتے ہیں۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

جہاں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی آنے لگے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلہ میں اپنا حکم صادر کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھنا شروع کر دیجیے۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

اے میرے محبوب حقیقی! اگر مجھ سے ساری دنیا راضی ہو مگر تو ناراض ہو تو سب بے کار ہے، اور اگر تو راضی ہو جائے تو ساری دنیا کی ناراضی کی مجھے کوئی پروا نہیں۔

② حضرت مجذوب رحمہ اللہ تعالیٰ کے یہ شعر پڑھا کریں۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے

مدِ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ

کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

جب کوئی انسان یا اپنا نفس گناہ کا حکم دے، یہ اشعار پڑھ لیا کریں، بار بار پڑھا کریں، نفس سے کہیے ارے کم بخت! تو خواہ راضی رہے یا ناراض، تجھے تکلیف ہو یا راحت بہر حال تیرا کہنا ہرگز نہ مانوں گا، میرے لیے اپنے مالک کی رضا مقدم ہے، اپنی آخرت مقدم ہے، تیرا کہنا ہرگز نہ مانوں گا، اپنے مالک کا کہنا مانوں گا، اس کی رضا مقدم ہے، تیری وجہ سے میں مالک کو ناراض کر کے جہنم قبول نہیں کر سکتا، تجھے خوش کرنے کے لیے، تیری لذت کی خاطر، ذرا سی دیر کی لذت کے لیے میں جہنم کی آگ کیسے قبول کروں؟ میں ایسا احمق نہیں! اس طرح نفس کے ساتھ باتیں کیا کریں۔ جب تک آپ اپنے نفس کے محاسبہ کی عادت نہیں ڈالیں گے اصلاح نہیں ہو سکتی، سن لیجیے بڑا اکسیر نسخہ ہے، نفس سے کہیے کہ ارے کم بخت! تو کیسے برے تقاضے کر رہا ہے، بڑا پلید ہے، بڑا خبیث ہے، میں تیری خاطر مالک کو ناراض کروں، تیری خاطر جنت کی نعمتیں چھوڑ دوں، تیری خاطر جہنم میں جاؤں، جا خبیث، میں تیری خاطر اپنی عاقبت برباد نہیں کر سکتا۔

آپ کی نظر ہمیشہ اغیار پر رہتی ہے، ہمیشہ اغیار کے عیوب تلاش کرتے رہتے ہیں، اپنے نفس کو اپنا دشمن قرار دے کر اس کے ساتھ کبھی باتیں نہیں کرتے اور کبھی اس کا محاسبہ نہیں کرتے، اسی لیے تو نفس ہمیشہ غالب رہتا ہے، نفس کو دشمن قرار دے کر اس کو لکارا کریں جیسے دشمن کو لکارا جاتا ہے جب جا کر یہ درست ہوگا۔

ایک بزرگ بیٹھے ہوئے یوں کہہ رہے تھے ”نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ، تیرا کہنا کیوں مانوں؟“ حاکم کے یہاں شکایت کردی گئی کہ یہ شخص کفر بک رہا ہے حاکم نے طلب کر کے دریافت کیا تو جواب میں فرمایا کہ میں تو اپنے نفس سے باتیں کر رہا تھا، نفس کسی برائی کا تقاضا کر رہا تھا اس لیے میں اس کو کہہ رہا تھا کہ ”نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ، تیرا کہنا کیوں مانوں؟“ جو میرا مالک ہے، میں جس کا بندہ ہوں میں تو اس کی رضا کی طلب اور اسی کے حکم کی تعمیل کی فکر میں رہوں گا، اس کے مقابلہ میں تیرا کہنا کیسے مانوں؟

(۳) حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائیں۔

دعینی عنک یا سعدی دعینی

وبینی عن فوادى ثم بینی

وما سرت یدای بعید خود

وما دل الخرائک یزدہینی

مزینات دنیا سے یوں مخاطب ہیں:

”مجھے چھوڑ دو! مجھے چھوڑ دو! میرے دل سے دور ہٹ جاؤ! پھر کہتا ہوں دل

سے دور ہٹ جاؤ!! تمہاری رنگ رلیاں مجھے مائل نہیں کر سکتیں۔“

میں یہ اشعار نسخہ اصلاح نفس کے طور پر پڑھتا ہوں، بہت عجیب اور بڑے مزیدار اشعار ہیں، بڑے مؤثر ہیں، غیر اللہ کو دل سے چھانٹ کر رکھ دیتے ہیں، بس لا الہ الا اللہ کی ایک تعبیر ہے، لوگوں نے اس کلمہ کو بہت ہی معمولی سمجھ رکھا ہے بس زبان سے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اور قصہ ختم ہو گیا، جتنی تفاسیر اور جتنے بیانات ہیں سب لا الہ الا اللہ پر مبنی ہیں، بس ایک کلمہ کی حقیقت سمجھ میں آجائے اور وہ دل میں اتر جائے تو بیڑا پار ہے، دنیا کی تمام محسنات، مزینات، نفسانی خواہشات اور گناہوں کے تقاضے، گناہوں کی دعوت دینے والے عزیز واقارب، ماحول، معاشرہ اور دنیا بھر کے تمام خبیث انسان و شیاطین جو گناہ کی دعوت دیتے ہیں خواہ وہ اندرونی ہوں یا بیرونی، خواہ وہ شیاطین انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے، اور سب سے بڑا رئیس اور سب سے زیادہ خبیث اپنا نفس، ان سب لشکروں کو اپنے سامنے تصور کریں، ان لشکروں کی کمان کون کر رہا ہے؟ اپنا نفس، یہ سب کا کمانڈر ہے، ان سب کو سامنے رکھ کر ان کو مخاطب کریں اور یوں کہیں ”اے دنیا بھر کی لذتوں کی دعوت دینے والو! ہٹ جاؤ میرے دل سے ہٹ جاؤ، دور ہو جاؤ، میرے دل سے دور ہو جاؤ میرے دل میں تمہاری کوئی جگہ نہیں، یہ دل صرف اسی محبوب

کے لیے ہے جس نے اس کو پیدا کیا ہے، پھر کہتا ہوں میرے دل میں دور ہو جاؤ، پھر کہتا ہوں دور ہو جاؤ، اس دل میں تمہاری کوئی گنجائش نہیں۔“

③ حضرت سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عجیب شعر ہے۔

دور باش افکار باطل، دور باش اغیار دل

سج رہا ہے ماہ خوباں کے لیے دربار دل

اس میں ”اغیار دل“ کا لفظ بڑا وجد آفریں ہے، اللہ تعالیٰ کرے کہ اس کی لذت حاصل ہو جائے، یہ دربار دل تو صرف ایک ہی محبوب کے لیے سج رہا ہے، باقی جتنے ہیں وہ سب کے سب اغیار دل ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی و فکر آخرت کے سوا جتنے افکار ہیں وہ سب کے سب افکار باطلہ ہیں۔ ان افکار باطل اور اغیار دل سے کہا جاتا ہے کہ میرے دل سے دور ہو جاؤ، ہٹ جاؤ، یہاں محبوب حقیقی کے سوا کسی کی کوئی گنجائش نہیں۔

⑤ ایک اور شعر بتاتا ہوں، ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت اغیار کی محبت پر غالب آجائے گی۔

ہمہ شہر پرز خوبان منم و خیال ماہے

چہ کنم کہ چشم یک بین نکند بکس نگاہے

⑥ متنبی نے بہت خوب کہا ہے۔

عذل العواذل حول قلبی التائہ

وہوی الاحبة منه فی سودائہ

محبوب کی محبت دل کو چیر کر اس کی گہرائی میں سیاہ نقطہ تک پہنچ گئی ہے ملامت کرنے والوں کی ملامت کی وہاں تک رسائی نہیں بلکہ وہ قلب کے اوپر ہی رہتی ہے، اس لیے اس محبت پر کسی کی ملامت کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

عشق و محبت کے اشعار کا غیر منقطع سلسلہ سامنے ہے مگر مغرب کی اذان کا وقت ہو چکا ہے اس لیے ختم کرتا ہوں۔

ذکر و فکر نسخہ اکسیر ہے:

④ آخر میں ایک اور نسخہ اکسیر کیمیا تاثیر سن لیجیے وہ ہے ذکر و فکر کی کثرت، ذکر اللہ کی یہ حالت ہونی چاہیے۔

دم رکا سمجھو اگر دم بھر بھی یہ ساغر رکا

میرا دور زندگی ہے، یہ جو دور جام ہے

فکر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور احسانات کا مراقبہ کیا کریں، یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت، کمالات، تصرفات اور احسانات کو سوچا کریں، ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا

اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ

فَانْسَاهُمْ أَنْفُسُهُمْ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (۱۸:۵۹-۱۹)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ یعنی گناہوں سے بچنے کا وہی نسخہ بیان فرمایا ہے جو میں نے ابھی بتایا ہے یعنی کثرت ذکر و فکر۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ اور إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ میں فکر و مراقبہ

کا نسخہ بتایا گیا ہے، یعنی یہ سوچا کریں کہ مرنے کے بعد جہاں پہنچنا ہے وہاں کے لیے ہم

نے کیا تیار کیا ہے؟ جنت میں لے جانے والے نیک اعمال یا خدا نخواستہ جہنم میں پھینکنے

والے گناہ اور بد اعمالیاں؟ اور یہ سوچا کریں کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارے تمام اعمال کی سب خبر

ہے بلکہ وہ تو دلوں کے خیالات کو بھی جانتے ہیں، دوسری آیت وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ

نَسُوا اللَّهَ الخ میں کثرت ذکر کا نسخہ بیان فرمایا ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں

نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا اس کے وبال میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے نفس بھلا دیے یعنی

ایسی برائیوں اور گناہوں میں مبتلا ہو گئے کہ اپنی دنیا و آخرت دونوں تباہ کر بیٹھے، اپنے

نفس کو بھلا دینے کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بہتری کی فکر نہ کرے بلکہ تباہی اور بربادی کے

اسباب اختیار کرے، آگے فرماتے ہیں کہ یہی لوگ فاسق ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھلا دینے سے انسان گناہوں میں مبتلا ہو کر فاسق و فاجر بن جاتا ہے، اس لیے گناہ اور فسق سے بچنے کا ذریعہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو بھلائے نہیں، اور نہ بھلانا اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ کثرت سے یاد کرے، ذکر اللہ میں مشغول رہے، ایک اور بات سمجھ لیجیے فرمایا کہ اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت بنو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا ہے، یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو بھلانے والے نہ بنو، یعنی یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کو بھلا دے اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ بھلانے والوں جیسے نہ بنو، اس میں یہ تنبیہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو بھلانے والوں جیسے بننے سے روکا جا رہا ہے تو خود بھلا دینے کا کیا انجام ہوگا؟

کثرت سے ذکر و فکر کا طریقہ:

حاصل یہ ہے کہ گناہوں سے بچنے کا یہ نسخہ بیان فرمایا کہ کثرت ذکر و فکر کا اہتمام کریں، جس کا طریقہ یہ ہے کہ روزانہ ایک آدھ گھنٹہ دل کو حاضر کر کے اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں اور رات میں سونے سے قبل کچھ دیر دنیا کی فنایت اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری اور حساب و کتاب کا سوچا کریں، ان دونوں چیزوں پر مداومت کرنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ چند ہی روز میں ذکر و فکر کی وہ لذت حاصل ہوگی کہ اس کے سامنے ہفت اقلیم کی سلطنت بھی گرد ہے۔

بفراغ دل زمانے نظرے بزمہ روئے

ازان بہ کہ چتر شاہی ہمہ وقت ہائے ہوئے

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ وفات سے قبل بہت جوش کے ساتھ بلند آواز

سے یہ شعر پڑھ رہے تھے، اس کا تکرار کر رہے تھے۔

اے مرے محبوب میرے دل ربا

مجھ کو آغوش محبت میں بٹھا

ہاتھ پاؤں بالکل ٹھنڈے ہو چکے تھے، ان سے جان نکل چکی تھی خود فرماتے تھے کہ میرے ہاتھ پاؤں سے جان نکل چکی ہے۔ مگر یہ شعر اس قدر بلند آواز کے ساتھ جوش سے پڑھ رہے تھے کہ دیکھنے والے حیران تھے، سبحان اللہ! کیسی مبارک موت ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی مبارک اور مزیدار موت کی سعادت عطاء فرمائیں۔

مزے کا وقت ہے اے موت اس دم آ تو بہتر ہے
نظر میں میری منظر ہے تو دل میں میرے دل بر ہے
یہ کثرت ذکر و فکر کی برکت ہے۔

دنیا سے جب ہو رخصت یا رب غلام تیرا
دل میں دھیان تیرا لب پر ہو نام تیرا

☆.....☆.....☆

مجھے دوست چھوڑ دیں سب، کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی، مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

☆.....☆.....☆

اب تو چھوڑے سے بھی نہ چھوٹے ذکر ترا اے میرے خدا
حلق سے نکلے سانس کے بدلے ذکر ترا اے میرے خدا
مجھ کو سراپا ذکر بنادے ذکر ترا اے میرے خدا
نکلے میرے ہر بن مو سے ذکر تیرا اے میرے خدا

☆.....☆.....☆

جب تک قلب رہے پہلو میں، جب تک تن میں جان رہے
لب پر تیرا نام رہے اور دل میں تیرا دھیان رہے

جذب میں پراں ہوش رہیں اور عقل مری حیران رہے
لیکن غافل تجھ سے ہرگز دل نہ مرا اک آن رہے
ان نسخوں کو استعمال کرتے رہیں ان شاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا۔

دُعاء:

یا اللہ! تیری خاطر اس اجتماع کی برکت سے، حاضری کی جو توفیق تو نے عطاء فرمائی
تیری اس رحمت کے صدقے سے، جس مبارک مقصد کے لیے جمع ہوئے ہیں اس کی
برکت سے، اس مبارک دن (جمعہ) اور مبارک وقت (قبل مغرب) اور مبارک مقام
(مسجد) اور یہ مبارک مہینہ (ربیع الاول) جو تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
محبت کے استحضار و ازدیاد کا مہینہ ہے اس کی برکت سے، یا اللہ! تیرے وہ بندے جو
حقوق محبت ادا کر رہے ہیں، ان کی محبت اور ان کے قلوب کی کیفیات کی برکت سے، یا
اللہ! ہمیں محبت کے بتائے گئے نسخے استعمال کرنے کی توفیق عطاء فرما، اور ہمارے لیے
ان نسخوں کو موثر بنا، ہمارے قلوب کو غیر کی محبت سے پاک اور صاف فرما کر اپنی اور اپنے
حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے منور فرما، محبت کا وہ درجہ عطاء فرما کر اپنی اور اپنے
حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے منور فرما، محبت کا وہ درجہ عطاء فرما جو تیری نافرمانیوں
سے بچالے اور تیری اطاعت پر مجبور کر دے، وہ محبت عطاء فرما جو تیرے یہاں قبول ہو
اور تجھے پسند ہو، یا اللہ! نفس اور شیطان کے وساوس سے حفاظت فرما، ہم کمزور ہیں
ہماری دستگیری فرما۔

وصل اللہم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد

وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَإِنْ عَلَيْكُمْ إِحْضَارُ

كُلِّ مَكَلٍّ عَلَيْكُمْ يُعْلِمُونَ مَا تَفْعَلُونَ

اور تم پر نگہبان مقرر ہیں۔ عزت والے عمل لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو (۸۲-۱۰ تا ۱۲۱)

جہاد اور تبلیغ لازم ملزوم ہیں

وَعَظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گاہ

ناظم آباد — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ

نام: جہاد اور تبلیغ لازم و ملزوم ہیں

بمقام: تبلیغی مرکز میں شب جمعہ کا بیان

بتاریخ: ۶ شوال ۱۴۱۲ھ

بوقت: بعد نماز مغرب

تاریخ طبع مجلد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس، فون: ۰۲۱-۶۶۳۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقدیم

میران شاہ

افغان سرحد کے قریب پاکستان کا آخری شہر میران شاہ ہے، اسے میرم شاہ بھی لکھتے اور بولتے ہیں۔ سرزمین جہاد اگرچہ یہاں سے کچھ دور ہے تاہم جہاد اور شہداء کی برکات کے جھونکے بخوبی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

یہاں مجاہدین کے تنظیمی دفاتر، عظیم دینی مدارس کے علاوہ جنگی اہم مراکز، روسی و افغانی کمیونسٹ جنگی قیدیوں کے لیے طویل و عریض جیلیں بھی ہیں۔

یہیں سے مجاہدین افغانستان نے چودہ سالہ جہاد کی کمان کی۔ جہاد افغانستان کے حوالے سے اس شہر کو رہتی دنیا تک کبھی نہ بھلایا جاسکے گا۔

یہیں ”مجاہدین“ کا دفتر ہے جہاں حضرت اقدس نے جہاد میں شرکت کی غرض سے ارض جہاد و سرزمین شہداء افغانستان جاتے وقت قیام فرمایا ع

از سبب سازیش من حیران شدم

۵/شوال ۱۴۱۲ھ کو عصر کے بعد مجاہدین سے فرمایا کہ چہل قدمی کو دل چاہ رہا ہے، دفتر سے باہر تشریف لائے علماء کرام اور مجاہدین کافی تعداد میں ہم راہ تھے۔ کھلی فضاء، خوشگوار موسم، سرزمین جہاد کی سمت سے آنے والی ٹھنڈی میٹھی ہوا محبوب حقیقی کی طرف متوجہ کر کے ”فالملقیۃ ذکر“ کا نمونہ پیش کر رہی تھی، شہداء کی برکات سے مالا مال یہ دل کش ہوا حضرت اقدس کی بہتر سالہ کبرسنی اور کمزوری کو آئندہ کٹھن اور دشوار سفر کے لیے قوت بخش رہی تھی۔

وہ منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا جب حضرت اقدس علماء کرام، مجاہدین و خدام کے بیچ جذبہ جہاد سے سرشار ہو کر مجاہدین افغانستان کے حیران کن واقعات جرأت و بہادری سے لطف اندوز ہوتے ہوئے محو سیر تھے اور مجاہدین کے مسلح جانباز دائیں بائیں، آگے پیچھے مجاہدانہ و محافظانہ روش میں لگن۔ اس دوران مجاہدین کی جرأت و شجاعت کے کارنامے سن کر بہت جوش سے یہ اشعار پڑھے:

اگر اظہار استبداد کے معنی بغاوت ہے
اگر بیزاری بیداد کے معنی بغاوت ہے
اگر اک فطرت آزاد کے معنی بغاوت ہے
تو پھر میں ایک باغی ہوں مراندہب بغاوت ہے

ایک موقع پر آپ سے یہ چند اشعار سنے تو دل پر وجد طاری ہو گیا اور خون جوش مارنے لگا۔

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقین آیا
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا
☆.....☆.....☆

دنیا میں ٹھکانے دو ہی ہیں آزاد منش انسانوں کے
یا تحت جگہ آزادی کی یا تختہ مقام آزادی کا
دل کی گہرائیوں میں پوشیدہ جذبات کی ترجمانی اور پھر سنانے والے کا سوز اور سولہ
لاکھ شہداء کے خون سے لہو رنگ افغانستان کی سرزمین۔ دل کو وجد میں تو آنا ہی تھا۔
چلیے آپ بھی گنگنائے۔

جو دیکھی ہسٹری اس بات پر کامل یقین آیا
جسے مرنا نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا
دنیا میں ٹھکانے دو ہی ہیں آزاد منش انسانوں کے
یا تحت جگہ آزادی کی یا تختہ مقام آزادی کا

سامنے میران شاہ کے تبلیغی مرکز کی مسجد نظر آئی، مغرب کا وقت ہو رہا تھا، مسجد میں نماز پڑھنے تشریف لے گئے، جہاں شب جمعہ کی وجہ سے کافی تعداد میں لوگ جمع تھے، حضرت اقدس کے وہاں پہنچتے ہی مرکز کے ذمہ دار حضرات نے گھیر لیا اور بڑے اصرار کے ساتھ درخواست کی:

”حضرت اقدس مغرب کے بعد بیان فرمائیں۔“

حضرت اقدس کے لیے بیان سے یہ اعذار مانع تھے:

”ضعف دماغ و اعصاب، سفر کی تھکاوٹ، دو روز سے کئی مجالس میں بیان کا

تسلل، آرام فرمانے کا کوئی موقع نہ ملنا۔“

ایسے موانع کے باوجود ان حضرات کے بار بار اصرار پر حضرت اقدس نے بیان کا وعدہ فرمایا، مغرب کے بعد حضرت اقدس نے جہاد و قتال کی فضیلت و اہمیت پر بہت مفصل اور زوردار خطاب فرمایا، ایسے علمی نکات بیان فرمائے کہ بقول مولانا محمد فاروق کشمیری:

”مجمع پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی، میں تو خوشی سے رونے لگا۔“

آپ نے جہاد و قتال کی اہمیت اور اس کے مقاصد و منافع کو آیات قرآنیہ سے مبرہن کر کے پیش فرمایا اور مجاہد کے مال میں برکت کے بارہ میں صحیح بخاری میں مذکورہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قصہ تفصیل سے بیان فرمایا۔

بعض تبلیغی بھائیوں نے کہا:

”آج معلوم ہوا کہ وعظ کہنا تو صرف حضرات علماء کرام ہی کا کام ہے،

دلائل سے بات سمجھ میں آتی ہے اور دلوں میں اترتی ہے۔“

آپ کا یہ خطاب بہت عجیب نوعیت کا تھا، اس خطاب نے وزیرستان کے علماء میں ہلچل پیدا کر دی، چنانچہ اگلے ہی دن وزیرستان کے علماء کا ایک نمائندہ وفد حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ علماء سے خطاب کے لیے کوئی وقت عنایت فرمائیں تو دور دور سے بھی تمام علماء شریک ہوں گے، حضرت اقدس نے واپسی پر وقت

دینے کا وعدہ فرمایا، اس وفد کے بعض علماء کرام نے حضرت اقدس سے مزید علمی و عملی استفادہ کے لیے ”دارالافتاء والارشاد“ کراچی میں داخلہ کی درخواست کی۔

تبلیغی مرکز میں تاریخی بیان

قارئین بیان پڑھنے سے پہلے چند امور ذہن نشین کر لیں:

- ① یہ بیان وزیرستان کے طویل و عریض علاقہ کے تبلیغی مرکز میں ہوا۔
 - ② سامعین تبلیغی احباب تھے جو شب جمعہ کی وجہ سے بڑی تعداد میں دور سے آئے تھے۔
 - ③ یہ بیان خود تبلیغی مرکز کے ذمہ دار حضرات کے اصرار پر ہوا۔
 - ④ بیان کا موضوع تھا تبلیغ اور جہاد۔
 - ⑤ بیان کرنے والی ایسی ہستی ہے جن کے تقویٰ، دیانت، فتویٰ، علم و عمل کو موافقین و مخالفین سب یکساں طور پر مانتے ہیں۔
- دوست دشمن سب ترے مجذوب قائل ہیں مگر
کوئی قائل ہے زباں سے کوئی قائل دل میں ہے
جس قدر ان پانچ لڑیوں کو ملا کر رکھیں گے اسی قدر بیان کی اہمیت دلوں میں اترتی
چلی جائے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔
- تقدیم کے یہ چند صفحات حضرت اقدس کے سفرنامہ جہاد افغانستان (انوار الرشید جلد ۴) سے بحذف و اختصار ماخوذ ہیں۔ واللہ الموفق۔

عبدالرحیم

دارالافتاء والارشاد

ناظم آباد۔ کراچی

۹ جمادی الثانیہ ۱۴۱۴ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وعظ

ایمان، قتال اور تبلیغ لازم و ملزوم

(تبلیغی مرکز میں شب جمعہ کا تاریخی بیان)

(۶ شوال ۱۴۱۲ ہج بعد نماز مغرب)

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ
وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَخَدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ.

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.
يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا
بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ (۵-۶۷)

میں بہت ہی مختصر وقت میں کچھ کہنا چاہتا ہوں زیادہ فرصت نہیں، جلدی ختم کرنے
کی کوشش کروں گا، مختصر بات کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے، لمبے مضمون میں تو یہ ہو جاتا ہے
کہ چلے ایک طرف نکل گئے دوسری طرف، جس کی وجہ سے کبھی اصل مقصود اور مدعی سے
توجہ ہٹ جاتی ہے، مگر جہاں بات ہی مختصر ہو تو اسے دھیان سے سننا اور پھر سمجھنا اختصار
کی وجہ سے بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے صحیح بات کہنے کی توفیق عطا فرمائیں،

مجھے بھی اور تمام سننے والوں کو عمل صحیح کی توفیق عطاء فرمائیں (اس موقع پر حضرت والا نے خدام سے فرمایا: ”جب آدھا گھنٹہ ہو جائے تو مجھے بتادیں“)

جو آیت میں نے اس وقت پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ

”اے رسول! آپ کے رب کی طرف سے جو احکام آپ پر نازل کیے

جارہے ہیں ان سب احکام کو پوری دنیا میں پھیلائیں۔“

وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ

”اگر آپ نے میرے احکام کو پوری دنیا میں پھیلانے کی کوشش نہ کی تو سمجھ

لیں کہ آپ نے اللہ کی رسالت کو نہیں پہنچایا۔“

اگر آپ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکام کو دنیا تک نہیں پہنچایا تو آپ

نے اپنے منصب اور ذمہ داری کو نہیں پہچانا، فرض منصبی ادا نہیں کیا۔

اس ذمہ داری کو پورا نہ کرنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ لوگوں کا خوف

اڑے آجائے، کیونکہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے احکام مخلوق تک پہنچاتا ہے لوگ اس کی

مخالفت پر اتر آتے ہیں۔ بعض تو ویسے ہی ایذا میں پہنچاتے ہیں اور بہت سے جان ہی

کے دشمن ہو جاتے ہیں ہر وقت جان لینے کے درپے ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں آپ

اللہ کے احکام پہنچانے میں لگ جائیں گے تو اس کا یہ وعدہ ہے:

وَاللَّهُ يُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط (۵-۶۷)

اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں کے ظلم، شر اور ان کی ایذاؤں سے بچائیں گے، اللہ آپ کے

ساتھ ہے جس کے ساتھ اللہ ہو اور وہ اللہ ہی کے احکام پہنچائے پھر بھی اللہ اس کی مدد نہ

کرے یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ”وَاللَّهُ يُعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ“ آپ بے خوف و خطر ہو کر

میرے احکام دنیا تک پہنچائیں۔

اس تفصیل کو پیش نظر رکھ کو غور کیجیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کی کس قدر تاکید کی گئی ہے اور کوشش نہ کرنے پر تنبیہ بھی۔ تو کیا اگر امت اس کام کو چھوڑ دے یا غفلت کرے تو اس کے لیے کوئی وعید نہ ہوگی؟ کیوں نہیں، بلکہ امت کے لیے تو اور سخت وعید ہوگی۔

تبلیغ کی اہمیت:

اہمیت کتنی ہے اس بارے میں ایک چھوٹی سی صورت بتاتا ہوں:

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۖ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (۱۰۳-۱۰۴ تا ۱۰۵)

جس نے چار کام نہیں کیے وہ دنیا میں بھی خسارہ میں ہے اور آخرت میں بھی، کامیابی ایسے شخص کے قریب بھی نہیں آسکتی۔

اللہ تعالیٰ کا اسلوب بیان دیکھیے فرماتے ہیں:

وَالْعَصْرِ

زمانہ کے حالات کو دیکھو، زمانہ شاہد ہے کہ جس نے ان چار کاموں میں سے کوئی ایک بھی چھوڑا کامیاب نہیں ہوا، مشاہدہ اور تجربہ سے جو بات عقل میں آتی ہے وہ دلائل سے اس طرح نہیں آسکتی۔

اپنے زمانہ کے حالات تو ہر شخص دیکھ رہا ہے، دنیا میں کیا کچھ ہو رہا ہے۔ کون لوگ سکون سے ہیں اور کون وہ ہیں جو دن رات پریشان ہیں، جن کو سکون نصیب نہیں۔

لیکن ذرا گزشتہ زمانہ پر بھی نظر ڈالیے، امم سابقہ اور اس امت کے ادوار ماضیہ میں اللہ تعالیٰ کا دستور کیا رہا ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لیے آپ کا ذہن فوراً تاریخ کی طرف جائے گا مگر مسلمان کے لیے تمام تواریخ سے بڑھ کر کلام اللہ ہے، اس کے مقابلہ میں کوئی تاریخی قصہ آہی نہیں سکتا، لہذا مسلمان گزشتہ زمانوں کے صحیح حالات معلوم کرنے کے

لیے بھی قرآن سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

قرآن مجید میں احکام تو بہت تھوڑے سے ہیں، عبرت کی باتیں زیادہ ہیں، قرآن مجید نے پہلے زمانوں کے حالات کا نقشہ بڑی وضاحت کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔ مثلاً دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں بردار بندوں کی کس کس طریقہ سے حفاظت اور کیسے کیسے مدد فرمائی، کیسی کیسی عزتوں سے نوازا، نافرمانوں کو کیسے کیسے ذلیل و رسوا کر کے آنے والی نسلوں کے لیے رہتی دنیا تک عبرت بنایا۔

قرآن مجید تاریخ کی کتاب نہیں، اگر یہ تاریخی کتاب ہوتی تو اس میں کہیں تکرار نہ ہوتا، یہ تو دل بنانے والی کتاب ہے دل بنانے والی..... اور دل جب بنتا ہے کہ ایسی چیزیں بار بار دہرائی جائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ قصے قرآن مجید میں بار بار بیان فرمائے ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے مقابلہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آزر سے، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام و دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اپنی اپنی قوموں سے کیسے کیسے مقابلے ہوئے، آخر میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے کس کس طرح دشمنان اسلام پر غلبہ عطا فرمایا اور دشمنوں کو کیسے ذلیل و خوار، مقہور، مردود، مطعون و مطرود فرمایا پھر ان قصوں کو بار بار دہرایا تا کہ دلوں میں اتر جائیں۔

اپنے زمانہ کے حالات کے مشاہدہ اور گزشتہ قرون کے مفصل حالات قرآن مجید میں دیکھنے کے بعد یہ بات خوب محقق ہو جاتی ہے کہ جس شخص نے ان چار کاموں میں سے کسی ایک کام کو بھی چھوڑ دیا وہی خسارہ میں رہا۔

اب مختصراً پہلے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سنئے پھر مختصراً ان چار چیزوں کا بیان:

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اپنے بندوں کے لیے جب کوئی حکم نازل فرماتے ہیں تو اسے مختلف انداز سے مؤکد اور پکا کر دیتے ہیں تاکہ بندے اہتمام سے عمل کریں ورنہ

چھوٹے سے چھوٹا حاکم بھی اپنا حکم بتاتے وقت ایسی تاکیدیں نہیں کرتا، وہ تو کہتا ہے کہ ہم حاکم ہیں، ایک بار کہہ دیا حکم سنا دیا بس، کوئی عمل کرے تو ٹھیک ورنہ سزا دیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہونے کے باوجود یوں نہیں فرما رہے کہ میرا یہ حکم ہے اس پر عمل کرتے ہو تو ٹھیک ورنہ جاؤ جہنم میں، بلکہ قسمیں کھا کھا کر خوب تاکید سے حکم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے بندوں سے کتنی ہے اس کا صحیح اندازہ اہل علم و اہل معرفت ہی لگا سکتے ہیں، جب بھی کوئی حکم نازل فرماتے ہیں تو ان کی رحمت جوش میں آجاتی ہے، ایک تاکید نہیں تاکیدوں پر تاکیدیں پھر اس پر عمل کرنے کو آسان کرنے کے لیے تدبیروں پر تدبیریں ارشاد فرماتے ہیں۔

اس مضمون میں دیکھ لیجئے کتنی تاکیدیں ہیں، سب سے پہلے یہ کہ کسی حکم کا منجانب اللہ ہونا ہی بہت بڑی تاکید ہے، پھر وہ حکم جو قرآن میں ہو یہ دوسری تاکید، پھر اس مضمون کو قسم کھا کر بیان فرمانا تیسری تاکید، پھر کلمہ ”ان“ چوتھی تاکید، ”لفی خسر“ میں لام پانچویں تاکید، جملہ اسمیہ چھٹی تاکید، یعنی یہ بات بلا شک و شبہ قطعی یقینی مؤکد و محقق ہے کہ جس نے ان چار کاموں کو نہیں کیا یا ان میں سے بعض کو نہیں کیا تو وہ نقصان ہی نقصان خسارہ ہی خسارہ میں ہے۔

سمجھانے کے دو انداز ہوتے ہیں، باپ کا بیٹے کو سمجھانا، دوسرا حاکم کا رعیت کو سمجھانا ان دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے، حاکم تو ایک بار اعلان کر کے قانون جاری کر دیتا ہے سب کو معلوم ہو یا نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کے قوانین کا علم چند و کلاء اور قانون دانوں ہی کو ہوتا ہے۔

اس کے برعکس باپ بیٹے کو سمجھانے بیٹھتا ہے تو اس کی تقریر ختم ہونے کو نہیں آتی، بیٹا دیکھو، بیٹا دیکھو، بیٹا دیکھو، ارے میرے پیارے بیٹے! سمجھ جاؤ، سمجھ جاؤ، سمجھ جاؤ، تباہی سے بچ جاؤ، تمہیں نصیحت کر رہا ہوں، یوں کہتا ہی چلا جاتا ہے۔

بندوں پر اللہ کی رحمت اور شفقت والدین کی محبت سے کہیں زیادہ ہے۔ جب

والدین بیٹے کو سمجھاتے نہیں تھکتے تو اللہ کیسے ایک بار کہہ کر چھوڑ دے، اس لیے بار بار سمجھاتے ہی چلے جاتے ہیں۔ فرمایا:

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝

میرے بندو! ارے میرے بندو! ارے میرے بندو! میں تمہیں جہنم سے بچانا چاہتا ہوں یقین کر لو ان انسان لفی خسرو میں یہ حلفیہ کہہ رہا ہوں انسان بہت بڑے خسارے میں ہے۔

غور کیجیے اللہ، اللہ ہو کر قسم اٹھا رہا ہے۔ خسرو میں تنوین تعظیم کے لیے ہے یعنی انسان بہت بڑے خسارے میں ہے۔

البتہ جو شخص یہ چار کام کرے تو وہ نقصان اور خسارہ سے بچ سکتا ہے۔ عذاب سے بچنے کے لیے چاروں کام کرنا لازم ہے اگر ان میں ایک بھی چھوڑ دیا تو عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔

وہ چار کام یہ ہیں:

① الَّذِينَ آمَنُوا اپنے عقائد درست کرو، عقائد درست نہ ہوں تو اعمال کا کوئی فائدہ نہیں۔ مشرکین مکہ بڑے بڑے نیک اعمال کرتے تھے مگر عقائد شرکیہ تھے، جہنم کا ایندھن بنے۔ آج کل لوگ عقائد درست کرنے کی طرف توجہ نہیں دیتے یہ بڑی غفلت اور دھوکہ ہے۔ یہ دھوکہ نہیں تو اور کیا ہے کہ جنت کی امیدوں پر ساری عمر سجدے پہ سجدہ کر کر کے ماتھے پر محراب بن گیا مگر پھینکے گئے پھر بھی جہنم میں۔

② وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ، اپنے اعمال درست کرو، تمام امور میں اللہ کی اطاعت کرو خواہ کرنے کے ہوں یا چھوڑنے کے۔ کرنے کی چیزوں کو اوامر اور چھوڑنے کی چیزوں کو نواہی کہتے ہیں۔

③ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ، آپس میں ایک دوسرے کو صحیح عقائد کی تبلیغ کرو۔

④ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ، دین پر استقامت، منکرات کو چھوڑنا، اللہ کی نافرمانیوں

سے بچنا یہ چیزیں بھی ایک دوسرے تک پہنچاؤ اور ان کی تبلیغ کرو۔
اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنے عقائد و اعمال کو تو درست کرے مگر دوسروں کو عقائد و اعمال کی تبلیغ نہ کرے تو وہ اپنے خیال میں کتنا ہی بڑا عابد و زاہد ہو، رات دن ذکر اللہ میں لگا رہتا ہو ہر وقت تسبیح پھیرتا رہتا ہو، ہر وقت بڑی بڑی عبادات کرتا رہتا ہو مگر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا۔

(اس موقع پر حضرت والا نے وقت دریافت فرمایا تو بتایا گیا کہ چھ منٹ باقی ہیں اس پر فرمایا:)

تمہید ہی میں وقت گزر گیا، اب ذرا تھوڑی دیر کے لیے گھڑیوں کو بند کر دیں اور دعاء کر لیں کہ اللہ وہ بات کہلوادے جو میں کہنا چاہتا ہوں، میں بھی اپنی رفتار تیز کرتا ہوں اور دعاء بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق کہلوادیں۔

تبلیغ اور مقصد تبلیغ:

اب سنئے کہ تبلیغ کے معنی کیا ہیں اور اس سے مقصد کیا ہوتا ہے یہ دونوں الگ الگ چیزیں ہیں۔

تبلیغ کا مقصد تو اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنا ہے دوسرے لفظوں میں یوں سمجھ لیں کہ تبلیغ کا مقصد اللہ کے بندوں کو اللہ کے عذاب سے بچا کر اس کی مغفرت و رحمت میں لانا، دنیا و آخرت کی جہنم سے بچا کر دونوں جہاں کی جنت کا مستحق بنادینا ہے۔

تبلیغ کا مطلب یہ ہے کہ مذکور بالا مقصد حاصل کرنے کی حتی الوسع کوشش کرنا۔ پھر اس کوشش کے مختلف طریقے اور ذرائع ہیں۔ نمبر وار سمجھ لیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ کون کون سے طریقے تبلیغ کی حد میں داخل ہیں۔

① قرآن مجید کے الفاظ کی تعلیم دینا۔ یہ بھی تبلیغ ہے اگرچہ اس پر قناعت کرنا کافی نہیں تاہم ہے بہر حال تبلیغ اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو قرآن کیسے باقی رہے گا، اس

کے احکام کو کون سمجھے گا اور کون عمل کرے گا؟

(۲) قرآن مجید کے احکام کی تعلیم دینا خواہ ترجمہ و تفسیر پڑھانے کی صورت میں ہو یا احادیث نبویہ پڑھانے کی صورت میں۔

حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے قرآن و حدیث سے نماز، زکوٰۃ، روزے، حج، معاملات، معاشرت کے جو احکام مستنبط فرمائے ہیں، حلال و حرام، پاکی ناپاکی کی جو تفصیل لکھی ہیں ان کو آگے پہنچانا بھی تبلیغ میں داخل ہے اگر سب لوگ یہ کام چھوڑ دیں تو سب مجرم ٹھہریں گے۔

(۳) احکام شرعیہ معلوم کرنے والوں کو صحیح صحیح جواب دینا۔ جیسے قوانین حکومت جاننے کے لیے لوگ ماہرین قانون کی طرف رجوع کرتے ہیں اسی طرح قوانین شریعت جاننے والے کچھ ماہر لوگ ہوتے ہیں جو مفتی کہلاتے ہیں یہ حضرات بوقت ضرورت مسائل شرعیہ میں لوگوں کی راہنمائی کرتے ہیں۔

کسی کو کسی بھی وقت کوئی مسئلہ درپیش ہو جائے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز، اس غلطی کے ہوتے ہوئے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں، کسب معاش کے لاتعداد ذرائع میں سے کون سا جائز ہے اور کون سا ناجائز غرضیکہ ہر شخص ہر مسئلہ میں ان حضرات سے راہنمائی حاصل کر سکتا ہے، اگر یہ حضرات نہ ہوں تو لوگوں کے دین و ایمان کا کیا بنے گا؟ کیا مسلمان باقی رہ سکیں گے؟ یہ کام بھی تبلیغ ہے۔

ذرا سوچیے اگر شریعت کے قوانین جاننے والا کوئی نہ رہے تو احکام بتائے گا کون؟ اور آپ پوچھیں گے کس سے۔ اس لیے یہ بھی تبلیغ ہے بلکہ تبلیغ کا نہایت اہم و اعظم شعبہ ہے۔

(۴) عوام میں چل پھر کر ان کو دین کی طرف متوجہ کرنا اور ان کے دلوں میں دین کی محبت پیدا کرنا۔

جو لوگ علماء سے وابستہ ہو گئے۔ دینی مدارس سے منسلک ہو گئے۔ اپنی زندگیاں

دین کے لیے وقف کر دیں وہ اللہ کی رحمت میں آگئے مگر عوام جن کو اس طرف توجہ نہیں طلب و فکر ہی نہیں کہ دنیوی دھندے چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے احکام معلوم کر کے ان پر عمل کریں انہیں کون توجہ دلائے؟ اس کے لیے جماعتیں نکلیں، انفرادی و اجتماعی کوششیں ہوں لوگوں میں دین کی محبت، طلب و فکر پیدا کی جائے، بتایا جائے کہ اللہ ہے، اللہ ہے، اللہ ہے، اللہ کا قانون ہے، اس طرح ان کے قلوب میں اللہ کی محبت، عظمت و فکر آخرت پیدا ہوگی اور اللہ کی نافرمانی سے بچنا آسان ہو جائے گا، محبت و عظمت ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو محبوب کے حکم کی تعمیل کے لیے مجبور کر دیتی ہیں۔ جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو ہر وقت خطرہ رہتا ہے کہ کہیں میرے کسی قول یا فعل سے محبوب ناراض نہ ہو جائے، محبوب روٹھ نہ جائے، ارے کہیں میرا محبوب ناراض نہ ہو جائے۔

اگر عوام کو ادھر متوجہ نہ کیا گیا تو علماء کرام کی دینی خدمات تدریس، تالیف، افتاء سب بے کار ہو جائیں گی، اگر کارخانہ مال تیار کرتا رہے مگر گاہک ہیں ہی نہیں تو بتائیے کارخانہ کے نگرانوں، انجینئروں اور مزدوروں کی محنت رائیگاں گئی یا نہیں؟ اس لیے ایسی جماعت ضروری ہے جو عوام کے دلوں میں فکر و طلب پیدا کرے، گھروں میں جا جا کر ان کو نکال نکال کر ان میں فکر پیدا کرے، یہ بھی تبلیغ کی صورت ہے۔

یہ سارے طریقے جواب تک میں نے بتائے ہیں اس حالت میں ہیں جب کہ اسلام کے خلاف طاغوتی طاقتیں کفار کی قوتیں اسلام کے راستہ میں حائل نہ ہوں، کسی بھی طریقہ سے اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹ نہ بنیں۔ اگر کفار کی طاقت زور پکڑ جائے اور طاقت کے بل بوتے پر اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہو کبھی تو صراحتہ رکاوٹ بنتے ہیں اور کبھی صراحتہ تو اجازت دیتے ہیں مگر ان کے حالات اور ان کی سیاست ایسی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی حکومت قائم نہ ہو جائے، کہیں دنیا مسلمان نہ ہو جائے، جب کفر اسلام کو دبانا چاہے تو وہاں تبلیغ کی ایک اور قسم بھی اختیار کرنا پڑے گی یعنی تلوار سے تبلیغ، جس سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ اتنا قتال

کریں، اتنا قتال کریں اتنا جہاد کریں اور اس قدر کریں کہ کفر کی کمر ٹوٹ جائے۔ جب تک کفر کی کمر ٹوٹ نہیں جاتی کفار کو قتل کرتے چلے جاؤ، ان کو تہ تیغ کرتے چلے جاؤ۔ قرآن مجید بار بار کہہ رہا ہے۔ اگر میں ایک ایک آیت پڑھوں تو اس پر ساری رات صرف ہو سکتی ہے۔

قرآن کی صریح نصوص ہیں کہ اس وقت کفر کی جتنی بھی طاقتیں تھیں سب کے لیے یہ حکم تھا:

”انہیں قتل کرو، قتل کرو، قتل کرو، اڑاتے چلے جاؤ گردنیں اڑاؤ گردنیں۔“

قرآن مجید میں تو یہاں تک الفاظ ہیں:

فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝ (۸-۱۲)

میں جب اس آیت پر سے گزرتا ہوں تو اللہ کی قسم دل چاہتا ہے کہ اللہ کے دشمنوں کی گردنیں اڑاتا چلا جاؤں گردنیں، اللہ کے حکم سے ان کی گردنیں اڑاتا چلا جاؤں۔

سنیے میرا اللہ کیا فرما رہا ہے:

فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ

اللہ کی رحمت دیکھیے یہ بھی خود ہی بتا رہے ہیں کہ تلوار کہاں مارو؟ ان کفار کی گردنوں پر تلوار لگاؤ گردنوں پر، ہاتھ پاؤں کٹنے سے کام تمام نہیں ہوگا۔

وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۝

اگر گردن تمہارے قبضہ میں نہ آئے تو جوڑوں پر لگاؤ جوڑوں پر۔ تلواروں سے جوڑوں کی خبر لو ہاتھوں کے جوڑ، گھٹنوں کے جوڑ، غرض ایک ایک کر کے جوڑوں کا نشانہ لو اس سے گردن اڑانا بھی آسان ہو جائے گا۔

قرآن مجید میں جہاد پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دس سالہ مدنی دور اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری زندگی جہاد سے پُر ہے۔ قتال اسی امت میں نہیں سابقہ امتوں میں بھی قتال و جہاد بالسیف تھا،

مگر یہ سب اس صورت میں ہے جب زبانی تبلیغ کافی نہ ہو۔
غرض یہ کہ تبلیغ کے یہ ذرائع بھی جاری رہیں جو میں نے بتائے، ان میں سے کسی ایک کو بھی چھوڑنا جائز نہیں، ایک شعبہ کو چھوڑیں گے تو دین مکمل نہیں ہو سکتا، اس کے ساتھ یہ بھی کہ کفار کی طاقتیں ابھریں تو تلوار سے ان کی خبر لو۔

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (۲۵-۵۷)

اس آیت میں لوہے کو پیدا کرنے کی حکمت بیان فرمائی ہے، لوہے کی عظمت تو دیکھیے اللہ تعالیٰ اسے آسمانی کتابوں سے تشبیہ دے رہے ہیں کہ جیسے ہم نے آسمان سے کتاب نازل کی اسی طرح ”لوہا“ بھی نازل کیا، حالانکہ لوہا زمین سے نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت بتانے کے لیے یہ فرمایا ہے۔ اندازہ لگائیں اللہ کے ہاں اسلحہ کی کتنی عظمت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے اسلحہ بھی نازل فرمایا۔ کیوں؟

فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ

اس میں کفار کے لیے بہت سخت دہشت اور دبدبہ ہے۔ اسلحہ سے میرے دشمنوں کو ڈراتے دھمکاتے رہو۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ

عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ (۶۰-۸)

کافروں کے مقابلہ کے لیے اسلحہ اور دوسری ہر قسم کی تیاری پر اپنی پوری قوت صرف کر دو، بہتر سے بہتر عمدہ ہتھیار تیار کرو، اسلحہ کا مظاہرہ کیا کرو، دشمنانِ اسلام کو دکھا دو کہ ہمارے پاس کتنا اسلحہ ہے۔

تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ

کافروں کو تہس نہس کرنے کے لیے ہتھیار بنانے پر جب اپنی پوری طاقت خرچ کر دو گے تو محض اس تیاری ہی سے تمہاری ہیبت اور دہشت کافروں پر بیٹھ جائے گی جو میرے بھی دشمن ہیں اور تمہارے بھی۔

جہاد فی سبیل اللہ پر ابھارنے کا انداز کتنا موثر ہے کہ یہ بد بخت صرف میرے دین ہی کے دشمن نہیں تمہاری جان، عزت، مال کے بھی دشمن ہیں، اور جب اسلحہ کے استعمال کی ضرورت پیش آئے تو فرمایا:

وَأَقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ (۲-۱۹۱)

اللہ کی زمین کو ان کے ناپاک وجود سے پاک کر دو۔ چھوڑ دو دہانے توپوں کے۔

ترک جہاد کی اصل وجہ:

آخری ضروری بات تو رہی گئی وہ بھی سن لیجیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَالَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَنَّا قُلْنَا إِلَى الْأَرْضِ ۖ أَرْضُيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۖ فَمَا
مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ (۹-۳۸)

اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے ایک مرض پر تنبیہ فرمائی ہے۔ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتال نہیں کرتے، اسلحہ کے ذریعہ کفار کو نہیں دباتے، ان کی گردنیں نہیں کاٹتے، مختلف حیلے بہانے تراشتے ہیں اس کی اصل وجہ حب دنیا کا مرض ہے، گھروں سے کیوں نہیں نکلتے اس لیے کہ دنیا محبوب ہے۔ مال کی محبت نے انہیں تباہ کر دیا ہے۔ حب دنیا کے شعبے بہت ہیں، جہاد فی سبیل اللہ سے خطرہ جان رکاوٹ ہے تو یہ بھی حب دنیا ہے۔ جاہ و منصب مانع ہیں تو یہ بھی حب دنیا، مال و اولاد درمیان میں حائل ہیں تو یہ بھی دنیا کے مردار کا شعبہ ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ یوں تنبیہ فرماتے ہیں:

مسلمانو! تمہیں کیا ہو گیا جب تمہیں جہاد و قتال کے لیے نکلنے کو کہا جاتا ہے تو تم زمین سے لگے جاتے ہو؟ جب تمہیں کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلو، قتال کرو کفار کے مقابلہ میں صف بندی کرو، سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاؤ تو تم زمین سے کیوں چمٹے جاتے ہو، آخر کیوں؟

اس لیے کہ دنیا کی محبت سے بزدلی دلوں میں بیٹھ گئی ہے۔ کہیں ہم مرنہ جائیں اگر مر گئے تو ہماری اولاد، جائیداد، تجارت کا کیا بنے گا؟ یہ چیزیں ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو اللہ سے، آخرت سے، اسلام اور مسلمانوں کے دفاع سے غافل کر رکھا ہے۔

علاج مرض:

یہ تو ہوا مرض جو جہاد میں نکلنے نہیں دیتا، اب اس کا علاج سنئے، اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کے آخر میں علاج بھی بتا دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ

یہ سوچا کرو کہ جو چیز تمہیں جہاد سے روک رہی ہے وہ عارضی ہے، فانی ہے۔ سب سے زیادہ جان آڑے آسکتی ہے سو یہ بھی بہر حال ایک نہ ایک دن نکلنے والی ہے۔
فرمایا:

إِنَّ مَا تَكُونُوا يُذَرِّكُمْ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ

(۷۸-۴)

اللہ کی راہ میں نکلو، جان لینے دینے کے لیے تیار رہو اور اگر تمہیں موت سے خوف آنے لگے تو پھر یہ سوچو کہ اللہ کی راہ میں نہ نکلے تو کیا موت نہیں آئے گی؟ مرو گے، بہر صورت مرو گے، بہر حال مرو گے، بہر حال مرو گے، وہ لے جا کر چھوڑے گا، لے جا کر چھوڑے گا۔ جب ملک الموت آئے گا تو خواہ کتنی منتیں سماعتیں خوشامدیں کر لیں، ارے یار چھوڑ دے، مہربانی کر چھوڑ دے، ایک منٹ ہی کے لیے چھوڑ دے، صرف ایک منٹ کے لیے، وہ نہیں چھوڑے گا۔ بڑے بڑے مضبوط قلعوں میں چھپ جاؤ ملک الموت پہنچ کر رہے گا۔

جب موت سے کوئی مفر نہیں تو پھر اللہ کے راستہ ہی میں کیوں نہ آئے؟ شہادت ڈرنے کی نہیں گلے لگانے کی چیز ہے۔ اس کی تمنا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمائی:

والذی نفسی بیدہ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم اُحیی ثم اُقتل ثم اُحیی ثم اُقتل ثم اُحیی ثم اُقتل (رواہ البخاری و مسلم)
 ”قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں لڑوں اور شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر شہید ہو جاؤں۔“

شہادت کے وقت ذرا سی بھی تکلیف نہیں ہوتی، شہادت کی موت بستر کی موت سے کہیں اعلیٰ و ارفع و اہل ہے۔ یہ مضمون بہت لمبا ہے دیر ہو جائے گی۔ ہو سکتا ہے کوئی اور عالم کبھی آپ کو بتا دے۔

غرض یہ کہ شہادت سے شیطان کے بندے ڈرتے ہیں، رحمن کا بندہ تو اس کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے ہر وقت بے چین رہتا ہے۔
 جان دی، دی ہوئی انہی کی تھی
 حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا
 سوچیں کہ جان دی کس نے؟ اللہ ہی کی تو دی ہے۔ اللہ کی دی ہوئی چیز اللہ کو واپس کر دی تو آپ نے کیا کمال کر دیا۔

جان دی، دی ہوئی انہی کی تھی
 حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتنی بڑی بشارتیں ہیں کہ اللہ نے تمہاری جان کو خرید لیا، جس کا خریدار اللہ بن جائے اس کے لیے اس سے بڑی کیا بشارت ہو سکتی ہے۔ پھر اس کے عوض میں جنت عطاء فرماتے ہیں اس سے بڑی اور کیا دل جوئی ہو سکتی ہے۔ کتنی زبردست تجارت ہے، کتنی بڑی تجارت ہے!

جن کو یہ خطرہ ہے کہ جہاد میں چلے گئے تو مرجائیں گے ایسے لوگ کہیں ایسی جگہ چلے جائیں جس کا ملک الموت کو پتہ نہ چلے۔

جس زمانہ میں پاکستان اور ہندوستان کی جنگ چھڑی ہوئی تھی بعض لوگ فون پر بار بار پوچھتے تھے:

”گو لے برس رہے ہیں تو کیا ہم باہر چلے جائیں؟“

میں جواب میں کہتا تھا:

”ہاں ٹھیک ہے، ایسی جگہ چلے جائیں جہاں ملک الموت نہ پہنچ سکے اور اگر

ملک الموت سے چھپنے کی جگہ نظر نہیں آتی تو بھاگنے سے کیا فائدہ؟ جب مرنا

ہی ہے تو شہادت کی موت کے لیے کیوں تیار نہیں ہوتے؟“

یہ تو علاج ہوا ان کا جو جہاد میں جان کے خوف سے نہیں نکلتے۔

بعض ایسے ہیں جو جہاد میں مال خرچ کرنے سے ڈرتے ہیں، یا جہاد میں اس ڈر سے حصہ نہیں لیتے کہ ان کی تجارت اور کاروبار کا کیا بنے گا۔

ایسے لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لیے صرف ایک قصہ بتانے پر اکتفاء کرتا ہوں، مضمون بہت طویل ہے، ساری آیات و احادیث تو کیا ان کا عشر عشر بھی اس مختصر سے وقت میں بیان نہیں کیا جاسکتا، اس لیے بڑا عجیب اور بہت عبرت انگیز قصہ بتاتا ہوں:

جہاد سے مال میں برکت:

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاد میں بہت حصہ لیتے تھے، ہمہ وقت کفار سے برسر پیکار رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانے میں مشغول رہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں شہید ہوئے، آپ نے پوری زندگی کوئی ذریعہ معاش اختیار نہیں کیا ساری عمر جہاد میں لگادی۔ لوگ بڑی بڑی مقدار میں آپ کے پاس امانتیں رکھواتے تو آپ فرماتے:

”اگر تمہاری امانتیں میرے پاس ناگہانی آفت سے ضائع ہو گئیں تو تمہارا نقصان ہوگا (کیونکہ امین امانت کے ضائع ہونے پر ضامن نہیں ہوگا الا یہ کہ اس کی غفلت ثابت ہو جائے) لہذا امانت کی بجائے تم یہ مال مجھے بطور قرض دے دو تا کہ یہ مال تمہیں بہر صورت واپس مل جائے۔“

ایک روز آپ نے اپنے صاحبزادہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا: ”بیٹے! معلوم ہوتا ہے کہ میں عنقریب ہی شہید ہو جاؤں گا میرے ذمہ لوگوں کا قرض ہے، قرض میں نے کسی سے مانگا نہیں، لوگ امانتیں لاتے ہیں انہی کے فائدے کے لیے ان کو قرض کا مشورہ دیتا، نتیجہ یہ کہ اب میرے ذمہ قرض بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ میری شہادت کے بعد اعلان کر دینا کہ قرض خواہ اپنا قرض وصول کر لیں، اور میرا ترکہ کافی نہ ہو تو زبیر کے مولیٰ سے مدد مانگنا۔“

عربی میں مولیٰ کے کئی معنی ہیں۔ ایک معنی یہ بھی ہیں: ”معاہدہ کرنے والا۔“ عرب میں آپس میں معاہدہ کا عام رواج تھا۔ دو شخص آپس میں معاہدہ کر لیتے کہ ان میں سے جو پہلے مرے گا دوسرا اس کے تمام حقوق اداء کرے گا۔ اسی دستور کے مطابق صاحبزادے یہ سمجھے کہ ابانے کسی سے معاہدہ کیا ہے جس سے مدد لینے کو فرما رہے ہیں اس لیے پوچھا:

”اباجان! آپ کا مولیٰ کون ہے؟“

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

”میرا مولیٰ میرا اللہ ہے اگر ترکہ سے قرض پورا نہ ہو تو میرے اللہ سے مدد مانگنا۔“

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صاحبزادہ سے پوچھا:

”آپ کے ابا پر کتنا قرض ہے؟“

جواب دیا: ”ایک لاکھ درہم“

در اصل قرض بائیس لاکھ درہم تھا، ایک درہم ۴۰۰۲ گرام چاندی کا ہوتا ہے۔
بائیس لاکھ کا حساب خود لگا لیجیے تاکہ آئندہ قصہ سے اندازہ لگاسکیں کہ مجاہد کے مال
میں برکت کس قدر حیرت انگیز طریقہ سے ہوتی ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل بڑھانے ان کی راہ میں جہاد کا جذبہ پیدا کرنے اور
ایمان تازہ کرنے کی نیت سے حساب لگائیں گے تو اس کا اجر ملے گا۔

قرض بائیس لاکھ تھا مگر صاحبزادہ صاحب قرض چھپانا چاہتے تھے اس لیے ایک
لاکھ بتایا اور اس میں جھوٹ بھی نہیں کیونکہ بائیس لاکھ تھا تو ایک لاکھ بھی تھا، لاکھ سے
زائد کی نفی نہیں کی۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن کر فرمایا:

”آپ کے ابا کا ترکہ تو اس کے لیے ناکافی ہے۔“

غور کیجیے کہ اصل قرض بائیس لاکھ درہم ہے اور حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ
عنہ ترکہ کو ایک لاکھ کے لیے بھی ناکافی سمجھ رہے ہیں۔

مگر اللہ کی قدرت دیکھیے، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترکہ میں اللہ تعالیٰ نے
اتنی برکت عطاء فرمائی کہ بائیس لاکھ درہم قرض اداء کرنے کے بعد بھی بچ گیا، اسے تین
حصوں میں تقسیم کیا گیا، ایک تہائی سے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت اداء کی
گئی، دو تہائی میں سے آٹھواں حصہ بیویوں کو دیا گیا۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چار بیویاں تھیں یہ حضرات بیویاں اس لیے زیادہ
رکھتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ فوج پیدا ہو اور وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے تو اسی نیت سے سو بیویاں رکھیں (یہ ان کی شریعت
میں جائز تھا)

جب چار بیویوں پر بائیس لاکھ درہم قرض اداء کرنے کے بعد بقیہ مال کی دو تہائی کا
۸/۱ تقسیم کیا گیا تو ہر ایک حصہ میں بارہ بارہ لاکھ درہم آئے، اس حساب سے کل ترکہ

پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ درہم بنتا ہے۔

خود حساب لگالیں، حساب حب دنیا کی وجہ سے ہو تو مذموم ہے اور اس پر وعید بھی ہے۔

الذی جمع مالا وعدہ:

کچھ لوگ اللہ کی محبت پر مال کی محبت غالب رکھتے ہیں جس کی علامت یہ ہے کہ دن رات مال و دولت کا حساب لگاتے رہتے ہیں اتنے سو ہو گئے اب اتنے ہزار ہو گئے، لیکن اگر یہ حساب اللہ تعالیٰ پر توکل، اعتماد اور محبت بڑھانے کے لیے ہو ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ دیکھنا مقصد ہو کہ مجاہد کے مال میں کیسی برکت ہوئی تو یہ محمود ہے، حساب لگائیں مختصر ایوں سمجھ لیں۔

چار بیویوں کا حصہ: $۲۸ = ۴ \times ۷$ لاکھ درہم

سب وارثوں کے حصص کا مجموعہ: $۳۸۴ = ۸ \times ۴۸$

وصیت: $۳۸۴ = ۲ \div ۳۸۴$

قرض: ۲۲ لاکھ درہم،

$۵۹۸ = ۲۲ + ۱۹۲ + ۳۸۴$

پانچ سو اٹھانوے لاکھ درہم یعنی پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ درہم۔

جس ترکہ سے ایک لاکھ درہم اداء کرنا مشکل تھا اس میں جہاد کی برکت سے وہ ترقی ہوئی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔

امام بخاری اور قصہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ:

محدثین جس مسئلہ پر عنوان قائم فرماتے ہیں وہ بہت اہم ہوتا ہے، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قصہ پر یہ عنوان رکھا ہے:

باب بركة الغازی فی ماله حیا ومیتا

”مجاہد کے مال میں برکت اس کی زندگی میں بھی اور اس کی موت کے بعد بھی۔“

چند روز قبل اللہ تعالیٰ نے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ اس مجموعہ مال کی اصل مال سے نسبت کا حساب کیا جائے تاکہ مال میں ترقی کا اندازہ ہو۔

میں نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ چھ سو گنا اضافہ ہوا ہے۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

”اس کے بعد جب بھی کبھی کوئی حاجت پیش آتی تو میں یوں دعاء کرتا:

”اے زبیر کے مولیٰ! میری حاجت پوری کر دے۔ تو وہ فوراً پوری ہو جاتی۔“

جو انسان صحیح معنی میں اللہ کا بندہ بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی تمام حاجات غیب

سے اس طرح پوری فرما دیتے ہیں کہ کسی کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔

مَنْ كَانَ لِلَّهِ كَانَ اللَّهُ لَهُ

”جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔“

پھر دفع مصائب و بلیات کے لیے تعویذات، عملیات، ٹونے ٹوکوں کی ضرورت

نہیں رہتی:

مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ (۴-۱۳۷)

”اگر تم شکر گزار اور ایمان دار بن جاؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا؟“

یا اللہ! ہم سب کو اپنے بندے بنالے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح تیرے

دشمنوں کی گردنیں اڑانے اور اس مقصد کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کے سچے

جذبات عطاء فرما۔

یہ تو جہاد میں وقت لگانے پر مال میں برکت کا بیان تھا اب جہاد میں مال خرچ

کرنے کی فضیلت سنئے:

جہاد میں مال خرچ کرنے کی فضیلت:

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ

سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُتْبَلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ ۖ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۖ
وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (۲-۲۶۱)

”کم از کم سات سو گنا بڑھانے کا وعدہ ہے، اتنا تو ملے گا ہی، اور مزید یہ کہ جس کے لیے اللہ تعالیٰ چاہیں بڑھادیں زیادہ کی کوئی حد معین نہیں۔“

وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ

اس آیت میں اگرچہ آخرت کے اجر کا بیان ہے مگر دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے سے دنیا میں بھی مال بڑھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو جہاد میں جان اور مال لگانے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ ۚ
يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ تَفٍّ وَعُدَا عَلَيْهِ حَقًّا فِي
التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ ۚ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا
بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۚ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (۹-۱۱۱)

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو اپنے ان بندوں کی فہرست میں شامل فرمائیں جن کا ذکر اس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے عوض خرید لیا ہے جو اس کی راہ میں قتال کرتے کرتے اللہ کے دشمنوں کو قتل کرتے کرتے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتے ہیں اپنی جانیں قربان کر دیتے ہیں۔

وصل اللهم وبارك وسلم على عبدك ورسولك محمد وعلى

آله وصحبه اجمعين والحمد لله رب العلمين

الحاق

اس بیان میں حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ وقت کی قلت کی وجہ سے آیاتِ قتال میں سے دو تین ہی پڑھ سکے بعد میں فرمایا:

”ویسے تو قرآن آیاتِ قتال سے بھرا پڑا ہے کئی کئی رکوع مسلسل اور بعض

سورتیں مستقل قتال کے موضوع پر ہیں تاہم ان میں سے نمونہ کے طور پر

بیان کے آخر میں بعنوان ”الحاق“ آیات ذیل کا اضافہ کر دیں۔“

بندہ نے ان آیات کا ترجمہ بیان القرآن سے لیا ہے، کہیں کہیں بغرض تفہیم و تسہیل

معمولی ترمیم کر دی ہے۔

عبدالرحیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے راستہ میں جان دینے والوں کو مردہ مت کہو:

① وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ (۲-۱۵۴)

”اور جو اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کی نسبت یوں بھی مت کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اور لیکن تم حواس سے ادراک نہیں کر سکتے۔“

دفاعی جہاد کا حکم:

② وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ (۲-۱۹۰)

”اور مسلح جہاد کرو اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے جو تم سے قتال کرتے ہیں۔“
کفار کو جہاں پاؤ قتل کرو، فتنہ کفر قتل سے کہیں زیادہ سخت تر ہے:

③ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُمْ مِّنْ حَيْثُ

أَخْرَجُوكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۝ (۲-۱۹۱)

”اور قتل کرو ان کو جہاں ان کو پاؤ اور ان کو نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تم کو نکلنے پر مجبور کیا ہے اور شرارت قتل سے سخت تر ہے۔“

کافروں کا علاج:

④ فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ (۲-۱۹۱)

”پس اگر وہ (کفار) تم سے لڑیں تو تم ان کو قتل کر ڈالو، کافروں کا علاج ہی یہی ہے۔“

جہاد فرض ہے:

⑤ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرَّةُ لَكُمْ ۝ (۲-۲۱۶)

”ایمان والو! تم پر قتال (طبعاً) ناگوار ہونے کے باوجود فرض کیا گیا۔“

جہاد رحمت ہے اور ترک جہاد فساد ہے:

⑥ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْأَرْضُ

وَلَكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ (۲-۲۵۱)

”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعض آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع کرتے رہا کرتے ہیں (یعنی اگر مصلحین کو مفسدین پر غالب نہ کرتے رہتے) تو سرزمین فساد سے پر ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں جہان والوں پر۔“

مجاہدین گناہوں سے بچیں تو دشمن ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا:

⑦ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۝ (۳-۱۲۰)

”اور تم ثابت قدم رہے اور (گناہوں سے) بچتے رہے تو ان (کفار) کی تدبیریں تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گی۔“

فتح و کامرانی کی شرط:

⑧ وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (۳-۱۳۹)

”اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔“

جہاد کے بغیر جنت میں داخلہ کا گمان غلط ہے:

⑨ أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا

مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ۝ (۳-۱۴۲)

”ہاں کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ جنت میں جا داخل ہو گے حالانکہ اللہ تعالیٰ

نے (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ ان کو دیکھا جو (جہاد میں) ثابت قدم رہے ہوں۔“
اللہ کے راستہ میں جان دینے والوں کو مردہ مت سمجھو:

⑩ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۝ (۱۶۹-۳)

”اور جو اللہ کی راہ میں قتل کر دیے گئے ان کو مردہ مت سمجھو بلکہ وہ لوگ زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں ان کو رزق بھی ملتا ہے۔“
مسلمانو! اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو:

⑪ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوا ثُبَاتٍ أَوْ انفِرُوا جَمِيعًا ۝ (۷۱-۴)

”اے ایمان والو! اپنے دفاع کو مضبوط رکھو پھر نکلو (کفار سے قتال کے لیے) متفرق طور پر یا مجتمع طور پر“
مجاہد ہر حال میں کامیاب:

⑫ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ (۷۴-۴)

”اور جو شخص اللہ کی راہ میں لڑے گا پھر خواہ جان سے مارا جائے یا غالب آجائے ہم اس کو اجر عظیم دیں گے۔“

مظلوموں کی خاطر جہاد کیوں نہیں کرتے:

⑬ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ

لَذُنْكَ نَصِيرًا ۝ (۷۵-۴)

”اور تمہارے پاس کیا عذر ہے کہ تم جہاد نہ کرو اللہ کی راہ میں اور کمزوروں کی خاطر سے جن میں کچھ مرد ہیں اور کچھ عورتیں اور کچھ بچے ہیں جو دعاء کر رہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اس بستی سے باہر نکال جس کے رہنے والے سخت ظالم ہیں اور ہمارے لیے غیب سے کسی دوست کو کھڑا کر دے اور غیب سے کسی حامی کو بھیج دے۔“

اولیاء شیطان سے قتال کرو:

۱۴) فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۚ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ۝ (۷۶-۴)

”تو شیطان کے ساتھیوں سے مسلح جہاد کرو، یقیناً شیطانی تدبیر بڑی لچر ہوتی ہے۔“

ایمان کی علامت جہاد ہے:

۱۵) الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ (۷۶-۴)

”ایمان والے تو اللہ کی راہ میں مسلح قتال کرتے ہیں۔“

جہاد سے طبعی خوف کا علاج:

۱۶) فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۚ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ ۚ وَلَا تُظْلَمُونَ فَتِيلًا ۝ (۷۷-۴)

”پھر جب ان پر جہاد کرنا فرض کر دیا گیا تو ان میں سے بعض آدمی لوگوں سے (طبعاً) ایسا ڈرنے لگے جیسا کوئی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو بلکہ اس سے بھی

زیادہ ڈرنا اور یوں کہنے لگے اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم پر جہاد کیوں فرض فرمادیا ہم کو اور تھوڑی مہلت دے دی ہوتی (چونکہ یہ عرض کرنا بطور انکار و اعتراض کے نہیں تھا اس لیے گناہ نہیں ہوا) آپ فرمادیجیے کہ دنیا کا نفع محض چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کے لیے جو اللہ کی نافرمانی سے بچے اور تم پر تاگے برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔“

موت سے ڈرنے کا علاج:

①۷ اَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ (۴-۷۸)

”تم چاہے کہیں بھی ہو وہاں ہی تم کو موت آئے گی اگرچہ تم قلعی چونہ کے قلعوں میں ہی ہو۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بنفس نفیس جہاد کرنے کا حکم:

①۸ فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا (۴-۸۴)

”پس آپ اللہ کی راہ میں قتال کیجیے، آپ اپنے ہی ذمہ دار ہیں اور مومنین کو ترغیب دیجیے (جہاد کی) (اس سے) امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے زور جنگ کو روک دیں گے اور اللہ تعالیٰ زور جنگ میں زیادہ شدید ہیں اور سخت سزا دیتے ہیں۔“

اسلحہ سے غفلت برتنا کفار کی تمنا پوری کرنا ہے:

①۹ وَذُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً (۴-۱۰۲)

”یہ کفار چاہتے ہیں کہ تم اپنے اسلحہ و اسباب سے غفلت اختیار کر لو پھر یک بارگی تم پر سخت حملہ کر دیں۔“

میدان جہاد میں پشت دکھانے کی حرمت:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُولُوهُمْ
الْأَدْبَارَ ۚ وَمَنْ يُؤَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبرَةً إِلَّا مَتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا
إِلَىٰ فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللَّهِ وَمَا وَهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝
(۸-۱۵، ۱۶)

”اے ایمان والو! جب تم کفار سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا، اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لیے پینتر ابدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔“

جہاد مسلمانوں کو زندگی بخشنے والا عمل ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۝ (۸-۲۴)

”مسلمانو! تم اللہ اور رسول کے حکم بجالایا کرو جبکہ رسول تمہیں تمہاری زندگی بخش چیز (جہاد) کی طرف بلاتے ہوں۔“

ترک جہاد کا وبال تارکین کے علاوہ دوسرے معصوم لوگوں کو بھی اپنی

لپیٹ میں لے لیتا ہے:

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۚ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (۸-۲۵)

”اور ایسے فتنہ (یعنی ترک جہاد کے وبال) سے بچو جو اپنی لپیٹ میں صرف ان لوگوں کو نہیں لے گا جنہوں نے وہ گناہ (ترک جہاد) کیا (بلکہ دوسرے معصوم بچے، بوڑھے اور عورتیں بھی اس کی زد میں آئیں گی) اور تم یقین کر لو کہ اللہ تعالیٰ سخت عذاب دیتے ہیں۔“

فتنہ و فساد کے خاتمہ تک جہاد جاری رکھو:

﴿۲۳﴾ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ (۸-۳۹)
 ”اور تم ان کفار سے اس حد تک لڑو کہ فساد باقی نہ رہے اور پورا دین اللہ ہی کا ہو جائے۔“

جہاد میں ڈٹے رہنے اور کثرت ذکر اللہ کا حکم:

﴿۳۴﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ (۸-۲۵)

”اے مسلمانو! جب تمہارا کسی جماعت سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو گے۔“

شہید کے اعمال صالحہ تا قیامت برابر جاری رہتے ہیں:

﴿۲۵﴾ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝ (۴-۳۷)
 ”اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ (جہاد میں) شہید ہو گئے اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا یعنی موت سے ان کے اعمال عام مردوں کی طرح بند نہیں ہوں گے بلکہ تا قیامت جاری رہیں گے۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تخریض علی القتال کا حکم:

﴿۲۶﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۚ (۸-۶۵)

”اے نبی! مسلمانوں کو قتال پر ابھاریے۔“

کفار کے خلاف برسرِ پیکار مجاہدین کی ہر قسم کی امداد فرض ہے:

﴿۷۲﴾ وَإِنْ اسْتَنْصَرُواكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ (۷۲-۸)

”اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تمہارے ذمہ مدد کرنا فرض

ہے۔“

جہاد کرنے والے ہی یکے مومن ہیں:

﴿۷۸﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ

أَوْوُوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ

كَرِيمٌ ﴿۷۸﴾ (۷۲-۸)

”اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں

جہاد کرتے رہے اور جن لوگوں نے ان کو اپنے پاس ٹھہرایا اور ان کی مدد کی یہ

لوگ ایمان کا پورا حق اداء کرنے والے ہیں ان کے لیے بڑی مغفرت اور

بڑی معزز روزی ہے۔“

کفر کے سرداروں سے قتال کرو:

﴿۷۹﴾ وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ

فَقَاتِلُوا أَلِئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ﴿۷۹﴾ (۱۲-۹)

”اور اگر وہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین

پر طعن کریں تو ان کفر کے سرداروں سے جہاد کرو اس قصد سے کہ یہ باز

آجائیں ان کی قسمیں نہیں رہیں۔“

دل میں ایمان ہے تو کافروں سے مت ڈرو:

﴿۸۰﴾ أَلَا تَقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ

وَهُمْ بَدَءُكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ، أَتَخْشَوْنَهُمْ؟ ۝ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (۹-۱۳)

”تم ایسے لوگوں سے کیوں نہیں لڑتے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کے جلاوطن کر دینے کی تجویز کی اور انہوں نے تم سے خود پہلے چھیڑ نکالی، کیا ان سے ڈرتے ہو سو اللہ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ تم ان سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔“

جہاد کفار کی ذلت اور مسلمانوں کے غیظ قلوب کے لیے شفاء:

۳۱) قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبُهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِيهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوبِهِمْ ۝ (۹-۱۴، ۱۵)

”تم ان سے لڑو اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور ان کو ذلیل کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے مسلمانوں کے قلوب کو شفاء دے گا اور ان کے قلوب کے غیظ و غضب کو دور کرے گا۔“

جہاد کیے بغیر دین داری کے امتحان میں کامیاب ہونے کا خیال غلط ہے:

۳۲) أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِجَنَّةٍ (۹-۱۶)

”کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم یوں ہی چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ ہنوز اللہ تعالیٰ نے (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو تو دیکھا ہی نہیں جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا اور اللہ، رسول اور مومنین کے سوا کسی کو خصوصیت کا دوست نہیں بنایا۔“

مجاہدین کا رتبہ سب سے بڑا ہے:

۳۳) الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ

وَأَنْفُسِهِمْ، أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ، وَأَوْلَىٰكَ هُمْ الْفَائِزُونَ ۝
يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّتْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ
مُقِيمٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (۹-۲۲۳)
”جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال
اور جان سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی
لوگ کامیاب ہیں، ان کا رب ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی
رحمت اور بڑی رضامندی اور ایسے باغوں کی کہ ان کے لیے ان میں دائمی
نعمت ہوگی ان میں یہ ہمیشہ ہمیشہ کور ہیں گے، بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر
ہے۔“

اموال و اولاد اور کاروبار جہاد سے رکاوٹ بن جائیں تو قہر الہی کا انتظار کرو:

﴿۳۳﴾ قُلْ إِنْ كَانَ آبَاءُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ
وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا
وَمَسْكَنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبُّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي
سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفَاسِقِينَ ۝ (۹-۲۳)

”آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی
اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت
جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو
اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ
پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ
بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔“

جب تک کفار ماتحت نہ ہو جائیں قتال جاری رکھو:

﴿۳۵﴾ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝ (۹-۲۹)

”قتال کرو تم ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں نہ آخرت کو مانتے ہیں..... یہاں تک کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کر لیں۔“
مشرکین سے قتال کا حکم:

﴿۳۶﴾ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً ۝ (۹-۳۶)

”اور لڑو تم مشرکوں سے سب سے جیسا کہ وہ تم سے سب سے لڑتے ہیں۔“

جہاد میں نہ نکلنے والا حب دنیا کا مریض ہے:

﴿۳۷﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ انْفِرْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرْضِيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۝ (۹-۳۸)

”اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا کہ جب تم سے جہاد میں نکلنے کو کہا جاتا ہے تو تم زمین کو لگے جاتے ہو، کیا تم نے آخرت کے عوض دنیوی زندگی پر قناعت کر لی؟ سودنیوی زندگی کا متاع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے۔“

جہاد میں نہ نکلنے پر عذاب الہی:

﴿۳۸﴾ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ (۹-۳۹)

”اگر تم جہاد کے لیے نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کرے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے

اور اللہ کو تو ہر چیز پر قدرت ہے۔“

ہر حال میں نکلو:

③۹ اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي

سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ (۹-۴۱)

”نکل پڑو تھوڑے سامان سے اور زیادہ سامان سے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم یقین رکھتے ہو۔“

استطاعت نہ ہونے کا بہانہ سفید جھوٹ ہے:

④۰ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَّا تَبْعُوكَ وَلَكِنْ

بَعْدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۖ وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا

مَعَكُمْ ۖ يُهْلِكُونَ أَنْفُسَهُمْ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ (۹-۴۲)

”اگر کچھ لگتے ہاتھ ملنے والا ہوتا اور سفر بھی معمولی سا ہوتا تو یہ (منافق)

لوگ ضرور (جہاد میں) آپ کے ساتھ ہو لیتے لیکن ان کو تو مسافت ہی دور

دراز معلوم ہونے لگی اور ابھی خدا کی قسمیں کھا جائیں گے کہ اگر ہمارے

بس کی بات ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے یہ لوگ اپنے آپ کو تباہ

کر رہے ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔“

مومن جہاد سے جان نہیں چراتا:

④۱ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ

يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝ (۹-۴۳)

”جو لوگ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں وہ اپنے مال اور جان

سے جہاد کرنے کے بارہ میں رخصت نہ مانگیں گے اور اللہ تعالیٰ ان متقیوں

کو خوب جانتا ہے۔“

جہاد سے جان چرانا منافقین کا شیوہ ہے:

﴿۴۲﴾ اِنَّمَا يَسْتَاذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ۝ (۹-۴۵)

”البتہ آپ سے (جہاد میں نہ جانے کی) رخصت وہ لوگ مانگیں گے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں، سو وہ اپنے شکوک میں پڑے ہوئے حیران ہیں۔“

جو جہاد کا واقعی ارادہ رکھتا ہو تو وہ جہاد کی تیاری ضرور کرتا ہے:

﴿۴۳﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوجَ لَأَعَدُّوا لَهُ عُدَّةً وَلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ

اُنْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ۝ (۹-۴۶)

”اور اگر وہ (واقعہ جہاد میں) چلنے کا ارادہ کرتے تو اس کے لیے کچھ تیاری کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے جانے کو پسند نہیں کیا اس لیے ان کو توفیق نہیں دی اور یوں کہہ دیا گیا کہ اپاہج لوگوں کے ساتھ تم بھی یہاں دھرے رہو۔“

اے نبی! کفار اور منافقین سے سخت جہاد کریں:

﴿۴۴﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۝

(۹-۷۳)

”اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد کیجیے اور ان پر سختی کیجیے۔“

جہاد میں نہ جانے پر خوش ہونا اور گرمی سردی کے بہانے منافقوں کے حربے ہیں:

﴿۴۵﴾ فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُولِ اللّٰهِ وَكَرِهُوا اَنْ

يُجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي

الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ ۝ (۹-۸۱)

”یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے رسول اللہ کے (جہاد میں چلے جانے

کے) بعد اپنے بیٹھے رہنے پر اور ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنا ناگوار گزرا اور کہنے لگے کہ تم گرمی میں مت نکلو، آپ کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے۔“

منافقوں میں سے کھاتا پیتا طبقہ تو کچھ زیادہ ہی جہاد سے پیچھے رہتا ہے:

(۳۶) وَإِذَا أَنْزَلَتْ سُورَةٌ أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا الطُّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقَاعِدِينَ ۝ (۸۶-۹)

”اور جب کبھی کوئی ٹکڑا قرآن کا اس مضمون میں نازل کیا جاتا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ مل کر جہاد کرو تو ان میں سے مال دار طبقہ آپ سے رخصت مانگنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ اجازت دیجیے کہ ہم بھی یہاں ٹھہرنے والوں کے ساتھ رہ جائیں۔“

تاریکین جہاد مرد ہیں یا خانہ نشین عورتیں؟:

(۳۷) رَضُوا بِأَنْ يُكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ۝ (۸۷-۹)

”وہ (جہاد میں نہ جانے والے) خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگ گئی جس سے وہ سمجھتے ہی نہیں۔“

مجاہدین کو فلاح دنیوی و اخروی کی بشارت:

(۳۸) لَكِنَّ الرُّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ ۚ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (۸۸-۹، ۸۹)

”ہاں لیکن رسول اور آپ کی ہمراہی میں جو مسلمان ہوئے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا اور انہی کے لیے ساری خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں وہ ان میں ہمیشہ کور ہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔“
وہ لوگ جن پر جہاد فرض نہیں:

④۹ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يُنْفِقُونَ حَرَجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا اتَّوَكَّلُوا لَتَحْمِلَهُمْ قُلْتُ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ۝ (۹۱-۹۲)

”کمزوروں پر کوئی گناہ نہیں اور نہ بیماروں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کو (سامان جہاد کی تیاری میں) خرچ کرنے کو میسر نہیں، جب کہ یہ لوگ اللہ و رسول کے ساتھ خلوص رکھیں، ان نیکوکاروں پر کسی قسم کا کوئی الزام نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔ اور نہ ان لوگوں پر کہ جس وقت وہ آپ کے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ آپ ان کو (جہاد میں جانے کے لیے) سواری دے دیں اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جس پر تم کو سوار کر دوں تو وہ اس حالت میں واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ ان کو (جہاد میں) خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں۔“

دولت مندوں کا جہاد سے پیچھے رہنا:

⑤۰ إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا

بَانَ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (۹-۹۳)

”بس الزام تو صرف ان لوگوں پر ہے جو باوجود مالدار ہونے کے (پیچھے رہنے کی) اجازت مانگتے ہیں، وہ لوگ خانہ نشین عورتوں کے ساتھ رہنے پر راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی جس سے وہ جانتے ہی نہیں۔“

اللہ تعالیٰ اور مجاہدین کے مابین عجیب سودا:

۵۱) إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقٌّ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (۹-۱۱۱)

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی، وہ لوگ اللہ کی راہ میں مسلح جہاد کرتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توراۃ میں اور انجیل میں اور قرآن میں، اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔“

جہاد میں نہ جانے والے تین صحابی:

۵۲) وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ۝ (۹-۱۱۸)

”اور ان تین شخصوں کے حال پر بھی (توجہ فرمائی) جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا

گیا تھا (یعنی وہ تین حضرات جو جہاد میں شرکت نہ کر سکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قطع تعلق (بایکاٹ) کا حکم فرمایا) یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا (کی گرفت) سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اس کی طرف رجوع کیا جائے۔“

کیا تمہاری جان رسول اللہ کی جان سے زیادہ قیمتی ہے؟:

﴿۵۳﴾ مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطْئُونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوِّ نِيْلًا إِلَّا أَلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۹﴾ (۱۲۰-۹)

”مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو مدینہ کی طرف سے تھے ان کے گرد و پیش میں ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ (جہاد میں) اللہ کے رسول سے پیچھے ہٹتے اور نہ یہ (زیبا تھا) کہ اپنی جان کو ان کی جان سے (زیادہ) عزیز سمجھتے (کہ آپ تو جہاد میں تکالیف سہیں اور یہ آرام سے بیٹھیں)۔“

یہ (ساتھ جانا ضروری تھا) اس وجہ سے کہ ان کو جہاد میں جو پیاس لگی اور جو تھکاؤٹ ہوئی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لیے موجب غیظ ہوا ہو اور دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا بے شک اللہ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے۔“

قریب رہنے والے کفار کا صفایا پہلے کرو:

﴿۵۴﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ

وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً (۹-۱۲۳)

”اے ایمان والو! ان کفار سے مسلح قتال کرو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر شدت اور سختی پانا چاہیے۔“

جہاد مدارس، مساجد، خانقاہوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے:

۵۵) اِذْ لِلَّذِينَ يَقْتُلُونَ بِاَنَّهُمْ ظَلَمُوا ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝۱۰۰ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ يَقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفُتِنَتْ صَوَامِعُ وَبِيْعٌ وَصَلَوٰتٌ وَّمَسَاجِدُ يُذَكَّرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يُّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۱۰۱ (۲۲-۳۹، ۴۰)

”(گو اب تک بہ مصالح کفار سے لڑنے کی ممانعت تھی لیکن اب) ان لوگوں کو لڑنے کی اجازت دے دی گئی جن سے (کافروں کی طرف سے) لڑائی کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر (بہت) ظلم کیا گیا اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کے غالب کر دینے پر پوری قدرت رکھتا ہے، جو (بے چارے) اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے محض اتنی بات پر کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ (ہمیشہ سے) لوگوں کا ایک دوسرے سے زور نہ گھٹواتا رہتا تو (اپنے اپنے زمانوں میں) نصاریٰ کے خلوت خانے، اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) وہ مسجدیں جس میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے سب منہدم ہو گئے ہوتے اور بے شک اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے۔“

اللہ تعالیٰ قوت اور غلبہ والے ہیں:

۵۶) وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يُّنْصُرُهٗ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۱۰۱ (۲۲-۴۰)

”اللہ تعالیٰ ضرور بضرور اس کی مدد فرمائیں گے جو ان (کے دین) کی مدد

کرے گا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ قوت والے غلبہ والے ہیں۔“

ہم تمہیں ضرور آزمائیں گے:

﴿۵۷﴾ أَحْسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۝

وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ

الْكَاذِبِينَ ۝ (۲:۲۹)

”کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ

ہم ایمان لائے اور ان کو آزمایا نہ جائے گا؟ اور ہم تو ان لوگوں کو بھی

آزمائے چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (ظاہری

علم سے) جان کر رہے گا جو سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔“

ہم پر مجاہدین کی مدد کرنا لازم ہے:

﴿۵۸﴾ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۳۰-۳۷)

”اہل ایمان کی مدد کرنا ہم پر لازم ہے۔“

کفار کی گردنیں اڑادو:

﴿۵۹﴾ فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا

اَلْخَنَتُهُمْ فَشَدُّوا أَلْوَتَاكُ ۖ فَمَا مِنْكُمْ بَعْدُ وَإِنَّمَا فِدَاءُ ۚ حَتَّىٰ تَضَعَ

الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ (۴-۴۷)

”سو جب کفار سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو، یہاں تک

کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو پھر اس

کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دو اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دو جب تک کہ لڑنے

والے اپنے ہتھیار نہ ڈال دیں۔“

کفار کے لیے ہر قسم کی قوت جمع رکھو:

⑥۰ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ (۸-۶۰)

”اور ان کافروں کے لیے جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار اور پلے ہوئے گھوڑے اور دوسرا سامان درست رکھو کہ اس کے ذریعہ سے تم رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جن کو تم نہیں جانتے، ان کو اللہ ہی جانتا ہے۔“

وعدہ نصرت:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنْصُرُوا اللَّهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝ (۲۷-۱۷)

”اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے قدموں کو (میدان جہاد میں) جما دیں گے۔“

قتال کے نام سے منافقوں پر غشی طاری ہو جاتی ہے:

⑥۱ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۖ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُنْظَرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأُولَٰئِكَ لَهُمْ ۝ (۲۷-۲۰ تا ۲۴)

”اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے رہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نازل نہ ہوئی، سو جس وقت کوئی صاف صاف سورت نازل ہوتی ہے اور اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح (بھیانک

نگاہوں سے) دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو پس
عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے۔“

جہاد سے پرکھا جاتا ہے:

﴿۶۳﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجْتَهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ ۖ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ
أَخْبَارَكُمْ ۝ (۳۱-۳۲)

”اور ضرور بہ ضرورت تمہارا امتحان لیں گے تاکہ ظاہر کر دیں تم میں سے مجاہدین
کو اور ثابت قدم رہنے والوں کو اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کر لیں۔“

قتال میں کفار کی مغلوبیت کا قانون الہی قطعی اور ناقابل تنسیخ ہے:

﴿۶۴﴾ وَلَوْ قَاتَلَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَلَّوْا الْأَذْهَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا
وَلَا نَصِيرًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ
اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ (۲۸-۲۲، ۲۳)

”اور اگر لڑتے تم سے کفار تو یہ بات پکی ہے کہ وہ پشت دکھا کر بھاگتے پھر نہ
ان کو کوئی یار ملے گا نہ مددگار، اور اللہ تعالیٰ نے (کفار کے لیے) یہی دستور
رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے (کہ مقابلہ میں اہل حق غالب ہوتے ہیں
اور احیاناً کسی حکمت سے ان میں توقف ہونا غلبہ کے منافی نہیں۔)“

مجاہدین کفار کے لیے سخت اور مسلمانوں کے لیے نرم:

﴿۶۵﴾ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ
رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۝ (۲۸-۲۹)

”محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں پر
سخت ہیں آپس میں مہربان ہیں۔“

مجاہدین ہی صادقین ہیں:

﴿۶۶﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا
وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ
الصَّادِقُونَ ۝ (۱۵-۴۹)

”بے شک اصلی مومن تو وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے
پھر شک نہیں کیا اور اپنے مال و جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا، یہی
لوگ سچے ہیں۔“

مجاہدین اللہ کے محبوب ہیں:

﴿۶۷﴾ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَانَهُمْ بُنْيَانٌ
مَرْصُوصٌ ۝ (۴-۶۱)

”بے شک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے ان لوگوں کو جو اس کی راہ میں مسلح جہاد
کرتے ہیں اس طرح مل کر کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلا دیا
گیا ہے۔“

جہاد زبردست تجارت ہے:

﴿۶۸﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ
عَذَابِ أَلِيمٍ ۝ تُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ يَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسْكِنٌ
طَيِّبَةٌ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا
نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ ۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۶۱-۱۲۱)

”اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری نہ بتاؤں جو تم کو ایک دردناک

عذاب سے بچالے، تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ (جب ایسا کرو گے تو) اللہ تمہارے گناہ معاف کرے گا۔ اور تمہیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے، یہ بڑی کامیابی ہے اور (اس اخروی ثمرہ کے علاوہ) ایک اور ثمرہ (دنویہ) بھی ہے کہ تم اس کو بھی (خاص طور پر) پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتح یابی آپ (ان تمام امور کی) مومنین کو بشارت دے دیجیے۔“

ایٹمی دھماکا

وَعظ

فقیر العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۲۲ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ

نام: ایٹمی دھماکا

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

تاریخ طبع مجلد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وعظ

ایٹمی دھماکا

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ
وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يُّهْدِهِ اللّٰهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُّضِلِّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَخَدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَنَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ صَلَّى
اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ .

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .
وَلَا يَحْسِبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۚ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ۝ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ
مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهِ عَدُوَّ اللّٰهِ
وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخِرِيْنَ مِنْ ذٰوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفِّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ
لَا تَظْلَمُوْنَ ۝ (۸: ۵۹، ۶۰)

ایٹمی دھماکے:

ہندوستان کے جوہری (ایٹمی) دھماکوں کے جواب میں اسلام اور مسلمانوں کے
تحفظ کی خاطر پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کی خبر سن کر دل مسرت سے سرشار ہے۔ میں
نے جو دو آیتیں پڑھیں ہیں یہ اس موقع سے ایسی مناسبت رکھتی ہیں کہ گویا اسی موقع کے

لیے نازل ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم تو محیط ہے، انہیں قیامت تک کے حالات کا علم ہے اس لیے اس نے جو آیتیں نازل فرمائی ہیں قیامت تک کے حالات جیسے جیسے سامنے آتے جائیں گے ایسا لگے گا کہ یہ آیتیں ہیں ہی اسی لیے فرمایا:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبْقُوا ۖ إِنَّهُمْ لَا يُعْزِزُونَ ۝ (۵۹-۸)

دنیا بھر کے کافر خواہ وہ عیسائی ہوں یا یہودی، بدھ مذہب کے ماننے والے ہوں یا دھوتی اور چوٹی والے، بندر اور گائے کی پوجا کرنے والے، گائے کا پیشاب پینے والے ہندو، دنیا بھر کے کفار یہ خیال ہرگز ہرگز نہ کریں، اپنے ذہنوں سے یہ خیال نکال دیں کہ وہ مؤمن کی مار سے بچ کر کہیں بھاگ جائیں گے، یہ ضرب مؤمن سے ہرگز نہیں بچ سکتے، یہ ضرب مؤمن کو عاجز نہیں کر سکیں گے، ضرب مؤمن کے ساتھ اللہ کی مدد اور نصرت ہے، یہ مؤمن کی چوٹ سے ہرگز نہیں بچ سکتے۔ اگر یہ ایٹمی دھماکے کر کے سمجھتے ہیں کہ اس سے ہم مسلمانوں کو ڈرا دیں گے اور خود بچ جائیں گے ایسا ہرگز نہیں ہوگا یہ مسلمانوں سے نہیں بچ سکتے۔

وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِنْ دُونِهِمْ ؕ لَا تَعْلَمُونَهُمُ ؕ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَظْلَمُونَ ۝ (۶۰-۸)

جب پہلی آیت میں یہ فرما دیا ہے کفار مسلمانوں کی ضرب سے نہیں بچ سکتے تو ہو سکتا تھا کہ مسلمان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہیں کہ جب اللہ ہمارے ساتھ ہے تو ہمیں لڑنے کی کیا ضرورت؟ اللہ خود ہی لڑتا رہے گا جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا:

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ۝ (۲۴:۵)

موسیٰ! آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ ہو سکتا تھا کہ بعض مسلمان ایسے کرنے لگتے اس لیے دوسری آیت میں اس پر تنبیہ فرمائی ہے کہ بے

شک کا فرضب مؤمن سے ہرگز نہیں بچ سکیں گے لیکن اس کے لیے یہ بھی تو شرط ہے کہ مؤمن کچھ کام کریں۔

مؤمن کا کام قوت جمع کرنا:

مومنوں کو کام یہ کرنا ہے جتنی قوت اور جتنا اسلحہ ہو سکے وہ کافروں کو مارنے کے لیے تیار رکھیں اور ان کا مظاہرہ بھی کریں جیسے ایٹمی دھماکے کر کے مسلمانوں نے اپنی قوت کا مظاہرہ کیا ہے:

تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ

اللہ کے دشمنوں کو اپنی قوت اور اسلحہ کے مظاہرے سے ڈراؤ، مظاہرہ نہیں کریں گے تو وہ ڈریں گے کیسے؟

ایٹمی دھماکے اور ہندوؤں کی دھوتیاں:

کل جب ایٹمی دھماکوں کی خبر ہندوستان پہنچی تو پوری قوم الٹ پلٹ ہونے لگی، یہ حال تو ابھی دھماکوں کی خبر سن کر ہو رہا ہے اور جب کہیں ایٹم بن لگا ہندوستان کی چوٹی پر پھر تو کچھ نہ پوچھئے، دھوتی دھلانا پڑے گی، گنگا میں جا کر اپنی دھوتیاں دھوئیں گے۔ فرمایا:

تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ

جتنی قوت اور اسلحہ ہو سکے جمع کرو اور ان کا مظاہرہ کر کے کافروں کو ڈراؤ۔ ایسا لگ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کل کے دھماکے کے بارے میں اتاری ہے۔ آگے فرمایا:

وَاٰخِرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ؕ اللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ

نام نہاد مسلمانوں (منافقین) کو بھی ڈراؤ:

ہندو، یہودی اور عیسائی وغیرہ تو کھلے دشمن ہیں انہیں تو ڈراؤ ہی ساتھ ہی ساتھ ان

دشمنوں کو بھی ڈراؤ جو تمہارے ساتھ ہیں اور مسلمان کہلاتے ہیں لیکن وہ درحقیقت جہاد اور مجاہدین کے دشمن ہیں تم انہیں نہیں جانتے اللہ انہیں جانتا ہے ان کو بھی ڈراتے رہو۔ قرآن مجید کی تفسیر میں اٹھا کر دیکھ لیں مفسرین لکھتے ہیں ”وآخرین من دونہم“ سے مراد منافقین ہیں جو جہاد میں نہیں جاتے تھے، خود کو مسلمان ظاہر کرتے تھے لیکن اندر ہی اندر جہاد اور مجاہدین کے خلاف سازشیں کرتے تھے، لوگوں کو جہاد سے روکتے تھے کہ جہاد کے لیے مت نکلو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا مسلمانوں کو متنبہ فرمایا کہ گو یہ کہنے کو مسلمان ہیں لیکن یہ بھی ہندوؤں، یہودیوں اور عیسائیوں جیسے ہیں انہیں بھی ڈراؤ۔ جس طرح دوسرے کافر ضرب مومن سے نہیں بچ سکیں گے یہ بھی ضرب مومن سے نہیں بچ سکیں گے۔

مالی وسعت کا وعدہ:

ایٹمی دھماکے کرنے سے ملک کو سب سے بڑا خطرہ یہ تھا کہ ملک میں کفایت شعاری نہ رہے گی، مال کی کمی ہو جائے گی، تنگدستی آجائے گی اور یہ سب تو صرف دھماکے کرنے سے ہوگا، آگے بڑھ کر جب ہندوستان اور امریکا وغیرہ پر حملہ کریں گے تو اس وقت تو مال اور بھی زیادہ خرچ کرنا پڑے گا مزید مالی تنگی محسوس ہوگی ان سب توقعات، ان سب خطرات کا ازالہ کرتے ہوئے جہاد میں ہمت بڑھانے کے لیے اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک نسخہ اور بھی بڑھا دیا۔ ایسا لگ رہا ہے کہ اس آیت کا ایک ایک جزء آج ہی کے حالات سے متعلق ہے، فرمایا:

وَمَا تَنْفَقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ

جہاد میں جو کچھ خرچ کرو گے وہ ضائع نہیں جائے گا سب کا سب تمہیں دنیا ہی میں مل جائے گا۔ ”وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ“ اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا، ایسا نہیں ہوگا کہ ایٹمی دھماکے کرنے اور جہاد کرنے سے بھوکوں مرنے لگو ہرگز ایسا نہیں ہوگا ہوشیار رہو کوئی تنگی

نہیں آئے گی۔

سات سو گنا زائد مالی امداد کا وعدہ:

اس آیت میں یہ جو فرمایا ہے کہ جو خرچ کرو گے وہ تمہیں پورے کا پورا دے دیا جائے گا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ جتنا خرچ کیا ہے اتنا ہی دیا جائے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنی مقدار بڑھا کر دینے کا وعدہ فرمایا ہے وہ مقدار پوری دی جائے گی، اس میں کمی نہیں کی جائے گی۔ اس کی تفصیل قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کم از کم سات سو گنا تو دے ہی دیتے ہیں۔

مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ
سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٌ ۗ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ
وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (۲-۲۶۱)

کم از کم سات سو گنا تو مل ہی جاتا ہے اور جس کے لیے اللہ تعالیٰ چاہیں جتنا بڑھا دیں آخر کی کوئی حد متعین نہیں۔

وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ

اگرچہ اس آیت میں اجر آخرت کا ذکر ہے مگر دوسرے دلائل سے ثابت ہے کہ فی سبیل اللہ خرچ کرنے سے دنیا میں بھی مال بڑھتا ہے اور جہاد میں وقت لگانے سے بھی مال میں بہت زیادہ برکت اور حیرت انگیز ترقی ہوتی ہے۔

میرے وعظ ”ہر پریشانی کا علاج“ کے آخر میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصہ ہے، قصہ تو لمبا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جہاد میں خرچ کرنے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کے مال میں اتنی برکت عطا فرمائی کہ ان کا کل ترکہ ایک لاکھ درہم کا بھی نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے بڑھا کر تقریباً چھ کروڑ کے برابر بنا دیا۔

فقر وفاقہ کے خوف سے جہاد چھوڑنا جائز نہیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ ط (۹-۲۸)

اللہ کے دشمنوں کی طرف سے مدد بند ہو جانے کی صورت میں مسلمان فقر وفاقہ سے ہرگز نہ ڈریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کی خاطر اللہ کا دین دنیا پر قائم کرنے کے لیے کافروں سے تعلقات منقطع کر لیے اور کافروں کی طرف سے مدد نہیں ملتی تو فقر وفاقہ سے مت ڈرو فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ اللہ تعالیٰ بہت جلد ہی اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا اس لیے اللہ کے لیے دشمنوں سے تعلقات منقطع کرتے ہوئے فقر وفاقہ کا خوف ہرگز ہرگز کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں۔

صبر و تقویٰ کے سامنے دشمن کا ہر مکرنا کام ہوگا:

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ط (۳-۱۲۰)

اگر تم اللہ کے دین پر مضبوط رہو اور اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو تو کافروں کا کوئی مکر، کوئی تدبیر، کوئی فریب تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے ہیں۔ بنیادی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچنے بچانے کی کوشش کی جائے۔ جہاد کی تیاری نہ کرنا، جہاد میں نہ نکلنا اور دوسروں کو نکالنے کی کوشش نہ کرنا یہ بھی اسی نافرمانی میں داخل ہے۔ دوسری نافرمانیوں کے ساتھ ساتھ جہاد میں غفلت کی نافرمانی بھی چھوڑیں تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی۔

جہاد کرنے اور اس میں مال خرچ کرنے پر ظاہری امداد اور مالی وسعت کے یہ سب وعدے اللہ کے ہیں پھر بھی اگر کسی مسلمان کو ان پر اعتماد نہیں تو وہ خود کو مسلمان کہلاتا ہی کیوں ہے؟ اسلام چھوڑ دے کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لے۔ یا اللہ! تو اپنی رحمت سے

ہر مسلمان کو اپنے وعدوں پر یقین کامل عطاء فرما۔

ایٹمی دھماکے اور ہماری ذمہ داریاں:

اب جب کہ مسلمانوں نے ایٹمی دھماکے کر کے اپنی قوت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے حکومت اور عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ چند امور کا اہتمام کریں:

① امریکا کی غلامی سے آزادی۔

② گناہوں سے بچنے بچانے کی کوشش۔

حکومت پر فرض ہے کہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانیوں سے توبہ کا اعلان کرے اور عوام کو بھی ہر قسم کی نافرمانی چھوڑنے پر مجبور کرے۔

③ عوام کو دعوت جہاد۔

④ دینی مدارس میں جہاد کی تربیت۔

⑤ شیخ حذیفی کی صدائے جہاد۔

اب ان میں سے ہر نمبر کی قدرے تفصیل سن لیں۔

① امریکا کی غلامی سے آزادی:

حکومت پاکستان نے اب جو یہ رویہ اختیار کیا ہے کہ امریکا کے شکنجے سے نکل گیا ہے یہ کام کئی سال پہلے پاکستان بنتے ہی فوراً کرنا چاہیے تھا:

الاسلام یعلو ولا یعلیٰ

اسلام ہمیشہ غالب رہے گا کبھی بھی کسی کے سامنے جھکے گا نہیں۔ کفار کی بیرونی طاقتیں خواہ وہ مغربی ہوں یا مشرقی کہیں کی بھی ہوں، مالی اعتبار سے یا کسی بھی دنیوی مفاد کے اعتبار سے ان کے سامنے جھکنا اسلام کی غیرت کے خلاف ہے، یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ مسلمان کافر کے سامنے جھکے:

وَلَنْ يُّجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا (۴-۱۴۱)

اللہ ہرگز ایسا نہیں کرے گا کہ کافروں کو مؤمنوں پر مسلط کر دے یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ پاکستان کی حکومت اور عوام مسلمان ہو کر کافروں سے اتنے سال کیوں ڈرتے رہے، ان کے دست نگر کیوں رہے، ان کی چا پلوسی کیوں کرتے رہے، انہیں تو چاہیے تھا کہ پہلے ہی دن کافروں کے شکنجے سے نکل جاتے مگر خیر یہ کام اب بھی ہو گیا تو چلیے غنیمت ہے ع وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

اللہ تعالیٰ نے اغیار سے پٹو اپٹو کر اتنی سی عقل دے دی کہ اب کفار کے شکنجے سے نکل گئے۔ اگرچہ مار کھا کھا کر عقل آئی لیکن بہر حال آ تو گئی، فالحمد لله علی ذلک دیکھیں اگر کسی کی بیوی بد چلن، بد کردار، بد معاش، کافرہ، فاسقہ و فاجرہ ہو تو اس کو چاہیے تھا کہ اس کے ساتھ شادی ہی نہ کرتا اور اگر پہلے معلوم نہیں تھا تو جو نہی پتا چلا اسے فوراً چھوڑ دیتا لیکن اگر وہ اسے چھوڑے نہیں بلکہ ہر وقت اس کے ناز و نخرے برداشت کرے، لیلیٰ لیلیٰ کرتا رہے، ہائے بیگم ناراض نہ ہو جائے، ہائے میری لیلیٰ ناراض نہ ہو جائے، اس کی چپلیں کھاتا رہے، کر چھلی کھاتا رہے، وہ پٹائی لگائے تو کہے ”ضرب الحبيب ذیبت“ دوست کی مار تو کشمش جیسی میٹھی ہوتی ہے، بیگم کی پٹائی کھاتا رہے اسے طلاق نہ دے بالآخر وہ بیگم خود ہی روٹھ کر بھاگ جائے تو کیا کہیں گے؟ یہی ناکہ چلیے غنیمت جان تو چھوٹ گئی۔ سو یہی حال یہاں حکومت اور عوام کا ہے کہ کتنے سال امریکا سے پٹائی کھاتے رہے مگر اسے چھوڑتے نہیں تھے چلیے غنیمت ہے کہ اب امریکا نے انہیں چھوڑ دیا لیکن تعجب کی بات ہے کہ اب بھی جبکہ امریکا نے انہیں چھوڑ دیا ہے حکومت کے سربراہ اپنے بیانون میں چیخ رہے ہیں کہ ہائے امریکا نے ہمیں چھوڑ دیا، ہائے امریکا نے ہماری مدد نہیں کی، امریکا ہندوستان کی مدد کر رہا ہے، امریکا ہماری مدد نہیں کر رہا، جھٹھے تو یہ بات سن کر ہی شرم آتی ہے۔ ارے! تم امریکا کو چھوڑو، بجائے اس کے کہ امریکا تمہیں چھوڑے تم خود امریکا کو چھوڑو۔ واویلا کرنے کا مطلب تو یہ ہوا کہ اگر امریکا پتھر مدد کو آ جائے تو کہیں گے ہاں ہاں بیگم شاباش شاباش آ جا آ جا۔

اللہ کرے جس طرح امریکا نے انہیں چھوڑ دیا ہے ایک ایک کر کے دنیا کے تمام کافر ممالک انہیں چھوڑ جائیں، ساتھ رہیں تو صرف اللہ اور مسلمان۔ میں بہت مدت پہلے کہہ چکا ہوں کہ جب تک پاکستانی پوری دنیا سے نہیں کشیں گے یہ اللہ سے نہیں جڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ شروع کر دیا ہے، ان کا سب سے بڑا ”اللہ“ امریکا انہیں چھوڑ کر بھاگ گیا ہے الحمد للہ۔

امریکا جلتا دیکھیں گے:

مجاہدین نے کیا خوب کہا ہے۔

کل روس بکھرتے دیکھا تھا اب انڈیا ٹوٹا دیکھیں گے
ہم برق جہاد کے شعلوں سے امریکا جلتا دیکھیں گے

یہ جو میں کہتا رہتا ہوں کہ ہم عنقریب امریکا پر حملہ کریں گے اور وہاں ہماری اسلامی حکومت ہوگی شاید کچھ لوگوں کو اس پر تعجب ہوتا ہوگا کہ ہم امریکا پر حملہ کیسے کر سکتے ہیں؟ بھلا اتنی بڑی سپر طاقت امریکا پر بھی کوئی حملہ کر سکتا ہے؟ اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے تو یہ سوچ لیا کریں کہ روس کی طاقت تو امریکا سے بھی زیادہ تھی مجاہدین نے اس کا کیا حشر کیا۔ روس کی طاقت امریکا سے بھی زیادہ تھی چنانچہ جہاں امریکا اور روس کی سرحد ملتی ہے وہاں پر روس کچھ ایسی لہریں چھوڑتا تھا کہ امریکا پریشان ہو جاتا کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ امریکا روس سے بہت ڈرتا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے امریکا سے بھی بڑی طاقت کو نہتے مجاہدین کے ہاتھوں چاقوؤں، چھریوں، درانتیوں اور کلہاڑیوں کے ذریعہ تباہ و برباد کر دیا تو امریکا کیا چیز ہے؟ ژا اور چھاؤنی میں اب تک وہ چھریاں، درانتیاں، چاقو اور کلہاڑیاں عبرت کے لیے رکھی ہوئی ہیں جن سے جہاد افغانستان کی ابتداء ہوئی اور بالآخر روس ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ امریکا پر حملہ کرنے اور پوری دنیا پر امارت اسلامیہ قائم کرنے کے لیے عزائم بلند کریں۔

ارادے جن کے پختہ ہوں نظر جن کی خدا پر ہو
 طلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے
 قرآن پر تو آج کے مسلمان کا ایمان رہا ہی نہیں غزوہ بدر میں کافروں سے
 مسلمانوں کا مقابلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کیسے فتح نصیب فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا
 ارشاد ہے:

يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَأَى الْعَيْنِ ۚ (۳-۱۳)

یہ ارشاد غزوہ بدر کے بارے میں ہے۔ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دو گنا سمجھ رہے
 تھے اور مسلمان کافروں کو اپنے سے دو گنا سمجھ رہے تھے، عجیب بات ہے حالانکہ مسلمان
 تین سو تیرہ اور کفار ایک ہزار سے بھی زیادہ یعنی تین گنا سے بھی زیادہ تھے لیکن مسلمانوں
 کو دو گنا نظر آ رہے تھے اسی بارے میں فرمایا کہ دو گنا نظر آنا غور و فکر سے نہیں تھا بلکہ کھلم
 کھلا دو گنا نظر آ رہے تھے۔ ایسا اس لیے کیا کہ اگر تین گنا سے بھی زیادہ نظر آتے تو
 مسلمانوں کو شاید کچھ فکر ہوتی لیکن جب دو گنا نظر آئے تو فکر نہ رہی اس لیے کہ دو گنا تو
 مسلمان کی مار (ریخ) کے تحت ہے ہی۔ ایک مسلمان کے مقابلے میں دو کافر مسلمان کی
 ریخ میں ہیں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۚ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ

يَغْلِبُوا أَلْفَيْنِ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ (۸-۶۶)

اسی لیے اگر ایک مسلمان کے مقابلے میں دو کافر ہوں اور وہ مسلمان بھاگ جائے
 تو اس کو گرفت ہوگی، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب ہوگا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
 مطمئن تھے کہ یہ ہم سے دو گنا ہی تو ہیں حساب پورا پورا ہے جب کہ دوسری طرف کافر
 مسلمانوں کو اپنا دگنا دیکھ رہے تھے، حالانکہ وہ تہائی سے بھی کم تھے اور یہ سب کچھ خواب
 میں نہیں بلکہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اس لیے کافر مرعوب ہو رہے تھے۔ الغرض
 جس اللہ نے اپنی قدرت سے صحابہ کرام کو فتح نصیب فرمائی اس اللہ کے لیے امریکا کو تباہ

کرنا کیا مشکل ہے۔ امریکا کی تباہی کو مشکل سمجھنے والے اسے مشکل نہ سمجھیں روس کا معاملہ سامنے ہی ہے۔ اپنے عزائم بڑھائیں، اللہ تعالیٰ سے دعا کریں، ان پر نظر رکھیں، ان کی نافرمانیوں سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں تو ان شاء اللہ جلدی سے امریکا پہنچ جائیں گے۔

مغربی جزیرہ میں مرکز الجہاد:

مغربی ممالک کے سفر سے میرا مقصد تھا ”اللہ کے باغیوں کو صحیح مسلمان بنانا“ اس تحریک کے اسباب اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج کی تفصیل میرے وعظ ”اللہ کے باغی مسلمان“ میں ہے، اس وعظ کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس وعظ سے لوگوں کو بہت فائدہ ہو رہا ہے، اسے پڑھ کر بے شمار لوگ دنیا و آخرت کی جان لیوا پریشانیوں سے نجات پا کر انتہائی سکون کی زندگی بسر کر رہے ہیں، سن ۱۴۱۵ ہجری کے اس سفر میں ویسٹ انڈیز کے جزیرہ باربڈوز جاتے ہوئے رفقاء نے بتایا کہ جہاز میں رکھے ایک رسالہ میں لکھا ہوا تھا کہ ایک جزیرہ فروخت ہو رہا ہے اس کا پتا وغیرہ بھی لکھا تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ اس کا پتا وغیرہ بتاؤ ہم وہ جزیرہ خریدیں گے۔ ساتھی کہنے لگے کہ ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہم اسے خریدیں گے؟ پتا وغیرہ تو ہم نے لکھا ہی نہیں۔ میں نے انہیں اس غفلت پر تنبیہ کی اور دعا کی کہ یا اللہ! واپسی میں وہی رسالہ مل جائے ساتھ ہی ساتھ ساتھیوں کو تاکید بھی کر دی کہ واپسی میں اس رسالہ کا خیال رکھیں۔ میرا خیال تھا کہ اس جزیرہ پر ہماری حکومت ہوگی تو ہم وہاں سے پوری دنیا میں اسلام کی حکومت قائم کرنے کا کام شروع کریں گے، اسے مرکز الجہاد بنائیں گے واپسی میں وہی رسالہ جہاز میں مل گیا مگر اس میں لکھا ہوا تھا کہ جزیرہ فروخت کر رہے ہیں مگر اس کی حکومت نہیں دیں گے۔ میں نے کہا جب حکومت نہیں دیں گے تو ایسا جزیرہ خریدنے سے کیا فائدہ؟ بہر حال اللہ تعالیٰ کے ہاں تو نیاں بھی لکھی جاتی ہیں، عزائم بلند رکھا کریں، نیت بلند رکھا

کریں اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔ امریکا کی شکست کچھ بعید نہیں اس کی بزدلی کا تو یہ حال ہے کہ ذرا سی بات ہوئی تو اس نے یہاں اسلام آباد سفارت خانے کے گرد خندقیں کھود لیں۔ مجاہدین کہتے ہیں کہ مصلحت یہی ہے کہ جو امریکی پاکستان میں ہیں انہیں کچھ نہ کہا جائے، اگر یہ مصلحت نہ ہوتی تو ہم ان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے، ان کی خندقیں یونہی پڑی رہ جاتیں، مجاہدین کے عزائم اتنے بلند ہیں۔ دوسری طرف سعودی عرب میں دیکھیں وہاں جن امریکی افواج نے محاصرہ کیا ہوا ہے انتہائی معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ شیخ حذیفی کی تقریر سن کر انہوں نے وہاں سے بھاگنا شروع کر دیا ہے۔

② گناہوں سے بچنے بچانے کی کوشش:

حکومت پر فرض ہے کہ وہ خود بھی ہر قسم کی نافرمانی چھوڑے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے توبہ کا اعلان کرے اور عوام کو بھی ہر قسم کی نافرمانیاں چھوڑنے پر مجبور کرے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑیں گے جہاد میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي
الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ
الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي
وَلَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الْفَاسِقُونَ ٥ (۲۴-۵۵)

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جب سے ہم نے دنیا کو پیدا کیا ہے اس وقت سے ہمارا یہ دستور رہا ہے کہ اگر تم عقائد صحیح کر لو، ایمان پکا کر لو اور اعمال کو درست کر لو تو ہم پوری دنیا پر تمہیں حکومت عطا کریں گے۔ اعمال درست کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر قسم کی نافرمانیاں چھوڑ دو۔ اگر کوئی شخص خود نافرمانی چھوڑ دے لیکن دوسروں سے نافرمانیاں چھڑوانے کی کوشش نہ کرے تو وہ بھی برابر کا مجرم ہے۔ کیوں کوشش نہیں کرتا؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدے سے بڑھ کر کس کا وعدہ ہو سکتا ہے، فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے عقائد صحیح کر لو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دو تو پوری دنیا پر تم حکومت کرو گے اور میرا یہ دستور صرف تمہارے لیے نہیں بلکہ جب سے میں نے دنیا پیدا کی ہے میرا یہی دستور ہے، پھر تم بلا خوف و خطر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو گے اور اگر تم نے پھر وہی فسق و فجور شروع کر دیا تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ دوسری جگہ فرمایا:

وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ (۱۳۹-۳)

اگر تم پکے مومن بن جاؤ تو ہمیشہ تم ہی غالب ہو گے۔ پکا مومن وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کبھی تصور بھی نہ کرے، کبھی غلطی ہو جائے تو فوراً توبہ کرے۔ غالب ہونا صرف اسی پر منحصر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق قائم کریں، پکے مومن بنیں اور ہر قسم کی نافرمانیاں چھوڑ دیں، ہر شخص پر لازم ہے کہ اپنے اعمال کی اصلاح کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ کرے اور ساتھ ہی ساتھ جتنا ہو سکے دوسروں کو بھی بد اعمالیوں سے، منکرات و فواحش سے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچانے کی کوشش کرے، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

غزوہ حنین میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ذرا سی غلطی ہو گئی تو آئی ہوئی مدد واپس چلی گئی، پانسہ پلٹ گیا۔ ایسے ہی غزوہ احد میں ذرا سی غلطی ہو گئی تو آئی ہوئی مدد واپس چلی گئی اور ستر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شہید ہو گئے۔ ذرا سی کوتاہی ہو گئی تو اللہ کی رحمت بدل گئی۔ جب صحابہ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا تو ہم اور آپ کیا چیز ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ جہاد میں کامیابی کی کلید اور مفتاح اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا ہے، اللہ تعالیٰ وظیفوں سے راضی نہیں ہوتے وہ راضی ہوتے ہیں ترک منکرات سے، جہاد کی تیاری نہ کرنا بھی کبیرہ گناہ ہے، جو تیاری نہیں کرتے انہیں بھی سمجھائیں۔ اس کبیرہ گناہ سے بھی بچنے بچانے کی کوشش کریں۔

③ عوام کو دعوت جہاد:

ایٹمی دھماکوں کے حوالے سے حکومت کی تیسری ذمہ داری یہ ہے کہ وہ عوام کو جہاد کے لیے تیار کرنے کی غرض سے جگہ جگہ ہر ہر شہر، ہر ہر قصبے میں جہادی جلسوں کا انتظام کرے اور ان میں پرانے پرانے مجاہدین اور جہاد کی تنظیموں کے بڑوں کو دعوت دے خواہ پاکستان کے ہوں یا افغانستان کے، کشمیر کے ہوں یا دنیا کے کسی بھی ملک کے، شاید آپ لوگوں کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پوری دنیا میں جہاد کی ”تخطیطات“ ہو گئی ہیں، پوری دنیا میں جہاد کے خطوط پھیل چکے ہیں، حکومت کا فرض ہے کہ اگر وہ خود بھی اللہ کے عذاب سے بچنا چاہے اور مسلمانوں کو بچانا چاہے تو اس کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ جہاد کے نام سے جلسے قائم کرے اور اس میں میلادی مولویوں کو دعوت دینے کی بجائے مجاہدین کے قائدین کو، حرکت الانصار کے قائدین کو، طالبان کے قائدین کو شیخ اسامہ اور ان کے رفقاء کو دعوت دیں، جب یہ حضرات جہاد پر بیان کریں گے تو ان کی تقریروں کا اثر ہوگا۔ ایسے ہی بیٹھے بیٹھے کام نہیں چلے گا کہ ایٹمی دھماکے کر دیے اور بیٹھ گئے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر۔

④ دینی مدارس میں جہاد کی تربیت:

حکومت پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ دینی مدارس میں زیادہ سے زیادہ عسکری تربیت گاہیں قائم کرنے اور دینی مدارس کے طلبہ کو مسلح کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تعاون کرے۔ پوری دنیا نے دیکھ لیا اور اب یہ حقیقت کسی سے چھپی نہیں رہی کہ افغانستان سے روس کو بھگانے، روس کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور روس پر ایسی کاری ضرب لگانے کہ وہ قیامت تک کبھی اٹھنے کا تصور بھی نہ کر سکے یہ کام اللہ تعالیٰ نے دینی مدارس کے مسکین نہتے طلبہ سے لیا ہے، پوری دنیا کو یہ حقیقت معلوم ہے۔

طالبان کیا ہیں؟

شاید لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ طالبان کیا چیز ہیں؟ طالبان فارسی میں طالب کی جمع ہے اور طالب سے مراد یہی طالب علم دین ہے۔ عربی میں طالب کی جمع طلبہ ہے۔ سو یہ طالبان کوئی نئی چیز نہیں بلکہ یہ دینی مدارس میں چٹائیوں پر بیٹھ کر پڑھنے پڑھانے والے وہ مسکین نہتے طلبہ ہیں جنہوں نے شروع میں کچھ تربیت حاصل کیے بغیر جب ان کے پاس اسلحہ بھی نہیں تھا چاقو، چھریاں، درانتیاں اور کلہاڑیاں لے کر اللہ کے نام پر نکل پڑے، جب میدان میں نکل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے دشمن کا کیسے کیسے جدید اور خود کار اسلحہ، بمبار طیارے اور ٹینک ان کے ہاتھ میں دے دیے اور آج یہ طلبہ ایسے ماہر ہو گئے کہ کیسے کیسے زبردست جنگی جہازوں کو گرا رہے ہیں۔ ضرب مؤمن کے تازہ شمارہ میں اس روسی جہاز کی تصویر ہے جسے ملایا محمد نے مار گرایا تھا۔ ملایا محمد کون ہیں ذرا ان کا تعارف کروادوں تاکہ آپ کو پتا چلے کہ اللہ تعالیٰ کیسے کیسے لوگوں سے اتنے بڑے بڑے کام لے رہے ہیں۔

ملایا محمد:

جب ہم ہرات گئے اس وقت ملایا محمد ہرات کے والی تھے۔ والی کہتے ہیں گورنر کو، اس وقت وہ غزنی کے گورنر ہیں۔ جب وہ ہرات میں مجھ سے ملنے آئے تو ان کی ظاہری حالت یہ تھی کہ گریبان میں نیچے کاٹن اوپر کے چاک (کاج) میں لگا ہوا تھا۔ گورنر صاحب کی یہ صورت تھی۔ مجھے ان کی یہ ہیئت اتنی اچھی لگی کہ آج تک اس کا اثر میرے دل و دماغ پر ہے اور میں حفلة العلماء (علماء و طلبہ کی مجلس) میں ان کی نقل اتارتا رہتا ہوں، اس سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے اور میں یہ نقل اتارنے میں اپنے لیے بہت بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔ واہ ملایا محمد واہ۔ یہ ہیں ملایا محمد روس کے بمبار طیاروں کو گرانے والے۔ افغانستان کے بڑے بڑے وزراء اور بہت ہی جلیل القدر مناصب رکھنے والے حضرات یہاں ملاقات کے لیے تشریف لاتے رہتے ہیں مگر مجھے ان کے نام و مناصب

میں سے کچھ بھی یاد نہیں رہتا جبکہ ملایا محمد کا نام، ان کا منصب، ان کی صورت اور ان کی وہ مخصوص ہیئت آج بھی مجھے یاد ہے حالانکہ تین سال گزر چکے ہیں۔ اس طرف جانے والوں کے ذریعہ ان کو سلام بھی بھیجتا رہتا ہوں۔

ایک تو ملایا محمد کا اپنا مقام و منصب پھر دوسری بات یہ کہ وہ مجھ سے محبت و عقیدت کی وجہ سے مجھ سے ملاقات کے لیے آئے تھے، تیسری بات یہ کہ وہاں اس وقت بڑے بڑے علماء و مجاہدین کا بہت بڑا مجمع تھا، ان سب محرکات کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ کچھ بن سنور کر تشریف لاتے مگر ع

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا
یہ اللہ کے دیوانے اللہ کے دشمنوں کی گردنیں اڑانے اور اللہ کی خاطر جانیں لینے
اور اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز رہتے ہیں ع
خلقے پس دیوانہ و دیوانہ بکارے
اس دیوانگی پر دنیا بھر کی فرزانگی قربان۔

من این علم و فراست با پر کاہی نمی گیرم
کہ از تیغ و سپر بیگانہ سازد مرد غازی را
بغیر نرخ این کالا بگیرد سود من افتد
بضرب مومن دیوانہ دہ ادراک رازی را
”میں اس علم و فراست کو خشک گھاس کے ایک تنکے کے عوض لینے کو بھی تیار
نہیں جو مرد مجاہد کو تیغ و سپر سے بیگانہ کر دے، تو پوری دنیا کے خزانے لٹا کر
بھی یہ دولت حاصل کر لے تو سستی ہے، مومن دیوانہ کی ضرب سے ان لوگوں
کو بھی سبق پڑھا دو جو جہاد کو چھوڑ کر بزعم خود امام رازی بنے بیٹھے ہیں۔“

ایسے ایسے مسکین اور نہتے طلبہ سے اللہ تعالیٰ نے روس جیسی طاقت کے پرچے
اڑا دیے کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ روس دوبارہ پہلی حالت میں آ سکتا ہے، وہی روس

جس کے تصور سے امریکا پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا طالبان نے انہیں کا جوتا انہیں کے سر پر مارا، مجاہدین کے پاس اسلحہ ہی کیا تھا چاقو، درانتیاں، چھریاں اور کلہاڑیاں، ژ اور چھاؤنی میں یہ سب چیزیں ابھی بھی رکھی ہوئی ہیں جن سے جہاد افغانستان شروع ہوا، اللہ تعالیٰ نے انہی کے جنگی جہاز، ان کے ٹینک، انہی کے میزائل وغیرہ چھین چھین کر انہیں کے سر پر لگوائے یقین رکھیں کہ اقوام متحدہ ہو یا یورپ، انگلینڈ ہو یا امریکا، کینیڈا ہو یا فرانس جہاں جہاں بھی یہود و نصاریٰ کی فوجیں ہیں ان شاء اللہ ان سب کا یہی حشر ہوگا۔

خلیج عرب میں کفار کی جو فوجیں کھڑی ہوئی ہیں اور اخبار میں دکھایا گیا ہے کہ وہ اتنے کم فاصلے پر ہیں کہ کسی بھی وقت پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو اپنے جہاز بھیج کر تباہ کر سکتی ہیں اور ان کے بحری بیڑے جن پر کئی کئی جنگی جہاز کھڑے ہوئے ہوئے ہیں وہ وہاں گردش کر رہے ہیں اور پورے عرب کا احاطہ کیے ہوئے ہیں ان شاء اللہ یہ سب مجاہدین طالبان کو ملیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ روس کے حالات سے کچھ عبرت حاصل کریں روس کے بڑے بڑے جنگی جہاز اور اسلحہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے لے کر طلبہ کے ہاتھوں میں دے دیے اور آج طلبہ انہی کے طیاروں سے انہی پر بمباری کر رہے ہیں۔ اگر مسلمان اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیں اور دینی مدارس کے طلبہ کی تربیت میں زیادہ سے زیادہ تعاون کریں تو یہ طالبان روس کی طرح ان بڑی بڑی طاقتوں کے بھی بنجے ادھیڑ دیں گے۔ طالبان سے میری مراد صرف افغانستان ہی کے طلبہ نہیں پاکستان کے طلبہ بھی ہیں، جب افغانستان کے طالبان یہ کام کر سکتے ہیں تو پاکستان کے طالبان یہ کام کیوں نہیں کر سکتے، ضرور کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، اور پھر یہ نہیں کہ یہاں کے طالبان الگ ہوں گے اور وہاں کے طالبان الگ بلکہ یہ سب مل کر پوری دنیا پر اسلامی حکومت قائم کریں گے اس لیے کہ امارت اسلامیہ تو پوری دنیا پر ایک ہی ہوا کرتی ہے سب مجاہدین کا ایک ہی ”لشکر محمدی“ ہوگا اور دنیا میں امارت اسلامیہ کا ایک ہی مرکز ہوگا اور ایک ہی امیر المؤمنین۔

الغرض حکومت کی خیریت اسی میں ہے کہ اگر وہ واقعہ ملک کو بچانا چاہتی ہے تو وہی نسخہ استعمال کرے جو اللہ تعالیٰ نے روس کو تباہ کرنے کے لیے دیا یعنی دینی مدارس کے طلبہ کو زیادہ سے زیادہ عسکری تربیت دینے اور طلبہ کو زیادہ سے زیادہ مسلح کرنے میں بھرپور تعاون کرے۔ مدارس دینیہ میں تربیت گاہیں قائم کرنے میں حکومت اپنی پوری قوت اپنی پوری توانائیاں صرف کرے تاکہ جیسے روس کے خلاف دینی مدارس کے طلبہ نے تباہی مچادی اسی طرح امریکا کو بھی تباہ و برباد کر دیں، ان شاء اللہ تعالیٰ امریکا کی تباہی انہی طلبہ کے ہاتھوں سے ہوگی۔

خیر کی تباہی:

یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ (۵۹-۲)

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے ہیں کہ یہودیوں کے بارے میں تمہارے وہم گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ یہودی مدینہ سے نکل جائیں گے اور خود یہودیوں کو بھی یہ یقین تھا کہ ان کے قلعے انہیں اللہ کی گرفت سے بچالیں گے، یہودیوں کو اپنے بڑے بڑے قلعوں پر بڑا ناز تھا اور انہیں یقین تھا کہ ہم ان میں بند ہو جائیں گے تو کوئی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہمارا عذاب آیا تو کوئی چیز ان کے کام نہ آئی اور عذاب بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا نازل فرمایا کہ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا، پھر جو وہ قلعے چھوڑ کر بھاگے تو خود بھی اپنے گھروں کو اجاڑ رہے تھے اور مسلمان بھی ان کے گھروں کو اجاڑ رہے تھے، وہ خود اپنے گھروں کو اس طرح اجاڑ رہے تھے کہ مال کی ہوس اور مسلمانوں سے ضد کی وجہ سے کھڑکیاں، دروازے، گاڑ، شہتیر اور کڑیاں وغیرہ جو چیز

بھی نکال سکتے تھے نکال نکال کر لے جا رہے تھے تاکہ مسلمان ان گھروں کو استعمال نہ کر سکیں، مال کی ہوس اور مسلمانوں سے غیظ میں آ کر اپنے گھروں کو خود گرا رہے تھے۔ وہی حالت ان شاء اللہ تعالیٰ آج کے کفار کی بھی ہوگی، دینی مدارس کے طلبہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہے۔ اگر اب بھی کوئی شک و شبہ ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے ان کی عقلیں مسخ ہو گئی ہیں اور دل کی آنکھوں کے ساتھ ظاہری آنکھیں بھی چوپٹ ہو گئی ہیں کہ ایسے کھلے مشاہدات کے بعد بھی یہ حقیقت ان کی کھوپڑی میں نہیں آرہی۔

ابرہہ کے لشکر کی تباہی:

دیکھیے اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھنڈ ”ابابیل“ کے ذریعہ ابرہہ کے ہاتھیوں کے لشکر کو تباہ کر دیا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ابابیل کسی پرندے کا نام ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ابابیل کے معنی ہیں پرندوں کی جماعتیں، اللہ تعالیٰ نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کی جماعتیں بھیجیں اور ادھر ہاتھیوں کا لشکر تھا، ہاتھیوں کے اوپر جو فوج سوار تھی ان کے سروں پر ان پرندوں کی چونچوں اور پنچوں میں موجود کنکریاں لگتیں اور پورے جسم اور ہاتھی کو چیر کر زمین تک پہنچ جاتیں ایک ایک کنکری نے یہ کام کیا، کیا وہ اللہ اب موجود نہیں جس نے ابابیل کے ذریعہ ہاتھیوں کے لشکر کو تباہ کر دیا، جس نے ان یہودیوں کو تباہ کر دیا جو خود بھی یہ سمجھتے تھے اور مسلمان بھی یہی سمجھتے تھے کہ یہ یہاں سے نہیں نکل سکتے۔ جب ”خربت خیبر“ کے نعرے لگے کہ خیبر برباد ہوا، خیبر برباد ہوا تو ان یہودیوں کو ذلیل و رسوا ہو کر وہاں سے نکلنا پڑا کیا وہ اللہ آج بھی موجود نہیں؟ کیوں نہیں وہ اللہ موجود ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کے ساتھ تعلق پیدا کیا جائے۔

⑤ شیخ حذیفی کی صدائے جہاد:

جہاد کے جلسوں کے ساتھ ساتھ حکومت کو ایک کام یہ بھی کرنا چاہیے کہ شیخ حذیفی کی

کیسٹوں اور اس کے مضمون کو تمام ذرائع ابلاغ یعنی اخبار اور ریڈیو وغیرہ سے زیادہ سے زیادہ شائع کر کے، اللہ تعالیٰ حکومت اور عوام کو ہمت عطاء فرمائیں، حکومت اور عوام ان ہدایات پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی مدد کے کرشمے دیکھیں، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں اور پوری دنیا پر اسلام کا جھنڈا قائم فرمائیں۔

وصل اللہم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد

وعلی الہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین

إِنْفَاقٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

وَعَظٌ

فَقِيهٌ الْعَصْرِ مَفْتًى عَظِيمٌ حَضْرَتُ اِقْدَاسِ مَفْتًى رَشِيدِ أَحْمَدُ صَانِعُهُ اللَّهُ تَعَالَى

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۲ - کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

نام: انفاق فی سبیل اللہ

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نماز عصر

تاریخ طبع مجلد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس، فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وعظ

انفاق فی سبیل اللہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ
وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى
اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ.

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.
وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا
إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (۲-۱۹۵)

انفاق فی سبیل اللہ کی عادت ڈالیں:

میں اپنے ہاں کے طلبہ و علماء کو ترغیب دیتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نہ کچھ نکالا کریں، کچھ نہ کچھ نکالا کریں، اپنی جیب سے نکالنے کی عادت ڈالیں۔ حضرت حکیم الامتہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بہشتی زیور میں لکھوایا ہے، لکھوایا اس لیے کہہ رہا ہوں کہ بہشتی زیور حضرت کی اپنی تصنیف نہیں بلکہ کسی دوسرے عالم سے لکھوائی ہے۔ بہشتی زیور میں لکھا

ہے کہ بچوں کے ذریعے کبھی کبھی صدقات و خیرات دلویا کرو۔ ایسے نہ کریں کہ بچے کو رقم کا مالک بنا کر پھر اس سے کہیں کہ یہ رقم فلاں کار خیر میں لگا دو کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ نابالغ جس چیز کا مالک ہو جاتا ہے وہ اسے صدقہ نہیں کر سکتا اور اس کے والدین بھی اس کی ملک میں تصرف نہیں کر سکتے، والدین اس کا مال استعمال نہیں کر سکتے، اس کا مال قرض بھی نہیں لے سکتے، نابالغ کو جس چیز کا مالک بنا دیا تو اب اس سے لینے یا کسی دوسرے کو دلانے کی کوئی صورت نہیں، اس لیے یہ نسخہ جو بہشتی زیور میں لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ پیسے کے مالک تو آپ ہی رہیں مگر بچے کے ہاتھ سے کسی کار خیر میں دلوائیں مثلاً جہاد میں دلوائیں، کسی مسجد میں، کسی مدرسے میں دلوائیں، کسی مسکین کو دلوائیں، البتہ یہ یاد رکھیں کہ مانگنے والے مساکین کو دینا جائز نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مانگنے والے پر قیامت کے دن ایک کھلا عذاب ہوگا، بہت کھلا عذاب وہ یہ کہ قیامت کے دن اسے ایسی حالت میں لایا جائے گا کہ اس کے چہرے پر ذرا سا بھی گوشت نہیں ہوگا (متفق علیہ) صرف ہڈیاں ہوں گی۔ حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ چہرہ بہت معزز عضو ہے، اللہ تعالیٰ نے چہرہ اس لیے بنایا تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکے اللہ کی طرف یہ چہرہ متوجہ رہے، غیر کے سامنے سر نہ جھکے، غیر کے سامنے اس چہرے کی رونق کو تباہ نہ کیا جائے، اس نے اللہ تعالیٰ کے اس اعزاز کی ناشکری کی ناقدری کی غیر کے سامنے اپنے چہرے کو ذلیل کرتا رہا تو اس کا عذاب یہ ہوگا کہ حشر میں اللہ تعالیٰ پوری مخلوق کے سامنے اسے ذلیل فرمائیں گے کہ اس کے چہرے پر رونق نہیں ہوگی، رونق تو گوشت سے ہوتی ہے نا ہڈیوں سے تو رونق نہیں ہوتی ان سے تو نفرت پیدا ہوتی ہے، اس نے دنیا میں اپنے چہرے کی آب کو تباہ کیا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے چہرے کی آب اور عزت کو تباہ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جس شخص کو فاقہ کی نوبت آجائے اور وہ اسے لوگوں کے سامنے پیش

کرے اس کا فاقہ بند نہ ہوگا اور جو شخص فاقے کو اللہ تعالیٰ پر پیش کرے
(اور اس سے درخواست کرے) تو اللہ تعالیٰ جلد اسے روزی عطاء فرماتے
ہیں فوراً ہو جائے یا کچھ تاخیر سے مل جائے۔“ (ترمذی)
حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دُعاء ہے:

اللهم كما صنت وجهي عن سجود غيرك فصن وجهي عن
مسألة غيرك.

”اے اللہ! جیسا کہ تو نے میرے سر کو اپنے غیر کے سامنے سجدہ کرنے سے
محفوظ رکھا اسی طرح میری زبان کو اپنے غیر سے سوال کرنے سے بھی محفوظ
فرما۔“

ایک اور حدیث میں بلا ضرورت سوال کرنے پر بہت سخت وعید ہے، فرمایا:
”جو شخص اس لیے سوال کرتا ہے کہ اپنے مال میں زیادتی کرے، وہ جہنم کے
انگارے مانگ رہا ہے، جس کا دل چاہے تھوڑے مانگ لے یا زیادہ مانگ
لے۔“ (مسلم)

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے سوال کیا، حضور نے عطاء فرمایا۔ میں نے پھر مانگا، آپ نے پھر عطاء فرمایا۔
اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے حکیم! یہ مال سرسبز میٹھی چیز ہے یعنی خوشنما ہے دیکھنے میں،
لذیذ ہے دلوں میں، جو شخص اسے نفس کی سخاوت (یعنی استغناء) سے لیتا ہے اس کے لیے
تو اس میں برکت دی جاتی ہے اور جو اسے اشراف نفس (یعنی حرص اور طمع) کے ساتھ لیتا
ہے اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی وہ ایسا ہے جیسا کوئی (بھوک کا مریض) کھاتا
رہے اور پیٹ نہ بھرے۔ اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے (یعنی دینے والا ہاتھ
مانگنے والے ہاتھ سے اچھا ہے) حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا یا
رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اب آپ کے بعد

مرنے تک کبھی کسی کو تکلیف نہ دوں گا (یعنی کبھی سوال نہیں کروں گا) (متفق علیہ)

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال کے لیے آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں! ایک ٹاٹ ہے اسی کا کچھ حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور کچھ حصہ بچھاتے ہیں اور ایک پیالہ ہے جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میرے پاس لاؤ۔ وہ لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں چیزوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ ان دونوں چیزوں کو کون خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا کہ میں ایک درہم میں لیتا ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین بار فرمایا کہ ایک درہم سے زیادہ کون لے گا؟ تو ایک شخص نے کہا کہ میں دو درہم میں لیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں چیزیں اسے دے دیں اور اس سے دو درہم لے کر اس سائل کو دے کر فرمایا: ایک درہم سے کھانا خرید کر گھر والوں کو دو اور دوسرے درہم سے کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ وہ لے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اس میں دستہ ڈال کر فرمایا: جا اس سے لکڑیاں کاٹ کر بیچ اور میں تجھے پندرہ دن نہ دیکھوں۔ وہ شخص لکڑیاں کاٹ کر بیچنے لگا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس دوران اس نے دس درہم کمائے ان میں سے بعض سے کپڑے خریدے اور بعض سے کھانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس سے بہتر ہے کہ بروز قیامت تو ایسی حالت میں آئے کہ سوال تیرے چہرے میں گڑھا ہو۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

جس کے پاس ایک دن کا کھانا حقیقتاً ہو یا حکماً ہو اس کے لیے سوال کرنا حرام اور جس کے لیے سوال کرنا حرام اسے دینا بھی حرام۔ حقیقتاً تو یہ کہ ایک دن کے کھانے کی چیز گھر میں ہو یا خریدنے کے لیے پیسے ہوں، حکماً کا مطلب یہ ہے کہ کما سکتا ہو، صحت ہے، قوت ہے، کمانے کا موقع موجود ہے کما سکتا ہے، خواہ ایک وقت کا بھی کھانا موجود نہیں مگر کما سکتا ہو تو ایسے شخص کے لیے سوال کرنا حرام اور اسے دینا بھی حرام۔ بہشتی زیور

میں جو یہ فرمایا ہے کہ بچوں کے ہاتھ سے صدقات و خیرات دلویا کریں اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچے کو مالک بنادیں پھر اس سے کہیں جا کر دے آؤ، اس طرح دینا جائز نہیں، والدین جس مال کے خود مالک ہیں وہ بچوں کے ہاتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دلویا کریں تاکہ بچوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی عادت پڑے، مال کی محبت کم ہو۔

یہاں جو اپنے بچے ہیں (علماء و طلبہ) میں ان سے کبھی کبھی کہتا رہتا ہوں کہ ایک روپیہ نکال دیا کریں کچھ عادت پڑے نکالنے کی خواہ ایک ہی روپیہ نکالیں کچھ نکالیں بند رکھنے کی عادت نہ ڈالیں نکالنے کی عادت ڈالیں، حوض سے پانی نکلتا جائے تازہ پانی آتا جائے اور اگر وہی پانی بند رہے گا تو تازہ پانی کہاں سے آئے گا، اس کی عادت ڈالیں۔ کچھ خرچ کرنے میں مقدار کا اعتبار نہیں بلکہ اس کی نسبت کا اعتبار ہے کسی نے سو سے پانچ روپے دے دیے دوسرے نے ہزار سے دس روپے دیے تو بظاہر تو زیادہ معلوم ہوتے ہیں کہ اس نے دس دیے اور اس نے پانچ دیے تو دیکھنے میں پانچ کم معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کے پانچ اس ہزار والے کے دس سے زیادہ ہیں کیونکہ نسبت زیادہ ہے، عادت ڈالیں عادت، کچھ نہ کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالیں۔

شیخ کا ریاء مرید کے اخلاص سے بہتر:

جیسے کبھی کبھی بتاتا رہتا ہوں:

ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید

شیخ کا ریاء بھی بعض مواقع میں مرید کے اخلاص سے بڑھ جاتا ہے شیخ اپنے حالات لوگوں کو خوب بتا رہا ہے بظاہر تو یہ ریاء ہے کہ اپنے حالات اچھا رہا ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کام کیا ہے تو اسے مخفی رکھے اللہ اجر دے گا لوگوں کو کیوں بتا رہا ہے، مگر سلوک کا مسئلہ یہ ہے کہ بعض مواقع میں شیخ کا ریاء مرید کے اخلاص سے بڑھ جاتا ہے۔ متعلقین کو متوجہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے بارے میں مختلف زمانوں میں

میرے حالات مختلف رہے ہیں پہلے کسی زمانے میں اپنی آمد کی ایک تہائی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا تھا ”انوار الرشید طبع اول“ میں اس کا ذکر ہے، پھر نو حصے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے لگا اور ایک حصہ یعنی دسواں حصہ خود رکھتا تھا، غالباً وعظ، مسجد کی عظمت میں اس کا ذکر ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ دائمی معمول بن گیا کہ اپنے ضروری مصارف سے زائد جو کچھ ہوتا ہے سب فی سبیل اللہ لگا دیتا ہوں۔ میرے گھر کے مصارف بہت کم ہیں، بہت کم بہت تھوڑے سے باقی جتنی بھی آمدن ہے ساری اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتا ہوں کچھ بھی جمع نہیں رکھتا، اب نسبت ایک بٹا سو ہے یا ایک بٹا ہزار ہے اس کا کبھی حساب کیا ہی نہیں سارا ہی نکال دیتا ہوں اس لیے حساب کرنے کی ضرورت ہی نہیں جو آئے چلتا جائے جو آئے چلتا جائے۔ اپنے حالات اس لیے بتا رہا ہوں ع

شاید کہ اُتر جائے کسی دل میں مری بات

اللہ تعالیٰ کی دستگیری:

جس زمانے میں اپنی آمد کی ایک تہائی اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا کرتا تھا اس زمانے کی بات ہے کہ جس تجارت میں میری رقم لگی ہوئی تھی وہ تجارت بیٹھ گئی بالکل ہی ختم ہو گئی ایک پائی آمد کی توقع تو کیا اصل بھی غائب، اب رہ گئی صرف میری زمین کی آمدن اس بارے میں وسوسہ آیا کہ زمین کی پوری آمدن اتنی ہے کہ میرے سال بھر کے مصارف کے برابر ہے اگر اس میں سے ایک تہائی نکال دی تو آٹھ مہینے کا خرچ میرے پاس رہ جائے گا باقی چار مہینے کیا ہوگا، کچھ وسوسہ آیا کہ اپنی ذاتی حاجات صدقہ سے مقدم ہیں جو اپنے مصارف سے زیادہ ہو وہ فی سبیل اللہ خرچ کرنا چاہیے یہ تو مصارف کے برابر بھی نہیں اس لیے اس میں سے ایک تہائی نہ نکالی جائے اسے روک لیا جائے۔ یہ وسوسہ بھی آیا کہ اگر میں نے ایک تہائی نکال دی تو آٹھ مہینے تک یہ مصارف چلتے رہے اس

کے بعد پیسے نہ ہوئے اس لیے بجبوری دینی کاموں پر میں نے کچھ معاوضہ لے لیا تو یہ تو بڑی مصیبت آجائے گی لہذا چند مہینوں تک دینی خدمات پر معاوضہ لینے سے بہتر ہے کہ جو میری ذاتی ملکیت ہے پہلے سے اسی کو کیوں نہ روک لوں احتیاط کرنی چاہیے۔ مگر جیسے ہی یہ وسوسہ آیا فوراً ہی اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطاء فرمادی کہ اس سے توبہ کرو آٹھ مہینے کے مصارف موجود اور زندگی کے ایک لمحہ کا بھی اعتبار نہیں ابھی سے یہ فکر پڑی ہوئی ہے کہ آٹھ مہینے گزرنے کے بعد کیا ہوگا، اس سے توبہ کی جیسے ہی توبہ کی اللہ تعالیٰ نے ایسی جگہ سے رزق عطاء فرمایا کہ جہاں سے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ زمین کے ٹھیکے کی رقم ابھی پہنچی بھی نہیں تھی پہلے سے یہ خیال آ رہا تھا کہ اب زمین کی رقم آئے گی تو اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک تہائی خرچ کروں یا نہ کروں اور خرچ نہیں کرنا چاہیے ورنہ اپنے مصارف کا کیا ہوگا، یہ جو وسوسہ گزرا اس وقت رقم ملی نہیں تھی ملنے والی تھی جیسے ہی یہ وسوسہ آیا اور اس سے اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق عطاء فرمائی تو ایک دو دن ہی گزرے زمین کی رقم ابھی پہنچی بھی نہیں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مذکورہ وعدہ کا پورا پورا مشاہدہ کروادیا:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۖ

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۖ (۲۵-۳)

”اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو ہمارے ساتھ جوڑ پیدا کر لے ہماری نافرمانی چھوڑ دے ہم اسے ہر مصیبت سے بچا لیتے ہیں اور رزق تو ایسی جگہ سے دیتے ہیں کہ وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ ایک تہائی فی سبیل اللہ نکالنے کا جو معمول اللہ تعالیٰ نے اس سے دس گنا سے

بھی زیادہ بھیج دیا۔

میں نے تجارت میں ایک بہت بڑی رقم لگا رکھی ہے اس سے جو نفع آتا ہے اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتا ہوں۔ میں نے یہ سوچا کہ اگر یہ رقم پوری ابھی فی سبیل اللہ لگا دیتا ہوں تو وہ خرچ ہو جائے گی کوئی ایسی تدبیر ہو کہ یہ سلسلہ نئی رقم سے تو ہوگا ہی جو موجود رقم ہے اس میں سے بھی چلتا رہے ختم نہ ہو اس لیے میں نے اس رقم کو تجارت میں لگا دیا اس سے جو منافع آتے ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے انہیں اشاعت دین میں خرچ کرتا رہتا ہوں۔ اب یہ سوچ رہا ہوں کہ کیا کوئی ایسی صورت بھی ہو سکتی ہے کہ ان کے منافع کا سلسلہ بھی جاری رہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ بھی خرچ ہوتے رہیں اور جو اصل رقم لگائی ہوئی ہے وہ بھی میری ملک میں نہ رہے میرے مرنے کے بعد وہ بھی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگے وارثوں کی طرف منتقل نہ ہو بلکہ تجارة لن تبور والا معاملہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بہت سے بندے ایسے پیدا فرمائے ہیں جو کہ آخرت کی تجارت کو ترجیح دیتے ہیں، دنیا تو فانی ہے ختم ہو جانے والی ہے اس لیے وہ وطن کی تیاری میں لگے رہتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ آگے بھیجو، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کے دل ایسے بنادیے۔ میں نے سوچا کہ اگرچہ اس رقم کے منافع تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ ہو رہے ہیں مگر میرے مرنے کے بعد وہ اصل رقم ادھر نہیں جائے گی وہ تو وارثوں میں تقسیم ہو جائے گی، سوچنا چاہیے کہ وطن جانے کے بعد وہ رقم بھی وارثوں میں جانے کی بجائے وطن میں اپنے کام آئے اس پر غور کیا تو دو طریقے سامنے آئے ایک یہ کہ اسے وقف کیا جائے۔ دوسری صورت اللہ تعالیٰ نے یہ دل میں ڈالی کہ وقف کرنے کی بجائے وصیت کر دو، میں نے فوراً قلم اٹھایا اور جہاں یادداشت لکھی ہوئی تھی کہ اتنی رقم جو میں نے تجارت میں لگا رکھی ہے اس کے منافع دینی کاموں پر خرچ کیے جا رہے ہیں، ساتھ ساتھ ایک جملہ بڑھا دیا کہ اس ساری رقم کی میں نے دارالافتاء کے مصارف کے لیے وصیت کر دی میرے مرنے کے بعد اصل رقم بھی ادھر جائے دنیا کی طرف لوٹے نہیں۔ وقف

کرنے کی صورت میں یہ فائدہ تو ہوتا کہ میرے مرنے کے بعد یہ رقم وارثوں کی طرف نہ لوٹی بلکہ صدقہ جاریہ رہتا مگر اس کے ساتھ ایک نقصان یہ ہوتا کہ ہر سال اس کی زکوٰۃ نکالتا ہوں وقف کر دیتا تو میں اس سعادت سے محروم ہو جاتا اس لیے کہ وقف کے مال پر زکوٰۃ نہیں سوا اس کی بہتر تدبیر اللہ تعالیٰ نے یہ دل میں ڈالی اور اس کی توفیق عطاء فرمائی کہ میں نے اس کی وصیت کر دی، میرے مرنے کے بعد یہ مال میرے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوگا بلکہ دینی کاموں میں لگا دیا جائے گا۔ وصیت کرنے والے پر وصیت کے مال کی زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اس طرح یہ سعادت بھی رہے گی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ رحمت اور نعمت ملتی رہے گی کہ ہر سال اس کی زکوٰۃ بھی نکالتا رہوں گا اور ساتھ ساتھ یہ کہ میرے مرنے کے بعد صدقہ جاریہ بھی ہوتا رہے گا۔ ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ وقف کی وصیت کر دوں، مطلب اس کا یہ ہے کہ میرے مرنے کے بعد یہ رقم وقف ہوگی اس صورت میں بھی وہ فائدہ ہو جائے گا کہ اس کی زکوٰۃ مجھ پر فرض رہے گی، زکوٰۃ اداء کرنے کی سعادت بھی ملتی رہے گی اور یہ پوری کی پوری رقم میرے مرنے کے بعد دینی کاموں پر صرف ہوگی دونوں مقصد پورے ہو سکتے ہیں مگر وقف کرنا زیادہ منافع ہے یا یہ کہ پوری رقم ویسے ہی صرف کر دی جائے دونوں میں سے دارالافتاء کے لیے کون سی صورت زیادہ بہتر رہے گی اس میں ذرا تردد ہے اس میں غور کر رہا ہوں یہاں کے دوسرے علماء سے بھی مشورہ کروں گا جو کچھ طے ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے مطابق معاملہ کر لیا جائے گا، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں (علماء کرام سے مشورے کے بعد حضرت اقدس نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اس تجارت کی اصل رقم اور منافع کو وقف کر دیا جائے۔ (جامع)

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی برکت:

اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی برکات میں سے ایک بہت بڑی برکت اللہ

تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت مجھ پر اور میرے سب گھروالوں پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی آفات و مصائب اور بڑے امراض سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کو اس کی اس رحمت کا صدقہ دے کر خود بھی دُعاء کیا کرتا ہوں اور آپ حضرات سے بھی کہتا ہوں کہ آپ بھی میرے لیے یہ دُعاء کیا کریں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی برکت سے میرے اللہ تعالیٰ نے مجھے اور میرے پورے گھرانے کو آج تک خطرناک امراض سے بچایا، ہسپتالوں سے بچایا اور کیسے کیسے بچایا، میرے اللہ کی عجیب رحمت ہے عجیب رحمت، عجیب رحمت، کیسے کیسے میرا اللہ بچاتا ہے، اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کے صدقے سے دُعاء ہے کہ یا اللہ! زندگی کے جو لمحات باقی ہیں تو ہسپتال سے، ڈاکٹروں سے، اونچے درجے کے علاجوں سے اور دوسری ہر قسم کی آفات، امراض اور مصائب سے اپنی حفاظت میں رکھ یہ سفر عافیت، خیریت، امن اور سلامتی کے ساتھ طے ہو جائے۔

مال کی محبت کا وبال:

اللہ کی راہ میں کچھ خرچ کرنے کی عادت ڈالیں، وقائع سے عبرت حاصل کریں خبریں ملتی رہتی ہیں کہ فلاں کے گھر میں ڈاکو گھس گئے اور سارا مال سمیٹ کر لے گئے۔ ڈاکو سب کو ایک کمرے میں جمع کر لیتے ہیں اور یہ لوگ بڑے آرام سے جمع ہو جاتے ہیں لیکن اگر ان سے کہیں کہ جہاد کے لیے نکلو تو کوئی نکلتا ہی نہیں یا کہیں کہ مسجد میں چلو تو آتے ہی نہیں مگر ڈاکو جب ایک گن دکھا کر کہتے ہیں چلو سب اس کمرے میں تو سب فوراً جلدی جلدی کمرے میں چلے جاتے ہیں کچھ نہیں بولتے، ڈاکوؤں کی آمد کی خبریں لوگ دیتے رہتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہو، فکرِ آخرت ہو، دنیا کی فنایت کا استحضار ہو تو پہلے ہی سے انسان اس حقیقت پر متنبہ رہے کہ میرا کچھ نہیں جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کا ہے اللہ کا، میں خود ہی اپنا نہیں ہوں تو میرا مال میرا کہاں سے آیا وہ پریشان نہیں ہوتا مگر مال کے ساتھ ایسی محبت کہ اسے نکالنا تو یہ پسند نہیں کرتا، جمع کرو جمع کرو، جمع کرو:

جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝ (۱۰۴-۲)

اور سب سے بڑی تجارت، سب سے بڑی ہوشیاری یہ سمجھی جاتی تھی کہ سونا جمع کرو سونا، یہ بہت بڑی ہوشیاری سمجھی جاتی تھی اس لیے کہ پیسے کی قیمت تو کم ہوتی جاتی ہے اور سونا رکھے گا قیمت بڑھتی رہے گی پھر نہ صرف اپنے لیے بلکہ اپنی آئندہ نسلوں کے لیے بھی سونا جمع کرنا بڑی ہوشیاری کا کام سمجھا جاتا ہے۔ اب یہ ہو رہا ہے کہ جتنا سونا جمع کیا ہوتا ہے وہ ڈاکو لے جاتے ہیں، یہ پریشانیاں کیوں ہوتی ہیں اس لیے کہ مال کی محبت دلوں میں بیٹھی ہوئی ہے مال کی محبت، یہ اس کے کرشمے ہیں۔

حیلے کا خوف:

گرو اور چیلا کہیں سفر پر جا رہے تھے، جنگل کا سفر اور رات کا وقت تھا چیلا گرو سے کہتا ہے کہ گرو جی! ڈر لگ رہا ہے۔ گرو کہتا ہے کہ میں جو تمہارے ساتھ ہوں کیوں ڈرتے ہو؟ چیلا خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر کہتا ہے کہ گرو جی! ڈر لگ رہا ہے۔ گرو نے پھر کہا کہ ارے! میں ہوں تو تمہارے ساتھ پھر کیوں ڈر لگ رہا ہے؟ چیلا خاموش ہو گیا، چند قدم کے بعد پھر کہتا ہے کہ گرو جی! ڈر لگ رہا ہے۔ گرو نے پوچھا کہ تیرے پاس کوئی روپیا پیسا ہے؟ چیلا کہنے لگا کہ جی ہاں! ایک روپیا کمر سے بندھا ہوا ہے۔ گرو نے کہا کہ اسے نکال کر پھینک دے اسی کی وجہ سے تجھے ڈر لگ رہا ہے۔ اس نے روپیا پھینک دیا اور خاموشی سے چلنے لگا۔ گرو نے پوچھا کہ اب ڈر لگ رہا ہے؟ کہنے لگا کہ نہیں اب تو بالکل ڈر نہیں لگ رہا۔

حب مال کا علاج:

اس طرح گرو نے اس کی حب مال کا علاج کیا وہ علاج جو اسلام میں معالجین باطن، دل کے معالج جو آخری علاج کرتے ہیں، اس وقت گرو نے سمجھا کہ اب اگر جلد ہی اس کا یہ علاج نہ کیا تو یہ ڈر کے مارے مر جائے گا۔ یہ علاج گرو نے مسلمان ماہرین فن سے

لیا، دل کے معالج، باطن کے اسپیشلسٹ حب دنیا کو دل سے نکالنے کے لیے مختلف ترکیبیں بتاتے ہی رہتے ہیں ان میں سب سے پہلی یہ کہ فی سبیل اللہ کچھ مال نکالا کرو، یہ ابتدائی علاج ہے، دل کو حب دنیا سے پاک کرنے کے لیے کچھ مال نکالا کرو، ہم یہ تھوڑا ہی کہتے ہیں کہ سارا نکال دو، آدھا نکال یا دو تہائی نکال دو مگر کچھ نہ کچھ تو نکالا کرو خواہ لاکھ میں ایک روپے سے ہی ابتداء کر دو۔ سب سے پہلا نسخہ تو یہ ہے اگر یہ کارگر نہ ہو تو پھر اور نسخے ہیں وہ کارگر نہ ہوں تو اور ہیں وہ بھی کارگر نہ ہوں تو اور ہیں خود کو کسی رگڑنے والے کے تابع تو کیجیے رگڑائی کروائیں رگڑوائی۔

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل

کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

دل پر لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگوائیں کارگر نہیں ہوئیں کئی نسخے استعمال کیے گئے مگر کوئی کارگر نہیں ہوا تو آخری علاج یہ ہے کہ نوٹوں کو جلاؤ، سو سو کے نئے نئے کڑک کڑک نوٹ لے کر ایک نوٹ کو کونے سے پکڑیں ماچس دکھائیں پھر اسے جلتا ہوا دیکھیں، وہ جیسے جیسے جلے گا تو ساتھ ساتھ اس کا دل بھی جلے گا، ایک دم ہزار کا نوٹ مت جلائیں، ایک نوٹ جلائیں سو کا پھر اس کے بعد تھل ہو گیا کہ مرے گا نہیں دل کا دورہ نہیں پڑے گا تو تھوڑی دیر بعد دوسرا اٹھائیں اسے جلائیں پھر تھوڑی دیر بعد تیسرا اٹھائیں اسے جلائیں اس سے فائدہ نہ ہو تو ہزار ہزار کے نوٹ اس طرح باری باری جلائیں، یہ معالج کی صوابدید پر ہوتا ہے کہ سو کے جلائیں یا ہزار کے۔ اس بارے میں کسی کو اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ مال ضائع کروا رہا ہے لاکھوں کا مال جلواد یا ضائع کر دیا مگر دل بنانے والے سمجھتے ہیں کہ اگر ایک دل بن گیا ایک دل تو پوری دنیا بھی اس کی قیمت نہیں۔

اپنا علاج خود نہ کریں:

یہ نسخے از خود استعمال نہ کریں کسی سے اصلاحی تعلق رکھیں ان کے سامنے اپنے

حالات پیش کریں پھر وہ جو نسخے بتائیں ان پر عمل کریں۔

چار چیزیں لازمی ہیں استفادہ کے لیے

اطلاع و اتباع و اعتماد و انقیاد

کسی پر اعتماد پیدا ہو جائے کہ یہ مصلح باطن ہے دل کے روگوں کو جانتا ہے ان کا علاج کر سکتا ہے ایسے مصلح سے تعلق رکھیں، انہیں اپنے حالات کی اطلاع دیا کریں وہ جو نسخے تجویز کریں انہیں استعمال کریں از خود نوٹوں کو جلانا نہ شروع کر دیں۔ یہ بات خوب یاد رکھیں اصلاح باطن کے نسخے کہیں کسی بیان میں سنیں یا کسی کتاب میں پڑھیں تو خود استعمال نہ کیا کریں اپنے حالات مصلح کے سامنے پیش کر کے ان کی ہدایات پر عمل کریں۔ اس کی ایک مثال ظاہری علاج کی سامنے آگئی، ایک بار میں ایک مدرسے میں گیا وہاں طلبہ کو خارش تھی، بہت زیادہ کھجلی کا مرض، میں نے گائے کا دودھ منگوایا اس سے انجکشن تیار کر کے سب کو لگا دیے، گائے کے دودھ کے انجکشن میں خود تیار کیا کرتا تھا، ایک ہی دن میں سب ٹھیک ہو گئے چند گھنٹوں کے اندر فائدہ شروع ہو گیا ایک رات گزری دوسرے دن یوں لگ رہا تھا کہ جیسے مرض ہوا ہی نہیں۔ گائے کے دودھ کا انجکشن جلدی امراض میں اور دوسری کئی بیماریوں میں جیسے دمہ اور جوڑوں کے درد وغیرہ کے لیے بہت نافع ہے، دودھ کے انجکشن بازار میں عام ملتے تھے مگر میں عموماً بازار سے نہیں منگواتا تھا خود ہی تیار کر لیتا تھا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہت اکسیر دواء تھی مگر اب معلوم ہوا ہے کہ یہ انجکشن بازار سے ہی غائب ہے واللہ اعلم ڈاکٹری دنیا نے ایسی اکسیر دواء کو کیوں چھوڑ دی، میں انجکشن لگا کر مدرسے سے چلا گیا کچھ طلبہ اس دن غیر حاضر ہونے کی وجہ سے رہ گئے وہاں ایک حاجی صاحب تھے وہ میری اس ڈاکٹری کو دیکھ رہے تھے انہوں نے سوچا کہ یہ کام تو بہت آسان ہے سرخ خرید کر لے آئے اور بھر بھر سب کو دودھ کے انجکشن لگا دیے اس سے ان طلبہ کو بہت سخت تکلیف ہو گئی انجکشن کی جگہ کا آپریشن کروانا پڑا۔ اس لیے بتا رہا ہوں کہ اپنی اصلاح خود کرنے کی بجائے کسی طبیب

حاذق سے رابطہ کریں۔

اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کا وبال:

جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے بلکہ مال بڑھانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں وہ یہ سوچیں کہ اگر مال بڑھ بھی گیا تو کبھی کوئی مصیبت آگئی ہزاروں روپے اس میں خرچ ہو گئے پھر کوئی اور بیماری آگئی ہزاروں اس پر، اس طرح ہزاروں ہزاروں نکلتے چلے جا رہے ہیں، جو روپے آ رہے ہیں انہیں تو لوگ دیکھتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کرنے والوں پر جو مصیبتیں آرہی ہیں انہیں نہیں دیکھتے کیسے ابتلاء اور کیسے کیسے مصارف۔ اس طرح یہ لوگ ایک طرف تو مال جمع کرنے کی مشقت، مصیبت اور پریشانیوں میں مبتلا ہوتے ہیں دوسرے جو مال جمع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اسے یوں برباد کر دیتے ہیں اور اگر کچھ مال جمع ہو بھی گیا تو سکون نہیں ہوگا مال سے مقصود تو راحت اور سکون ہے مال جمع ہو گیا مگر سکون نہ رہا راحت نہ ملی تو کیا فائدہ وہ تو عذاب ہی عذاب ہے:

وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رَبٍّ لَّا يَرْبُؤَا فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُؤَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝

(۳۹-۳۰)

فرمایا کمانے کی ہوس میں ناجائز طریقے اختیار کرتے ہیں تو بظاہر دیکھنے میں تو مال بڑھتا چلا جا رہا ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نہیں بڑھتا، نہ بڑھنے کا مطلب وہی کہ اللہ تعالیٰ اسے برباد کرنے کے اسباب پیدا فرما دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں یہ لوگ ایسے ہوشیار ہیں، ایسے ہوشیار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام رکھ دیا ”مُضْعِفُوْنَ“ یہ نہیں فرمایا کہ یہ مال بڑھاتے ہیں بلکہ فرمایا ”یہ مال بڑھانے کے ماہرین ہیں“ ان کا مال بڑھتا ہے، مال بڑھتا کیسے ہے جیسے پہلے بتا دیا کہ وہ مصیبتوں سے محفوظ رہتے ہیں کوئی بیماری آگئی تو بغیر علاج کے یا کسی ہلکی پھلکی دواء سے ہی اللہ

تعالیٰ انہیں صحت عطاء فرمادیتے ہیں، انہیں مصیبتوں اور زائد مصارف سے بچا لیتے ہیں اس طریقے سے ان کے مال میں برکت پیدا ہو جاتی ہے اور دل کی راحت، سکون و اطمینان انہیں حاصل رہتا ہے یہ اطمینان اتنی بڑی دولت ہے کہ مال جمع کرنے والوں کو تو کبھی اس کی ہوا بھی نہیں لگتی اللہ تعالیٰ ایسی رحمت سے نوازتے ہیں۔

فی سبیل اللہ خرچ نہ کرنے پر وبال:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ (۲-۱۹۵)

اللہ کی راہ میں خرچ کر لیا کرو اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا چھوڑ دیا تو ہلاک ہو جاؤ گے تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ یہ ہلاکت اور تباہی و بربادی کیسے ایک تو یہ کہ اگر جہاد میں خرچ کرنا چھوڑ دیا تو کافر غالب آجائیں گے مسلمانوں کو تباہ کر دیں گے ختم کر دیں گے اس لیے جہاد میں خرچ کیا کرو۔ دوسری بات یہ کہ جہاد کی روح یعنی ترک معصیت کی طرف توجہ کیا کرو اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہو اگر ایسا نہیں کیا تو تمہارے دلوں میں مال کی محبت پیدا ہو جائے گی، برے معاشرے سے ڈرنے لگو گے، جیسے ہی مال کی محبت دل میں پیدا ہوئی تو ظاہر اور باطن دونوں کی ہلاکت اور تباہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ متعین فرمادیتے ہیں جو یوں دُعا کرتا رہتا ہے:

”اے اللہ! خرچ کم کرنے والے کو بدل عطاء فرما اور روک کر رکھنے والے کے مال کو برباد کر۔“ (متفق علیہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

وَلَا تُؤْكِلْنِي فِيكَ (صحیح بخاری)

”اللہ کی راہ میں خرچ کرتی رہو کبھی ہاتھ بند نہ کرنا اگر کبھی ہاتھ بند کیا تو اللہ

تعالیٰ رزق کا دروازہ بند کر دے گا۔“

کل کہاں سے کھائیں گے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

انفق بلال ولا تخش من ذی العرش اقلالا (بیہقی)

”بلال! اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہو اور عرش کے مالک سے افلاس اور

فقر وفاقہ کا خوف مت کرو۔“

مال کی فکر کی دو وجہیں ہیں، ایک یہ ہوس کہ اور جمع کرو اور جمع کرو۔ دوسری یہ کہ سوچتے رہتے ہیں کہ کل کہاں سے کھائیں گے، آج کے لیے تو ہے کل کہاں سے کھائیں گے۔ بعض یہ سوچتے ہیں کہ ہمارے لیے تو ہے مگر اولاد پیدا ہوگئی تو وہ کہاں سے کھائے گی۔ گویا پیدا یہ خود کرتا ہے، سمجھتا ہے کہ پیدا تو میں کروں گا اور اللہ کھلانے پر قادر نہیں، یہ کفر یہ نظریات ہیں کفر یہ۔ یہ کہتے ہیں نا ”بچے تین ہی اچھے“ پھر کہتے ہیں ”دو ہی اچھے“ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ بچے اگر پیدا ہوتے چلے گئے تو کھائیں گے کہاں سے۔ ان دونوں نظریات کو اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں رد فرماتے ہیں، مشرکین رزق کی تنگی کی وجہ سے اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے ان میں سے بعض تو اسی وقت تنگ دست تھے انہیں فکر تھی کہ اگر اولاد پیدا ہوگئی تو ہم کہاں سے کھائیں گے ان کے رد میں فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ (۶-۱۵۱)

اس جگہ ”خشية املاق“ فرمایا یعنی انہیں اولاد پیدا ہونے کی صورت میں تنگ دستی کا خوف ہے، اس لیے آگے فرمایا: نحن نرزقهم ویاکم۔ ”ہم“ کو مقدم فرمایا ان کے مد نظر اولاد کا مسئلہ تھا اس لیے فرمایا کہ انہیں بھی ہم رزق دیں گے اور تمہارے رزاق تو ہم ہیں ہی فکر سے کیوں مرے جا رہے ہو۔ قرآن مجید میں دونوں قسموں پر رد کیا گیا ہے۔

حب مال کی وجہ سے عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے آنکھوں سے دیکھ رہا ہے، پھر بھی بات سمجھ میں نہیں آتی سندھ کی بلی اور مکے کے بلے کا قصہ بتاتا رہتا ہوں سب کچھ سامنے ہے مگر عقل پر حب دنیا غالب آ جاتی ہے۔ اپنے بارے میں یہ سوچے کہ جب ماں کے پیٹ میں تھا تو کون کما کر دیتا تھا اگر تجھے یاد نہیں تو یقین تو ہے ہی کہ کبھی ماں کے پیٹ میں تھا وہاں کون کھلاتا پلاتا تھا، پھر بندے کی ہوس اور بے صبری کے تحت اللہ تعالیٰ نے نظام ایسا فرمایا کہ پیدا کرنے سے پہلے بچے کا رزق ماں کے سینے میں اتار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی، رزاقیت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اپنے اوپر بیت چکا ہے اس کے باوجود اسے اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں آتا اس کا خیال ہے کہ وہ پیدا کر کے چھوڑ دے گا پھر کھائیں گے کہاں سے ارے! روکو روکو پیسارو کو، لگاؤ گرہوں پر گرہیں۔ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے پھر حب مال میں کیوں مرے جا رہے ہیں۔

شیطان ڈراتا ہے:

الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُمْ مَغْفِرَةً مِنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (۲-۲۶۸)

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ جو تمہیں خطرہ لگا رہتا ہے کہ کل کیا ہوگا، کل کیا ہوگا یہ تو معلوم نہیں کہ کل تک زندہ بھی رہیں گے یا نہیں فکر یہ لگی ہوئی ہے کہ کل کہاں سے کھائیں گے، فرمایا کہ یہ شیطان ڈراتا ہے کہ روکو روکو روک کر رکھو اور ڈرتے رہو ڈرتے رہو یہ شیطان فقر و فاقہ سے تمہیں ڈراتا ہے اور تمہیں برائیوں کا حکم دیتا ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ تمہیں مغفرت کی بشارتیں دیتا ہے تم سے مغفرت کا وعدہ کرتا ہے کہ میری راہ میں میری رضا کے لیے خرچ کرو گے تو تمہاری مغفرت کروں گا اور اپنا فضل برساؤں گا۔ پیسا بھی زیادہ برسائے گا مغفرت بھی ہو جائے گی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑی وسعت ہے اور اللہ تمہارے حالات کو بھی خوب خوب جانتا ہے تو اس کی رحمت کی طرف کیوں توجہ نہیں

ہوتی۔ یہاں ایک بات سوچنے کی ہے وہ یہ کہ شیطان کی طرف سے تو اتنا فرما دینا کافی تھا کہ وہ فقر سے ڈراتا ہے آگے کا جملہ کیوں بڑھایا کہ برائی کا حکم دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنا جملہ کافی تھا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے تو اللہ زیادہ کرے گا حالانکہ بیان تو ہو رہا ہے خرچ کرنے پر، شیطان خرچ کرنے سے ڈراتا ہے کہ اگر خرچ کیا تو فقر و فاقہ کا شکار ہو جاؤ گے اور اللہ خرچ کرنے پر اپنے فضل کا وعدہ کرتا ہے کہ میں اور زیادہ دوں گا تو اس کے ساتھ ساتھ دوسری بات کیوں لگا دی، سو اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جاتا ہے تو دل سے مال کی محبت نکل جاتی ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ دوسرے گناہوں سے بھی بچا لیتے ہیں جب گناہوں سے بچ جائے گا تو مغفرت ہو جائے گی۔ ویسے تو قاعدہ یہ ہے کہ گناہ کبیرہ سے جب تک توبہ نہ کرے مغفرت نہیں ہوتی مگر یہاں یہ نسخہ بتایا کہ جو شخص اپنے دل سے مال کی محبت نکال دیتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا نسخہ استعمال کر کے مال کی محبت کا علاج کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں برائیوں سے بچنے کی قوت اور ہمت پیدا فرما دیتے ہیں وہ برائیوں سے بچنے لگتا ہے تو اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور جو شیطان کے چکر میں پھنس جاتا ہے، شیطان کے چکر میں پھنسا کیسے کہ مال کی محبت دل میں اور مضبوط اور مضبوط اور مضبوط ہوتی چلی جاتی ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے ڈرتا ہے تو ایک تو یہ کہ ویسے شیطان اسے فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے پھر جب مال کی محبت دل میں پیوست ہو جاتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر قسم کے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور لمحہ بہ لمحہ اللہ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایسے شخص کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ پھر اس کے پاس قارون کا خزانہ بھی جمع ہو جائے تو بھی اسے اللہ کی راہ میں نکالنے کی رغبت، شوق اور فکر نہیں ہوتی، بلکہ صدقات نافلہ کی بات تو رہی الگ یہ لوگ فرض یعنی زکوٰۃ ادا کرنے سے بھی غفلت برتتے ہیں اور اگر کہیں کسی جگہ کچھ رقم دی بھی تو وہ اپنی واہ واہ اور نام و نمود اور دوسروں کو زیر احسان کرنے کے لیے کیونکہ ان کا مقصود دنیا ہوتی ہے جب کہ اس کے برعکس اللہ کے وہ

بندے جو انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو جانتے ہیں جنہیں اللہ کے وعدوں پر اعتماد ہے ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ انفاق کا کوئی موقع جانے نہیں دیتے حتیٰ کہ محنت مزدوری کر کے جو کچھ کماتے ہیں وہ بھی جمع کرنے کی بجائے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے رہتے ہیں اور بے شک یہی ہوشیار تاجر ہیں۔

بہتر صدقہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر صدقہ یہ لفظ ”صدقہ“ ہے دال کی زبر سے، لوگ صدقہ کہہ دیتے ہیں وہ صحیح نہیں صدقہ تو مہر کو کہتے ہیں، پھر کہہ دیتے ہیں ”صدقہ جاریہ“ جاریہ باندی کو کہتے ہیں یعنی باندی کا مہر، صدقہ جاریہ کہا کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر صدقہ ہے جہد المقل۔ یعنی مشقت سے کمایا ہوا، رزق کی فراوانی نہیں، بقدر ضرورت رزق ملتا ہے، بڑی مشقت سے، محنت سے کما کما کر اپنا اور بچوں کا پیٹ پال رہا ہے اسی میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نکالے یہ جہد المقل ہے۔ علماء کے لیے ایک بات بتا دوں کہ میں خدمات دینیہ کے بارے میں یہ دُعاء مانگا کرتا ہوں آپ لوگ بھی اس کا معمول بنالیں کہ یا اللہ! تو ہم سے جو ٹوٹی پھوٹی خدمت لے رہا ہے ٹوٹی پھوٹی ویسے ہی دین کے کام کر رہے ہیں، یہ خدمت جہد المقل ہے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں جو کچھ بھی بن پاتا ہے تو اسے قبول فرما تو نے جہد المقل کو قبول فرمانے کا، افضل صدقہ ہونے کا وعدہ فرمایا ہے تو ہماری ان ٹوٹی پھوٹی خدمات کو قبول فرمائے۔ دوسری دُعاء ہوتی ہے، یا اللہ! اس بضاعۃ مزجاء کو قبول فرما۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب عزیز مصر بن گئے تو ان کے بھائی غلہ لینے کے لیے ان کے پاس گئے کیونکہ قحط پڑا ہوا تھا تو کہتے ہیں:

وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجَاةٍ فَأَوْفَ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ط

یوسف علیہ السلام کے بھائی انہیں پہچانتے نہیں تھے ان سے کہنے لگے اے عزیز مصر! ہم تو مسکین لوگ ہیں ہمارے پاس تھوڑی سے نکمی سی پونجی ہے، جو غلہ خریدنے کے لیے لائے ہیں، آپ ہماری اس نکمی پونجی پر نظر نہ کریں اپنی شان کرم کو دیکھیے اس نکمی پونجی کے عوض میں بھی ہمیں پورا پورا اناج دیں اور مزید اپنے دست کرم سے بھی کچھ بہا دیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان الفاظ میں دُعاء کرنے کی توفیق عطاء فرما دیتے ہیں کہ یا اللہ! ہم جو کچھ کر رہے ہیں، کر کیا رہے ہیں تو ہی تو کروا رہا ہے جو کچھ کروا رہا ہے وہ بضاعۃ مزجاة ہے، اوف لنا الکیل ہے۔ اسے قبول فرما، و تصدق علینا، جس قابل یہ ہیں اس سے ہزاروں لاکھوں گنا زیادہ اپنی رحمت کی بارشیں برسا دے۔ آپ لوگ بھی ایسے دُعاء کیا کریں۔

ایک اور حدیث میں افضل صدقہ کے بارے میں فرمایا:

ان تصدق وانت صحيح صحيح تخشى الفقر وتأمل الغنى
ولا تمهل حتى اذا بلغت الحلقوم قلت لفلان كذا و لفلان
كذا وقد كان لفلان (متفق علیہ)

تو بھی تندرست ہے جوان ہے، امیدیں ہیں کہ آگے بڑھیں گے، پھولیں گے، پھلیں گے، اولاد ہوگی پھر جب وہ جوان ہوگی تو اس کی شادیاں کریں گے پھر پوتے پڑ پوتے ہوتے چلے جائیں گے ابھی تو صحیح اور تندرست ہے ہزاروں سال زندہ رہنے کی امیدیں ہیں، جیسے نوے سال سے زائد عمر کے ایک بڑھے نے تین سو سال کا ٹھیکالے لیا تو کسی ظریف نے لوگوں کو اطلاع دی کہ بھائیو! خوش ہو جاؤ ملک الموت مر گیا۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آخر یہ کیسے ہوا تو اس نے کہا کہ اگر ملک الموت زندہ ہوتا تو نوے سال کا بڑھا تین سو سال کا ٹھیکالے لیتا۔ ابھی مرنے کا کوئی خوف نہیں ضرورتیں سامنے ہیں، شیطان ضرورتیں سامنے لاتا ہے دیکھو ابھی بیٹوں اور بیٹیوں کی شادی بھی کرنی ہے، اتنا اتنا جہیز بھی تیار کرنا ہے، جیسے مسجد کی منتظمہ کے ایک ناظم کا قصہ ہے کہ وہ سود پر

رقمیں لگا رہا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ ایسا کیوں کر رہے ہو؟ سود تو حرام ہے اس نے بتایا کہ اس کی آٹھ بیٹیاں ہیں ان کی شادی کے لیے سود پر رقمیں لگاتا ہوں اگر سود پر رقمیں نہیں لگاؤں گا تو ان کی شادیاں کیسے کروں گا۔ میں نے اسے بڑے درد سے سمجھایا کہ مجھے وکیل بنادو آٹھوں کو ابھی نمٹا دوں گا سب کی شادی ہو جائے گی اور داماد ایسے دلوؤں کا کہ آپ ساری عمر بھی ایسے داماد تلاش نہیں کر سکتے مگر وہ اس پر راضی نہیں ہوا۔

رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ صدقہ وہ ہے کہ اللہ کی راہ میں ایسی حالت میں نکالے کہ تو جوان ہے، تندرست ہے اور آئندہ غنا کی امیدیں اور فقر کا خوف ہے، کچھ جمع کر لیں ابھی فلاں کام بھی کرنا ہے فلاں کام بھی کرنا ہے، ان حالات میں انسان جو صدقہ کرتا ہے اصل فضیلت تو اس کی ہے۔ اور جس نے دیکھا کہ اب ملک الموت آپہنچا پھر کہتا ہے کہ اتنا مسجد بنانے میں لگا دیں، اتنا جہاد میں لگا دیں، اتنا فلاں کو دے دیں، فرمایا وہ تو ہو چکا وارثوں کا اب اس میں تیری وصیت کا اعتبار نہیں رہا وہ تو وارثوں کا حق ہو چکا، وہ حالت آنے سے پہلے پہلے سدھر جاؤ! اللہ سے مال بڑھانے کا طریقہ سیکھ لو۔

لوگ فضائل کی جو کتابیں پڑھتے ہیں ان میں نماز کے فضائل کہ فلاں نماز کی یہ فضیلت فلاں کی یہ فضیلت، اذکار کے فضائل کہ فلاں تسبیح پڑھ لی جائے فلاں درود شریف پڑھ لیا جائے ان چیزوں کے فضائل تو بہت پڑھتے ہیں پھر کبھی کبھی پوچھتے بھی رہتے ہیں مگر صدقات کے فضائل یا تو پڑھتے ہی نہیں یا پھر عمل نہیں کرتے اس کے بارے میں کوئی نہیں پوچھتا۔ اللہ کے بندو! فضائل رمضان کے بارے میں، فضائل ذکر کے بارے میں، فضائل نماز کے بارے میں پوچھتے ہو تو آخر فضائل صدقات کے بارے میں کیوں نہیں پوچھتے اس طرف توجہ کیوں نہیں ہوتی، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی کیا فضیلت ہے کوئی بھی نہیں پوچھتا اور اللہ کی راہ میں جان دینے کی کیا فضیلت ہے اس کے تو تصور سے ہی دھوتی دھلانے کا قصہ ہو جاتا ہے وہ بات تو کبھی تصور میں بھی نہیں آتی، ادھر توجہ دیا کریں کبھی اوپر اوپر سے ہی پوچھ لیا کریں، اللہ تعالیٰ

سب کو اپنی مرضی کے مطابق بنالیں۔

بعض لوگوں نے یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ فیصد نکالتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو میری نقل اتارنا چاہتے ہیں کہ جتنا آپ دے رہے ہیں، ہم بھی اتنے فیصد نکالیں گے، انہیں میں روک دیتا ہوں کہ اس بارے میں میری نقل نہ اتاریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

احب الاعمال الى الله ادمها وان قل (متفق علیہ)

”اللہ تعالیٰ کے ہاں سب اعمال سے زیادہ محبوب وہ ہے جس پر مداومت ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔“

ایسا نہ ہو کہ ایک بار کہیں جوش اٹھا تو بہت زیادہ نکال دیا پھر بیگم کی طرف سے پڑی ڈانٹ یا اپنا کوئی کام پورا نہیں ہوا یا تجارت میں کچھ خسارہ ہو گیا کبھی نکال دیا پھر جلدی سے آیا نہیں تو سمجھتے ہیں ارے! ارے! مال بڑھانے کا یہ نسخہ تو ناکام ہو گیا پھر کہتے ہیں کہ بیگم معاف فرمائیے آئندہ اللہ کی راہ میں نہیں نکالیں گے۔ اللہ کی طرف سے کچھ امتحان بھی تو ہوتا ہے اگر جلدی سے نہیں ملا تو اللہ پر یقین رکھیے دنیا کی تجارتوں میں بھی یہ نہیں ہوتا کہ ادھر تجارت میں پیسا لگایا ادھر منافع برسنے لگے بعض تجارتوں کے منافع تو کہیں دس دس سال بیس بیس سال کے بعد شروع ہوتے ہیں، اللہ کے وعدوں پر یقین رکھا کریں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکالنے کی عادت ڈالیں۔

لوگ فضائل اعمال، فضائل نماز، فضائل ذکر، فضائل درود شریف، فضائل آیۃ الکرسی، فضائل آیت کریمہ، فضائل لیس، وغیرہ تو بہت پڑھتے ہیں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں کبھی نذر بھی مانتے ہیں تو نفل نماز کی یا نفل روزوں کی فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے کی نذر نہیں مانتے، ہر قسم کے فضائل کی کتابیں خوب پڑھتے ہیں مگر فضائل صدقات تو شاید بہت کم لوگ پڑھتے ہیں اس لیے کہ ان میں بظاہر نقصان ہے، پیسا نکالنا پڑتا ہے، پڑھ لیں گے تو خدا نخواستہ کہیں اثر نہ ہو جائے اگر اثر ہو جائے تو پیسا

نکالنا پڑے گا پھر کیا بنے گا اس لیے پڑھو ہی مت اور اگر کہیں پڑھنا پڑ گیا تو پہلے سے طے کر کے دل کو تالا لگالیں گے کہ خدا نخواستہ دل پر اس کا اثر نہ ہو جائے کہیں کوئی پیسا نہ نکل جائے دل کو تالا لگا کر پڑھتے ہیں۔ انگشٹ مس کا قصہ بتاتا رہتا ہوں انہوں نے اپنے حالات میں لکھا کہ ایک بار کتاب گھر کے سامنے سے گزر رہی تھیں کتابوں کی دوکان پر نظر پڑی تو دوکان کے اندر جا کر دیکھا ایک کتاب پر نظر پڑی جس کا نام ہے ”شرعی پردہ“ خیال ہوا کہ خرید لوں پھر سوچا کہ اگر کتاب خرید لی تو پڑھتی بھی پڑے گی پڑھ لی تو پردہ کرنا پڑے گا وہ تو کرنا ہے نہیں تو پھر خریدوں ہی کیوں مگر پھر اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی کہ اچھا کتاب لے لو پڑھنا مت، کتاب لے لی کئی دن تک کتاب رکھی رہی مگر پڑھی نہیں کتاب پر نظر پڑتی رہتی تھی ایک دن سوچا کہ پڑھ ہی لوں، پڑھی اور پھنسی مکمل شرعی پردہ کر لیا، لوگوں نے کہا تیرا دماغ خراب ہو گیا تو اس نے جواب دیا کہ دماغ تو پہلے خراب تھا اب تو درست ہو گیا۔ اسی طرح لوگ فضائل صدقات نہیں پڑھتے کہ اگر پڑھ لیے تو عمل کرنا پڑے گا۔

لوگوں کا غلط نظریہ:

بڑے بڑے مال دار لوگ بھی منت مانتے ہیں تو یس کا ختم کروانے کی، آیت کریمہ کا ختم کروانے کی، اتنے نفل پڑھنے کی، اتنے روزے رکھنے کی، حتیٰ کہ کئی لوگ کہتے ہیں کہ اتنے سونفلوں کی منت مانی، کئی سونفل میرے ذمے ہیں۔ مگر کبھی ایک پیسا اللہ کی راہ میں دینے کی منت نہیں مانتے۔ ایک شخص نے بتایا کہ ہمارے گھر میں ڈاکو آگئے، بتانے والا بہت بڑا مال دار ہے، کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ڈاکو آگئے میں نے منت مانی کہ اگر میرا مال بچ جائے تو میں ایک سو رکعت نفل پڑھوں گا، حالانکہ ہونا تو یوں چاہیے تھا کہ اس وقت یہ کہتے کہ یا اللہ! میں یہ سارے کا سارا مال تیری راہ میں لگا دوں گا، پورا مال جہاد پر خرچ کر دوں گا بلکہ اس سے بھی زیادہ بہتر صورت یہ کہ منت ماننے کی

بجائے یوں کہتا کہ یا اللہ! میں نے یہ سارے کا سارا مال تیری راہ میں لگا دیا حالانکہ نتیجہ تو یہی نکلے گا کہ اگر ڈاکوؤں سے بچ گیا تو لگاؤں گانچے گا ہی نہیں تو کہاں سے لگائے گا، نتیجہ تو ایک ہی ہے مگر کہنے میں بہت فرق ہے نذر ماننے کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ سے شرط لگالی کہ تو میرا یہ کام کرے گا تو میں کروں گا تو نہیں کرے گا تو میں بھی نہیں کروں گا، اللہ سے کہہ رہا ہے کہ ہم حساب چکانا جانتے ہیں، ہم لین دین خوب جانتے ہیں دیکھ اگر تو نے میرا کام کیا تو میں کروں گا تو نے نہیں کیا تو میں بھی نہیں کروں گا، نفل بھی پڑھتے ہیں تو اسی نیت سے کہ اگر تو نے میرا یہ کام کیا تو میں نفل پڑھوں گا ورنہ نفل نہیں پڑھوں گا (نذر کی پوری تفصیل جواہر الرشید جلد نمبر ۴ جو ہر نمبر ۴ میں دیکھیں) اس شخص کو تو اللہ کے سامنے یہ اقرار کرنا چاہیے تھا کہ یا اللہ! میں اقراری مجرم ہوں میں نے تیری راہ میں کبھی خرچ نہیں کیا یہ اسی کا وبال ہے کہ ڈاکو گھر میں گھس آئے، یا اللہ! میں توبہ کرتا ہوں اور یہ مال تیری راہ میں لگانے کی نیت کرتا ہوں میں شرط نہیں لگاتا کہ تو بچائے گا تو لگاؤں گا، ابھی سے لگاتا ہوں، دونوں باتوں میں بہت فرق ہے۔ اس سے بھی اعلیٰ بات تو یہ ہے کہ حادثہ پیش آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگاتا رہے تاکہ ایسے حوادث پیش ہی نہ آئیں، پہلے ہی لگاتا رہے، اگر پہلے کچھ نہ کچھ اللہ کی راہ میں لگاتا رہتا تو وہ مال ڈاکوؤں سے محفوظ رہتا بالفرض کوئی آفت آ بھی جائے تو وہ بظاہر تو آفت ہے مگر درحقیقت وہ آفت نہیں اللہ کی رحمت ہوتی ہے:

وَلَيَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ
وَالشَّمَرَاتِ ۖ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمُ مُصِيبَةٌ
قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّنْ
رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝ (۲-۱۵۵ تا ۱۵۷)

اس وقت ان آیات کی پوری تفصیل بتانا مقصود نہیں صرف یہ بتانا چاہوں گا کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کا اگر کچھ نقصان ہو جاتا ہے تو وہ اللہ کی رحمت ہے: أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ

صَلَوْتُ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةً ان کے رب کی طرف سے ان پر عام رحمتیں بھی ہیں اور خاص رحمتیں بھی، ان کا کسی حال میں بھی نقصان نہیں ہوتا۔ کسی نے بہت بڑی تجارت میں مال لگا دیا تو دیکھنے میں تو مال اس کے پاس چلا گیا مگر وہ چلا کہاں گیا وہ تو بہت بڑی تجارت میں لگ گیا، اللہ کے بندے کا کبھی نقصان نہیں ہوتا فائدہ ہی فائدہ ہوتا ہے۔

اصحاب غار:

صحیح بخاری میں تین اشخاص کا قصہ ہے کہ وہ کہیں جا رہے تھے، بارش سے بچنے کے لیے تینوں غار میں چلے گئے، اوپر سے ایک چٹان لڑھکی جس سے غار کا منہ بند ہو گیا، اب اندر سے چٹان کو کیسے ہٹائیں، موت کے منہ میں پھنسے ہوئے ہیں، بچنے کی کوئی صورت نہیں، انہوں نے کہا کہ ہم دُعاء کریں تینوں اپنا اپنا عمل جو اللہ تعالیٰ نے مقدر فرما دیا ہو اور جس کی توفیق دے دی ہو اس کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے دُعاء کریں۔ اس وقت تیسرے شخص کا قصہ بتانا مقصود ہے اس لیے پہلے دو اشخاص کے قصے حذف کرتا ہوں۔ جب پہلے دو اشخاص کی دُعاء سے غار کا دو تہائی منہ کھل گیا تو تیسرے نے یوں دُعاء کی: یا اللہ! تجھے معلوم ہے کہ میں نے ایک مزدور رکھا تھا، چند کلو چاول اس کی اجرت متعین کی تھی، کسی بات پر وہ مزدور ناراض ہو کر چلا گیا اور اپنی اجرت کا غلہ لے کر نہیں گیا، میرے پاس ہی چھوڑ دیا میں نے اسے کاشت کر دیا، اس سے جو پیداوار ہوئی اسے پھر کاشت کر دیا پھر نکلی پھر کاشت کر دیا وہ پیداوار اتنی بڑھ گئی کہ اسی پیداوار سے بیل، گائے، اونٹ، بکریاں اور غلام وغیرہ خریدے، کئی سالوں کے بعد وہ مزدور آیا کہنے لگا: اللہ سے ڈرو میرا حق دو کتنے سالوں سے دبائے بیٹھے ہو۔ میں نے کہا یہ سب سامان لے جاؤ یہ تمہارا ہے۔ اس نے کہا کہ اللہ کے بندے! کیوں مذاق کر رہے ہو؟ میں نے کہا کہ نہیں میں مذاق نہیں کر رہا پھر اسے پوری تفصیل بتادی۔ وہ مزدور بھی اللہ تعالیٰ کا ایسا بندہ نکلا کہ ایک چیز بھی نہیں چھوڑی، سب ہی سمیٹ کر لے گیا، خیال کرتا کہ زمین آپ کی،

محنت آپ کی، وہ تخم بھی آپ ہی کا تھا جب تک میں نے اس پر قبضہ نہیں کیا تھا، سارا کچھ آپ ہی کا ہے، اگر ویسے عطیہ دیتے ہیں تو تھوڑا بہت دے دیں پھر اگر وہ نہ بھی رکھتے کوئی بات نہیں تھی، پیش کش تو کر دیتا مگر اس نے سب کچھ لپیٹا اور چل دیا۔

اس پر مجھے اپنا ایک قصہ یاد آ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اہل دل کی برکت سے ہمیں بھی ان کی فہرست میں داخل فرمائیں، قصہ یہ ہوا کہ بعض لوگوں نے میری معرفت تجارت میں کچھ رقوم لگائیں، دنیا کا دستور ہے کہ آمدن بہت بڑی آرہی ہو پھر سبحان اللہ! سبحان اللہ! حضرت جی! آپ کی برکت سے سب کچھ حاصل ہو رہا ہے، جب سے آپ کی معرفت رقم لگائی ہے ماشاء اللہ! آپ کی بدولت بہت نفع ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا کرنا یہ ہوا کہ جس کے پاس رقم لگائی تھی اس کا انتقال ہو گیا اس کی اولاد نے کہا کہ ہمیں تو کچھ معلوم ہی نہیں، ساری رقمیں ختم ہو گئیں! الحمد للہ! میرے قلب پر بال برابر بھی اس کا احساس نہ ہوا حالانکہ میری کل پونجی وہی تھی، اس کے سوا کوئی ذریعہ آمدن نہ تھا، اب جب مہینہ پورا ہو تو آمدن کہاں سے آئے؟ کچھ بھی نہیں تھا، ایسے حالات میں انسان پریشان ہوتا ہے مگر بحمد اللہ تعالیٰ میرے قلب پر بال برابر بھی اثر نہ ہوا۔ مزید یہ کہ میں نے یہ طے کر لیا کہ جن لوگوں کی رقمیں بیس ہزار تک میرے ذریعے سے لگی ہیں میں انہیں اداء کروں گا کیونکہ میں نے کم پیسے والوں کو بھی ساتھ لگایا تھا کہ چلو کچھ ان کا بھی فائدہ ہوتا رہے، جن کے بیس سے زائد مثلاً ساٹھ ستر ہزار ہیں وہ تو ویسے بھی لاکھوں پتی ہیں۔ ایک طرف تو اپنی آمدن کے لیے ایک پیسا بھی نہیں اور ساری پونجی ختم، دوسری طرف یہ طے کر لیا کہ بیس ہزار تک جس جس نے رقم لگائی تھی انہیں اپنی جیب سے اداء کروں گا، سننے والا تو بے وقوف ہی سمجھے گا، مجھے خود اس پر کبھی بڑی ہنسی آتی ہے اور خوشی بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اصحاب غار میں سے اس تیسرے دُعاء کرنے والے کی فہرست میں داخل کر دیا۔ میں نے جب ان لوگوں سے کہا کہ تجارت کا حشر تو یہ ہوا کہ سارا قصہ ہی پاک ہو گیا مگر آپ لوگوں کی جو رقمیں ہیں میں اپنے پاس سے دے دوں گا پھر جس جس

کو رقم دی اس نے فوراً لے لی، ایک بار بھی یہ نہیں کہا کہ یہ آپ کے ذمہ تھوڑا ہی ہے، جیسے مقدر تھا ہو گیا رہنے دیجیے، وہ پانچ چھ افراد تھے سارے ہی اللہ والے تھے، سب برابر تھے، ایک نے بھی ایک بار بھی نہیں کہا کہ آپ کے ذمہ نہیں آپ کیوں دیتے ہیں پھر میں نے تو طے ہی کر لیا تھا کہ ضرور دوں گا اگر وہ لوگ انکار کرتے تو پھر بھی میں انہیں اصرار کر کے دیتا، ہدیہ وغیرہ کہہ کر دے دیتا مگر ان کے اس معاملے سے بہت تعجب ہوا۔

یہ بات بھی بتا دوں کہ جب میں نے یہ طے کر لیا تو ایک مہینہ بھی نہیں گزرا کہ سب کی رقمیں دے دیں، غالباً چالیس ہزار کے قریب ہوں گی، اپنے مصارف میں بھی ایک دن بھی پریشانی لاحق نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرما دیے اور پھر صرف یہی نہیں کہ یہاں کے مصارف ہوں بلکہ اس سال خود بھی اور گھر کے دو افراد کو بھی حج کروایا۔ اللہ کی خاطر جب انسان کچھ کرتا ہے تو یوں غیب سے مدد ہوتی ہے، حیران ہوں، عقل حیران رہ جاتی ہے کہ کہاں کہاں سے اللہ تعالیٰ اسباب پیدا فرماتے ہیں۔

غار والے شخص کا قصہ بتانے سے مقصد یہ ہے کہ اس نے اس مزدور کو اللہ کی خاطر سب کچھ دے دیا ورنہ مزدور کا حق نہیں بنتا تھا، اس کے اس نیک عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے کتنی بڑی مصیبت سے بچا لیا۔

بادل سے آواز سنائی دینا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی جنگل میں تھا یا یکا یک اس نے ایک بدلی میں یہ آواز سنی کہ فلاں شخص کے باغ کو پانی دے، اس آواز کے ساتھ وہ بدلی چلی اور ایک سنگستان میں خوب پانی برسا تمام پانی ایک نالے میں جمع ہو کر چلا، یہ شخص اس پانی کے پیچھے ہولیا دیکھتا کیا ہے کہ ایک شخص اپنے باغ میں کھڑا ہوا نیلچے سے پانی پھیر رہا ہے۔ اس نے باغ والے سے پوچھا کہ اے اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے؟ اس نے وہی نام بتایا جو اس شخص نے بدلی سے سنا تھا۔ پھر باغ والے نے اس سے پوچھا کہ

تو میرا نام کیوں دریافت کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے اس بدلی میں جس کا یہ پانی ہے ایک آواز سنی کہ تیرا نام لے کر کہا کہ اس کے باغ کو پانی دے، تو ایسا کیا عمل کرتا ہے کہ اس قدر مقبول ہے؟ اس نے کہا کہ جب تو نے پوچھ ہی لیا تو مجھے بتانا پڑے گا، میں اس کی کل پیداوار کو دیکھتا ہوں اور ایک تہائی خیرات کر دیتا ہوں، ایک تہائی اپنے بال بچوں کے لیے رکھ لیتا ہوں اور ایک تہائی پھر اس باغ میں لگا دیتا ہوں۔ (مسلم)

آج جو لوگ یہ قصے سنیں گے وہ کہیں گے کہ ہمارے گھر کے مصارف تو پوری آمدن سے بھی پورے نہیں ہو رہے۔ کسی نے فون پر بتایا کہ ایک شخص کی تنخواہ ستر ہزار روپے ماہانہ ہے اور صرف میاں بیوی دو افراد ہیں، مکان کرائے کا ہے، مکان کا کرایہ دینے کے لیے ان کے پاس پیسے نہیں وہ اپنے بھائیوں اور بہنوں سے قرض مانگ رہے ہیں تاکہ مکان کا کرایہ ادا کر سکیں۔ صرف دو افراد اور ستر ہزار روپے ماہانہ وہ بھی کم پڑ جاتے ہیں۔ فون پر بڑی عبرتیں حاصل ہوتی ہیں لوگ بہت عجیب عجیب قصے بتاتے ہیں:

فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ (۷-۱۷۶)

ایک فائدہ تو فون کا یہ ہے کہ لوگ مسائل شرعیہ پوچھتے ہیں اور دین کا ایک مسئلہ پوچھنے پر ایک ہزار رکعات نفل سے زیادہ اجر ملتا ہے تو جو بتائے گا اسے کتنا زیادہ اجر ملے گا، اور دوسرا فائدہ یہ کہ عبرت کے قصے معلوم ہوتے ہیں۔ کسی نے فون پر بتایا کہ ان کا بیٹا ڈاکٹر ہے اور اس کی تنخواہ شاید پچاسی ہزار روپے ماہانہ بتائی وہ بھی صرف میاں بیوی ہیں ان کی اولاد نہیں، اولاد پر شاید اس لیے بندش لگا رکھی ہے کہ پھر اس کے لیے کہاں سے پیسا آئے گا، انہوں نے بتایا کہ میرا بیٹا مقروض رہتا ہے اور مجھ سے (یعنی اپنے والد سے) بھی قرض لیتا ہے، اتنا مسکین ہے مقروض رہتا ہے۔ اس ڈاکٹر کے ابا نے مجھ سے فون پر کہا کہ پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ میں بینک کے سود سے اسے قرض دے دیا کروں جائز ہے یا نہیں؟ کیسی عبرت کا قصہ ہے پچاسی ہزار روپے ماہانہ تنخواہ اور صرف دو افراد اڑا اڑا کر سب ختم کر دیتے ہیں اور پھر مقروض بھی ہو جاتے ہیں۔

فضائل ترک منکرات:

فضائل پر بات ہو رہی تھی کہ لوگ فضائل اعمال میں سے وہ حصے پڑھتے ہیں کہ جن پر عمل کرنا آسان ہے اور جہاں مال نکالنے کی بات ہوتی ہے اسے پڑھتے ہی نہیں اور اگر کہیں غلطی سے پڑھ لیا سن لیا تو اس پر عمل نہیں کرتے، اس بارے میں یہ سوچیں کہ ترک منکرات کی تو بہت فضیلت ہے، اللہ کی نافرمانیوں کو چھوڑنا تو فرض ہے، اللہ کی ہر نافرمانی کو چھوڑنا فرض ہے، فرض کا اجر بھی نفل سے کئی گنا زیادہ ہے اور یہ فرض اداء کرنے پر حرام کاموں سے بچنے پر دنیا میں ہر قسم کی آفات و مصائب سے بچنے کے وعدے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانوں پر اعلان، اعلانوں پر اعلان کہ جو ہماری نافرمانی چھوڑ دے گا ہم اسے ہر قسم کی تکلیف اور پریشانی سے بچالیں گے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۖ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ

(۲-۶۵)

جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے گا پریشانیوں سے محفوظ رہے گا اور رزق تو اسے اتنا دیں گے کہ وہم و گمان سے بھی زیادہ، اسے پتا ہی نہیں چلے گا کہ کہاں سے برس رہا ہے یہ تو ایک آیت میں نے پڑھ دی ورنہ قرآن مجید میں کتنی آیات ہیں، کتنی حدیثیں اس بارے میں ہیں، کتنے قصے ہیں کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا میں بھی رحمتیں ہی رحمتیں برساتے ہیں اور نافرمانوں پر کیسے کیسے عذاب مسلط کرتے ہیں۔ یہاں ایک چھوٹا سا کتابچہ ہے ”سیاسی فتنے“ یہ کتابچہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں، مجلس میں پڑھا کریں سنا کریں، جتنے بھی عذاب ہیں خواہ وہ سیاسی فتنوں کے عذاب ہوں، خواہ وہ قدرتی عذاب ہوں، جتنی بھی تکلیفیں ہیں یہ انسانوں کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ہیں، یہ فیصلہ قرآن مجید میں ایک بار نہیں کئی بار سنایا گیا ہے اس لیے فضائل اعمال میں پہلے درجے پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دیں،

دوسرے درجے میں نوافل ہیں۔

ختم اور خوانیاں ذریعہ شکم پرستی:

آج کا مسلمان نافرمانی تو چھوڑتا نہیں اور صدقات و خیرات بھی نہیں کرتا، بس نوافل پڑھتے ہیں اور ختم بہت کرواتے ہیں اور ہاں نذریں بہت مانتے ہیں اور نذر جو مانتے ہیں اس میں بھی مال نہیں نکالتے بلکہ درود شریف کی نذر مان لی، آیت کریمہ کے ختم کی نذر مان لی، اور سورہ یسّ پڑھنے کی نذر مان لی، ختم قرآن کی نذر مان لی، پھر خوانیوں میں کھانے پینے کے مزے بھی تو ہوتے ہیں وہ کہاں چھوڑے آج کا مسلمان اسے تو سب سے پہلے پیٹ کی فکر ہوتی ہے۔

پیٹ گرچہ ہے مقدم اے عزیز
لیک فکر آخرت ہے اور چیز

ان کی تو ہر بات میں، ہر بات میں پیٹ آگے ہوتا ہے اسی لیے لوگوں کے پیٹ بہت بڑھ رہے ہیں ہر چیز میں پیٹ آگے، رمضان میں ختم قرآن ہوگا تو کھانے پینے کے دھندے، روزہ کشائی کریں گے تو کھانے پینے کے دھندے، ایصال ثواب کے نام پر دعوتیں اڑائیں گے جیسے کسی کی شادی ہو رہی ہو، ایک جگہ دیکھیں رکھی ہوئی تھیں میں نے پوچھا کسی کی شادی ہے؟ کسی نے بتایا کہ شادی نہیں کوئی مر گیا ہے اب ادھر کو بات چلی گئی تو بہت لمبی ہو جائے گی کیا کیا قصہ بتاؤں۔ خوب ڈٹ کر کھاتے پیتے ہیں، ان خوانیوں میں بھی خوب ڈٹ کر کھاتے پیتے ہیں، کھانے پینے کے مزدوں سے بھی بڑھ کر نظارہ بازی کے مزے کچھ نہ پوچھیے، ان دعوتوں میں نوجوان لڑکیاں خوب بن ٹھن کر شریک ہوتی ہیں، ایصال ثواب کے نام سے ایسی شہوت رانی، ثواب کی بجائے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں، کتنے فائدے ہیں خوانیاں کرانے میں، ان کی بجائے اللہ کی راہ میں پیسا خرچ کرتے ہیں تو جان نکلتی ہے۔ فضائل صدقات پر عمل نہیں

کریں گے اس سے تو جان نکلتی ہے چمڑی جائے تو جائے دمڑی نہ جائے اور اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑتے ہیں تو وہ تو اور بھی زیادہ مشکل، اللہ کی نافرمانی چھوڑ کر دنیا میں زندہ کیسے رہیں گے۔ آج کے مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا میں زندہ رہنے کے لیے شیطان کا بندہ بننا پڑے گا، رحمٰن کے بندے بن کر دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے یعنی اس کا ایمان یہ ہے کہ شیطان کی طاقت اللہ کی طاقت سے زیادہ ہے، شیطان اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے جبکہ رحمٰن اپنے بندوں کی حفاظت نہیں کر سکتا۔

بدوی کا قصہ:

ایک بدوی کا کتا مر رہا تھا اور وہ رو رہا تھا بہت رو رہا تھا، کسی نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ بدوی نے بتایا کہ میرا کتا مر رہا ہے مجھے اس کتے سے بہت محبت ہے۔ اس نے پوچھا کہ کتا کیوں مر رہا ہے کیا بیماری ہے؟ بدوی نے بتایا کہ یہ بھوک سے مر رہا ہے۔ قریب ہی ایک بورا بھرا رکھا تھا اس شخص نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس میں روٹیاں ہیں۔ اس شخص نے پوچھا اس میں کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس میں روٹیاں ہیں۔ اس شخص نے کہا کہ ارے! تیرا کتا بھوک سے مر رہا ہے اور تیرے پاس روٹیوں کا بورا بھرا رکھا ہے اسے کھلاتا کیوں نہیں؟ بدوی کہنے لگا کہ روٹی پر پیسا خرچ ہوا ہے آنسو تو مفت کے ہیں، آنسوؤں کے دریا کے دریا بہا دوں گا مگر روٹی کا ایک لقمہ بھی نہیں دوں گا۔

آج کا مسلمان اللہ کی نافرمانی تو چھوڑتا نہیں، ہر مصیبت سے بچنے کا واحد علاج جس کا اعلان اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا کہ دنیا و آخرت میں عذاب سے بچنے کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی چھوڑ دو، جو بھی نافرمانی نہیں چھوڑے گا وہ اللہ کے عذاب سے بچ نہیں سکے گا۔ مگر یہ نافرمانی اس لیے نہیں چھوڑتا کہ ختم کرنا کروانا آسان، وظائف پڑھ لینا آسان، نافرمانی چھوڑنا مشکل۔ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہدایت عطا فرمائیں، عقل عطا فرمائیں، اتنی سی عقل عطا فرمادیں کہ یہ بات ان

کی سمجھ میں آجائے کہ اللہ کی نافرمانی چھوڑے بغیر اللہ کو راضی نہیں کیا جاسکتا اور اللہ کو راضی کیے بغیر اس کے عذاب سے نہیں بچا جاسکتا، یہ دو جملے یاد کر لیں آگے دوسروں تک بھی پہنچایا کریں۔

سیاہ دل عذاب الہی کا مستحق:

جن لوگوں کے دل سیاہ ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے حالات یوں بیان فرما رہے ہیں:

وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَن فِيْ
أُذُنَيْهِ وَقُرْآنًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (۳۱-۷)

ان لوگوں پر جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرو تو: وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا وہ کہتے ہیں ارے چھوڑو ملاؤں کی باتیں، تکبر سے اکڑتا ہوا کہتا ہے چھوڑو یہ باتیں، كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا رخ موڑ کر اتنی بے پروائی سے جاتا ہے کہ جیسے اس نے یہ آیت سنی ہی نہیں، كَأَن فِيْ أُذُنَيْهِ وَقُرْآنًا گویا کہ اس کے کانوں میں اللہ تعالیٰ نے ڈاٹ لگا دی ہے، اس کے کان بند ہیں سن ہی نہیں رہے، فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ، انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیجیے، ان کے لیے دنیا میں بھی تباہی ہے اور آخرت میں بھی تباہی ہے۔ اللہ تعالیٰ دل کی سیاہی سے، دل کی سختی سے، دل کی کدورت سے، دل کی ظلمت سے سب کی حفاظت فرمائیں۔

وَصَلِّ اللّٰهُمَّ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلٰی عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی
اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ۔

اضافہ

حضرت اقدس کے حکم پر اس وعظ کے آخر میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے بارے میں آیات اور احادیث کا اضافہ کیا جا رہا ہے تاکہ یہ وعظ امت کے لیے زیادہ سے زیادہ نافع ہو۔ جامع

انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں آیات و احادیث

آیات:

① هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (۲-۵۳ تا ۵۴)

”(یہ کتاب یعنی قرآن مجید) راستہ بتانے والی ہے اللہ سے ڈرنے والوں کو جو یقین لاتے ہیں غیب کی چیزوں پر اور قائم رکھتے ہیں نماز کو اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ ایسے ہیں جو یقین رکھتے ہیں (ایمان لاتے ہیں) اس کتاب پر بھی جو آپ پر نازل کی گئی اور ان کتابوں پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئیں اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اس صحیح راستے پر ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ملا

ہے اور یہی لوگ فلاح کو پہنچنے والے ہیں۔“

② لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَابْنَ السَّبِيلِ ۖ وَالسَّائِلِينَ وَفِي الرِّقَابِ ۖ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ ۖ وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا ۖ وَالصَّابِرِينَ فِي الْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ وَحِينَ الْبَأْسِ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ صَدَقُوا ۗ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝ (۲-۱۷۷)

”کچھ سارا کمال اسی میں نہیں (آگیا) کہ تم اپنا منہ مشرق کو کر لو یا مغرب کو لیکن (اصلی) کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (سب) کتب (سماویہ) پر اور رسولوں پر اور مال دیتا ہو اللہ کی محبت میں رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور (بے خرچ) مسافروں کو اور (ضرورت شریعہ سے) سوال کرنے والوں کو اور گردن چھڑانے میں اور نماز کی پابندی رکھتا ہو اور زکوٰۃ بھی اداء کرتا ہو اور جو اشخاص (ان عقائد و اعمال کے ساتھ یہ اخلاق بھی رکھتے ہوں کہ) اپنے عہدوں کو پورا کرنے والے ہوں جب عہد کر لیں اور وہ لوگ مستقل رہنے والے ہوں تنگدستی میں اور بیماری میں اور قتال میں یہ لوگ ہیں جو سچے (کمال کے ساتھ موصوف) ہیں اور یہی لوگ ہیں جو (سچے) متقی (کہے جاسکتے) ہیں۔“

③ وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ وَأَحْسِنُوا ۗ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ (۲-۱۹۵)

”اور تم لوگ (جان کے ساتھ مال بھی) خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور

(اپنے آپ کو) اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور کام اچھی طرح کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو۔“

④ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ ۖ (۲-۲۱۹)

”اور لوگ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ (خیر خراجات میں) کتنا خرچ کیا کریں، آپ فرمادیجیے کہ جتنا آسان ہو۔“

⑤ مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضِعَّهُ لَهُ أَضْعَافًا

كَثِيرَةً ۚ وَاللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُطُ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ (۲-۲۲۵)

”کون شخص ہے (ایسا) جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا پھر اللہ تعالیٰ اس (کے ثواب) کو بڑھا کر بہت سے حصے کر دے اور اللہ تعالیٰ کمی کرتے ہیں اور فراخی کرتے ہیں اور تم اسی کی طرف (بعد مرنے کے) لے جائے جاؤ گے۔“

⑥ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ

لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خُلَّةَ وَلَا شَفَاعَةَ ۚ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

(۲-۲۵۴)

”اے ایمان والو خرچ کرو ان چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دی ہیں قبل اس کے کہ وہ دن (قیامت کا) آجائے جس میں نہ تو خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی اور نہ (بلا اذن الہی) کوئی سفارش ہوگی اور کافر لوگ ہی ظلم کرتے ہیں (تو تم ایسے مت بنو)۔“

⑦ مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ

أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ ۚ وَاللَّهُ يُضْعِفُ لِمَنْ

يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (۲-۲۶۱)

”جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ

کیے ہوئے مالوں کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے (فرض کرو) سات بالیں جمیں (اور) ہر بالی کے اندر سودا نے ہوں اور یہ افزونی اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے عطاء فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں جاننے والے ہیں۔“

⑧ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ لَا يَتَّبِعُونَ مَا أَنْفَقُوا مِّنْ أَدْنَىٰ ۖ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (۲-۲۶۲)

”جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ تو (اس پر) احسان جتاتے ہیں اور نہ (برتاؤ سے) اسے آزار پہنچاتے ہیں ان لوگوں کو ان (کے اعمال) کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہوگا اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔“

⑨ إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُوتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَيُكَفِّرُ عَنْكُم مِّنْ سَيِّئَاتِكُمْ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ (۲-۲۷۱)

”اگر تم ظاہر کر کے دو صدقات کو تو بھی اچھی بات ہے اور اگر ان کا اخفاء کرو اور فقیروں کو دے دو تو یہ اخفاء تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ (اس کی برکت سے) تمہارے کچھ گناہ بھی دور کر دیں گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کیے ہوئے کاموں کی خوب خبر رکھتے ہیں۔“

⑩ يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيلُ الصَّدَقَاتِ ۖ (۲-۲۷۶)

”اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔“

⑪ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ

فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝ (۳-۹۲)

”تم خیر کامل کو کبھی نہ حاصل کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے اور جو کچھ بھی خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اسے بھی خوب جانتے ہیں۔“

﴿۱۲﴾ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِالْئِيلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

(۲-۲۷۴)

”جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات میں اور دن میں (یعنی بلا تخصیص اوقات) پوشیدہ اور آشکارا (یعنی بلا تخصیص حالات) سوان لوگوں کو ان کا ثواب ملے گا ان کے رب کے پاس اور نہ ان پر کوئی خطرہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔“

﴿۱۳﴾ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمُوتُ وَالْأَرْضُ ۖ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ۝ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظُمِينَ الْغَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

(۳-۱۳۴، ۳۳-۱۳۴)

”اور دوڑو مغفرت کی طرف جو تمہارے رب کی جانب سے ہے اور جنت کی طرف جس کی وسعت ایسی ہے جیسے سب آسمان اور زمین وہ تیار کی گئی ہے اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ایسے لوگ جو کہ خرچ کرتے ہیں فراغت میں اور تنگی میں اور غصے کے ضبط کرنے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔“

﴿۱۴﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝

(۸-۴۲۲)

”بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ (مضبوط) کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (اور) جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے انہیں جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں (بس) سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لیے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور (ان کے لیے) مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔“

⑤ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفِّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ ۝ (۸-۶۰)

”اور اللہ کی راہ میں جو چیز بھی خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارے لیے کچھ کمی نہ ہوگی۔“

⑥ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا بَيْعَ فِيهِ وَلَا خِلَالٍ ۝ (۱۴-۳۱)

”جو میرے خالص ایمان والے بندے ہیں ان سے کہہ دیجیے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور آشکارا خرچ کیا کریں ایسے دن کے آنے سے پہلے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی اور نہ دوستی ہوگی۔“

⑦ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُمُ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ ۝ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ (۲۲-۳۵، ۳۴)

”اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (اپنے احکام الہیہ کے سامنے) گردن جھکا دینے والوں کو (جنت وغیرہ) کی خوشخبری سنا دیجیے جو ایسے ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جو ان مصیبتوں پر کہ ان پر پڑتی ہیں صبر کرتے ہیں اور جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے (بقدر حکم اور توفیق کے) خرچ کرتے ہیں۔“

⑱ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ۝ (۶۱-۶۰-۲۳)

”اور جو لوگ (اللہ کی راہ میں) دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور (باوجود دینے کے) ان کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں یہ لوگ (البتہ) اپنے فائدے جلدی جلدی حاصل کر رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دوڑ رہے ہیں۔“

⑲ وَلَا يَأْتَلِ أُولَٰئِ الْفَضْلِ مِنكُم وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولَى الْقُرْبَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (۲۲-۲۳)

”اور جو لوگ تم میں (دینی) بزرگی اور (دنیوی) وسعت والے ہیں وہ اہل قرابت کو اور مساکین کو اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو دینے سے قسم نہ کھا بیٹھیں اور چاہیے کہ یہ معاف کر دیں اور درگزر کریں کیا تم یہ بات نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف کر دے بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔“

②۰ تَتَجَافَى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا
وَطَمَعًا وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّنْ
قُرَّةِ أَعْيُنٍ ۚ جَزَاءُ ۙ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (۱۷-۱۶، ۱۷)

”ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ لوگ
اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں
میں سے خرچ کرتے ہیں سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا
سامان ایسے لوگوں کے لیے خزانہ غیب میں موجود ہے یہ انہیں ان کے اعمال
کا صلہ ملا ہے۔“

②۱ قُلْ إِنْ رَبِّي يُبْسِطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۖ
وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۝
(۳۹-۳۸)

”آپ (مومنین سے) فرمادیجیے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جسے
چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جسے چاہے تنگی سے دیتا ہے اور جو چیز تم
(مواقع حکم الہی میں) خرچ کرو گے سو وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) اس کا عوض
دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔“

②۲ إِنْ الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا
رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ۝ لِيُوفِّيَهُمْ
أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝ (۳۵-۲۹، ۳۰)
”جو لوگ کتاب اللہ کی تلاوت (مع العمل) کرتے ہیں اور نماز کی پابندی
رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطاء فرمایا ہے اس میں سے پوشیدہ اور
علانیہ خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ماند نہ ہوگی
تاکہ انہیں ان کی اجر تیں (بھی) پوری (پوری) دیں اور انہیں اپنے فضل

سے اور زیادہ (بھی) دیں بے شک وہ بڑے بخشش والے قدردان ہیں۔“

﴿۳۳﴾ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ (۳۲-۳۸)

”اور جن لوگوں نے کہ اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کا ہر کام (جس میں بالعمین نص نہ ہو) آپس کے مشورے سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“

﴿۳۴﴾ وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ۝ (۵۱-۱۹)

”اور ان کے مال میں سوائی اور غیر سوائی کا حق تھا۔“

﴿۳۵﴾ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۖ

فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ (۵۷-۷۷)

”تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور (ایمان لا کر) جس مال میں تمہیں اس نے قائم مقام کیا اس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خرچ کریں انہیں بڑا ثواب ہوگا۔“

﴿۳۶﴾ وَمَالِكُمْ اَلَّا تَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ ۖ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتِلَ ۖ

اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدِ وَقَاتَلُوْا ۖ وَكُلًّا

وَعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ (۵۷-۱۰)

”اور تمہارے لیے اس کا کون سا سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان اور زمین آخر میں اللہ ہی کا رہ جائے گا جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ

کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔“

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضْعِفُهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾ (۵۷-۱۱)

”کوئی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح قرض کے طور پر دے پھر اللہ تعالیٰ اس (دیے ہوئے کے ثواب) کو اس شخص کے لیے بڑھاتا چلا جائے اور اس کے لیے اجر پسندیدہ ہے۔“

﴿إِنَّ الْمُصَّدِّقِينَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضْعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَرِيمٌ﴾ (۵۷-۱۸)

”بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور یہ (صدقہ دینے والے) اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں وہ صدقہ ان کے لیے بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لیے اجر پسندیدہ ہے۔“

﴿وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أَوْتَوْا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (۵۹-۹)

”اور (نیز) ان لوگوں کا (یہی حق ہے) جو دارالاسلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ

فلاح پانے والے ہیں۔“

۳۰) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّآتِيَ اَحَدَكُمْ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا اٰخِرَتِيْٓ اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُؤَخَّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ (۱۱۳۹-۲۳)

”اے ایمان والو تمہیں تمہارے مال اور اولاد (مراد اس سے مجموعہ دنیا ہے) اللہ کی یاد اور (اطاعت) سے (مراد اس سے مجموعہ دین ہے) غافل نہ کرنے پائے اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں اور (منجملہ طاعات کے ایک طاعت مالیہ کا حکم کیا جاتا ہے کہ) ہم نے جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں سے (حقوق واجبہ) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آکھڑی ہو پھر وہ (بطور تمنا و حسرت) کہنے لگے کہ اے میرے رب مجھے اور تھوڑے دنوں کیوں مہلت نہ دی کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جب کہ اس کی میعاد (عمر کی ختم ہونے پر) آجاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے (ویسی ہی جزاء کے مستحق ہو گے)“

۳۱) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسَاهُمْ اَنْفُسُهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ لَا يَسْتَوِيْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفٰزِيْنَ ۝ (۵۹-۲۰ تا ۱۸)

”اے ایمان والو اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے اللہ (کے احکام) سے بے پروائی کی سو اللہ تعالیٰ نے خود ان کی جان سے انہیں بے پروا بنا دیا یہی لوگ نافرمان ہیں اہل نار اور اہل جنت باہم برابر نہیں جو اہل جنت ہیں وہ کامیاب لوگ ہیں (اور اہل نار ناکام ہیں)

﴿۳۲﴾ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللَّهُ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْمِعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ وَمَنْ يُوقْ شَحْ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (۱۶، ۱۵-۲۴)

”تمہارے اموال اور اولاد بس تمہارے لیے ایک آزمائش کی چیز ہے اور جو شخص ان میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھے تو (اللہ کے پاس) (اس کے لیے) بڑا اجر ہے تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام کو) سنو اور مانو اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ (بھی) کیا کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں۔“

﴿۳۳﴾ إِنَّ تَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضْعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ۝ عَلِيمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (۱۸، ۱۷-۲۴)

”اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح (یعنی خلوص کے ساتھ) قرض دو گے تو وہ اسے تمہارے لیے بڑھاتا چلا جائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بڑا

قدر دان ہے (کہ عمل صالح کو قبول فرماتا ہے اور) بڑا بردبار ہے پوشیدہ اور ظاہر (اعمال) کا جاننے والا ہے (اور) زبردست ہے (اور) حکمت والا ہے۔“

﴿۳۳﴾ وَأَقِمْوَا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِنْدَ اللَّهِ هُوَ خَيْرًا وَأَعْظَمَ أَجْرًا وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (۲۰-۷۳)

”اور نماز (فرض) کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو اور جو نیک عمل اپنے لیے آگے (ذخیرہ آخرت بنا کر) بھیج دو گے اسے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے اور اللہ تعالیٰ سے گناہ معاف کراتے رہو بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔“

﴿۳۵﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَتِكُمْ بِالْمَنْ وَالَّذِي كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا لَا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا كَسَبُوا ۝ (۲-۲۶۴)

”اے ایمان والو! تم احسان جتا کر یا ایذا پہنچا کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو جس طرح وہ شخص جو اپنا مال خرچ کرتا ہے (محض) لوگوں کو دکھانے کی غرض سے اور ایمان نہیں رکھتا اللہ پر اور یوم قیامت پر سو اس شخص کی حالت ایسی ہے جیسے ایک چکنا پتھر جس پر کچھ مٹی (آگئی) ہو پھر اس پر زور کی بارش پڑ جائے سو اسے بالکل صاف کر دے ایسے لوگوں کو اپنی کمائی ذرا بھی ہاتھ نہ لگے گی۔“

﴿۳۶﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۝ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ

حَبِّهِ مُسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ
 مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا
 قَمْطَرِيرًا ۝ فَوَقَّهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ۝
 وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ۝ مُتَكِنِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ
 لَا يَرُونَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ۝ وَذَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا
 وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ۝ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِانِيَّةٍ مِنْ فِضَّةٍ
 وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا ۝ قَوَارِيرًا مِنْ فِضَّةٍ قَدْرُوهَا تَقْدِيرًا ۝
 وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ۝ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّى
 سَلْسَبِيلًا ۝ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ
 حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَنْثُورًا ۝ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا
 كَبِيرًا ۝ عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُنْدُسٍ خُضْرٌوَ اسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوْا أَسَاوِرَ مِنْ
 فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۝ إِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ
 سَعْيُكُمْ مُشْكُورًا ۝ (۷۶-۲۲۳۵)

” (اور) جو نیک (لوگ) ہیں وہ ایسے جام شراب سے (شرابیں) پیئیں
 گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمے سے جس سے اللہ کے
 خاص بندے پیئیں گے (اور) جسے وہ (خاص بندے جہاں چاہیں گے)
 بہا کر لے جائیں گے وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں اور ایسے دن سے
 ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی اور وہ لوگ (محض) اللہ کی محبت سے مسکین
 اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ہم تمہیں محض اللہ کی رضا مندی کے لیے
 کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے (اس کا فعلی) بدلہ چاہیں اور نہ (اس کا قولی)
 شکریہ (چاہیں) ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ
 رکھتے ہیں سو اللہ تعالیٰ انہیں (اس اطاعت اور اخلاص کی برکت سے) اس

دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور انہیں تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا اور ان کی پختگی (یعنی استقامت فی الدین) کے بدلے میں انہیں جنت اور ریشمی لباس دے گا اس حالت میں کہ وہاں (جنت میں) مسبریوں پر تکیہ لگائے ہوں گے نہ وہاں تپش پائیں گے اور نہ جاڑا اور یہ حالت ہوگی کہ درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور ان کے میوے ان کے اختیار میں ہوں گے اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے اور آب خورے جو شیشے کے ہوں گے (اور) وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جنہیں بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہوگا اور وہاں انہیں (علاوہ جام شراب مذکور کے) ایسا جام شراب پلایا جائے گا جس میں سونہ کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشے سے (جو وہاں ہوگا) جس کا نام سلسبیل ہوگا اور ان کے پاس (یہ چیزیں لے کر) ایسے لڑکے آمدورفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اے مخاطب اگر تو انہیں (چلتے پھرتے) دیکھتے تو یوں سمجھے کہ موتی ہیں جو بکھر گئے ہیں اور اے مخاطب اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھے بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے (اور) ان جنتیوں پر باریک ریشم کے کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی (کیونکہ لباس میں جدالطف ہے) اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب انہیں پاکیزہ شراب پینے کو دے گا (جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت) یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (جو دنیا میں کرتے تھے) مقبول ہوئی۔“

﴿۲۷﴾ وَأَنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ

(۲-۱۹۵)

”اور تم لوگ (جان کے ساتھ مال بھی) خرچ کیا کرو اللہ کی راہ میں اور (اپنے آپ کو) اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو۔“

③۸ الشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَأْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ وَاللَّهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝ (۲-۲۶۸)

”شیطان تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے اور تم کو بری بات کا مشورہ دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے وعدہ کرتا ہے اپنی طرف سے گناہ سے معاف کر دینے کا اور زیادہ دینے کا اور اللہ تعالیٰ وسعت والے ہیں خوب جاننے والے ہیں۔“

③۹ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ بِمَا أَنَّهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخَلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ (۳-۱۸۰)

”اور ہرگز خیال نہ کریں ایسے لوگ جو ایسی چیز میں بخل کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے کہ یہ بات ان کے لیے کچھ اچھی ہوگی بلکہ یہ بات ان کے لیے بہت ہی بری ہے وہ لوگ قیامت کے روز طوق پہنا دیے جائیں گے اس کا جس میں انہوں نے بخل کیا تھا اور آخر میں آسمان و زمین اللہ تعالیٰ ہی کا رہ جائے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔“

④۰ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۝ الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا أَنَّهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ (۴-۳۶، ۳۷)

”بے شک اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت نہیں رکھتے جو خود کو بڑا سمجھتے ہوں شیخی کی باتیں کرتے ہوں جو کہ بخل کرتے ہوں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہوں اور وہ اس چیز کو پوشیدہ رکھتے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دی ہے اور ہم نے ایسے ناپاسوں کے لیے اہانت آمیز سزا تیار کر رکھی ہے۔“

﴿۳۱﴾ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فُتْكُوىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنْزْتُمْ لَا نَفْسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝ (۹-۳۴، ۳۵)

”اور (غایت حرص سے) جو لوگ سونا چاندی جمع کر کر کے رکھتے ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ انہیں ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجیے جو اس روز واقع ہوگی کہ انہیں دوزخ کی آگ میں (اول) تپایا جائے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا یہ وہ ہے جسے تم نے اپنے واسطے جمع کر کے رکھا تھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزا چکھو۔“

﴿۳۲﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَىٰ وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَرِهُونَ ۝ فَلَا تَعْجَبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَرِهُونَ ۝ (۹-۵۴، ۵۵)

”اور ان کی خیر خیرات قبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ لوگ نماز نہیں پڑھتے مگر ہارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ سو ان کے اموال اور اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان (مذکورہ) چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں (بھی) انہیں گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جائے۔“

﴿۳۳﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ

الْبُسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۝ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

يُشَاءُ وَيَقْدِرُ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝ (۱۷-۲۹، ۳۰)

”اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیے اور نہ بالکل ہی کھول دینا چاہیے ورنہ الزام خوردہ تہی دست ہو کر بیٹھے رہو گے بلاشبہ تیرا رب جسے چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور وہی تنگی کر دیتا ہے بے شک وہ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے دیکھتا ہے۔“

(۳۳) وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ

مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنَ كَمَا أَحْسَنَ اللّٰهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ فِي

الْأَرْضِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝ (۲۸-۷۷)

”اور (یہ بھی کہا کہ) تجھے اللہ نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کیا کر اور دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو بے شک اللہ تعالیٰ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا۔“

(۳۵) هَآئِئْتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَنْ

يَبْخُلُ ۚ وَمَنْ يَبْخُلْ فَإِنَّمَا يَخْشَىٰ لِنَفْسِهِ ۚ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ ۖ وَأَنْتُمْ

الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا

أَمْثَالَكُمْ ۝ (۳۷-۳۸)

”ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے بلایا جاتا ہے سو بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کرے گا پھر

وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔“

﴿۳۶﴾ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝ لَكُمْ لَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ ۝ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ الَّذِينَ يَخْلَوْنَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۝ وَمَنْ يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ (۲۲-۲۳ تا ۲۷)

”کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسان کام ہے (یہ بات) بتا اس واسطے دی ہے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج (اتنا) نہ کرو اور تاکہ جو چیز تمہیں عطاء فرمائی ہے اس پر اتر او نہیں اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا جو ایسے ہیں کہ (حب دنیا کی وجہ سے) خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں اور جو شخص اعراض کرنے گا (دین حق سے) تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں سزاوار حمد ہیں۔“

﴿۳۷﴾ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ ۖ فَيَقُولُ يَلَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِي ۖ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِي ۖ يَلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۖ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِي ۖ هَلْكَ عَنِّي سُلْطَانِي ۖ خَذُوهُ فَعْلُوهُ ۖ ثُمَّ الْجَحِيمَ صَلُّوهُ ۖ ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ ۖ إِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ۖ وَلَا يَحْضُرُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۖ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هُنَا حَمِيمٌ ۖ وَلَا طَعَامٌ إِلَّا مِنْ غَسَلِينَ ۖ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ ۖ (۲۵-۲۶ تا ۳۷)

”اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا سو وہ (نہایت

حسرت سے) کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھے میرا نامہ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھے یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے کیا اچھا ہوتا کہ (پہلی) موت ہی خاتمہ کر چکتی (افسوس) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میرا چاہ (بھی) مجھ سے گیا گزرا (ایسے شخص کے لیے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) کہ اس شخص کو پکڑ لو اور اس کے طوق پہناؤ پھر دوزخ میں اسے داخل کرو پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اسے جکڑ دو یہ شخص اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ رکھتا تھا اور خود تو کسی کو کیا دیتا اوروں کو (بھی) مسکین کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا (اس لیے مستحق عذاب ہوا) سو آج اس شخص کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ اسے کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے بجز زخموں کے دھوون کے جسے بجز بڑے گناہ گاروں کے کوئی نہ کھائے گا۔“

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

③۸ وَيَلْ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۝ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۝ يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۝ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝ نَارُ اللَّهِ الْمَوْقَدَةُ ۝ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْافْتِدَةِ ۝ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوَصَّدَةٌ ۝ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ ۝ (سورة الهزرة)

”بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لیے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو (اور) رو در رو طعنہ دینے والا ہو جو (غایت حرص سے) مال جمع کرتا ہو اور (غایت حب و فرح سے) اسے بار بار گنتا ہو وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا ہرگز نہیں (رہے گا پھر آگے اس ویل کی تفسیر ہے کہ) واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ پڑے وہ اسے توڑ پھوڑ دے اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ توڑ پھوڑ کرنے والی آگ کیسی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے جو (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) سلگائی گئی ہے جو

(کہ بدن کو لگتے ہی) دلوں تک جا پہنچے گی (اور) وہ (آگ) ان پر بند کر دی جائے گی (اس طرح) سے کہ وہ آگ کے (بڑے لمبے لمبے ستونوں میں) گھرے ہوں گے۔“

احادیث

① ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر میرے پاس احد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے اوپر تین دن گزر جائیں اس حال میں کہ میرے پاس اس میں سے کچھ بھی ہو بجز اس کے کہ کوئی چیز اداء قرض کے لیے رکھ لی جائے۔“ (رواہ البخاری)

② ”روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے (آسمان سے) اترتے ہیں ایک دُعاء کرتا ہے اے اللہ! خرچ کرنے والے کو بدل عطاء فرما، دوسرا دُعاء کرتا ہے اے اللہ! روک کر رکھنے والے کا مال برباد کر۔“ (متفق علیہ)

③ ”اے آدم کے بیٹے تو ضرورت سے زائد مال کو خرچ کر دے یہ تیرے لیے بہتر ہے اور تو اسے روک کر رکھے تو یہ تیرے لیے برا ہے اور بقدر کفایت روکنے پر ملامت نہیں، اور خرچ کرنے میں جن کی روزی تیرے ذمے ہے ان سے ابتداء کر (کہ ان پر خرچ کرنا دوسروں سے مقدم ہے)“ (رواہ مسلم)

④ ”عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ طیبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا سلام پھیرا اور تھوڑی دیر بعد اٹھ کر نہایت عجلت کے ساتھ لوگوں کے مونڈھوں پر سے گزرتے ہوئے ازواج مطہرات کے گھروں میں سے ایک

گھر میں تشریف لے گئے لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح جلدی تشریف لے جانے سے تشویش پیدا ہوئی کہ نہ معلوم کیا بات پیش آگئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکان سے واپس تشریف لائے تو لوگوں کی حیرت کو محسوس فرمایا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سونے کا ایک ٹکڑا یاد آ گیا تھا جو گھر میں رہ گیا تھا مجھے یہ بات گراں گزری (کہ کبھی موت آجائے اور وہ رہ جائے اور میدان حشر میں اس کی جواب دہی اور اس کا حساب) مجھے روک لے اس لیے اسے جلدی بانٹ دینے کو کہہ کر آیا ہوں۔“ (رواہ البخاری)

⑤ ”ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا صدقہ ثواب کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہ تو صدقہ ایسی حالت میں کرے کہ تندرست ہو مال کی حرص دل میں ہو اپنے فقیر ہو جانے کا ڈر ہو، اپنے مالدار ہونے کی تمنا ہو اور صدقہ کرنے کو اس وقت تک موخر نہ کر کہ روح حلق تک پہنچ جائے یعنی مرنے کا وقت قریب آجائے تو یوں کہے کہ اتنا مال فلاں (مسجد) کا اور اتنا مال فلاں (مدرسہ) کا حالانکہ اب مال فلاں (وارث) کا ہو گیا۔“ (متفق علیہ)

⑥ ”بنی اسرائیل کے) ایک شخص نے اپنے دل میں کہا کہ آج رات کو چپکے سے صدقہ کروں گا۔ چنانچہ رات کو چپکے سے ایک شخص کے ہاتھ میں مال دے کر چلا آیا۔ صبح کو لوگوں میں آپس میں چرچا ہوا کہ رات کوئی شخص ایک چور کو صدقہ دے گیا۔ اس صدقہ کرنے والے نے کہا یا اللہ! چور پر صدقہ کرنے میں بھی تیرے ہی لیے تعریف ہے (کہ اس سے بھی زیادہ بد حال کو دیا جاتا تو ہی بتا میں کیا کر سکتا تھا) پھر اس نے دوبارہ ٹھانی کہ آج رات کو پھر صدقہ کروں گا (کہ پہلا تو ضائع ہو گیا) چنانچہ رات کو صدقہ کا

مال لے کر نکلا اور اسے ایک عورت کو دے آیا (یہ خیال کیا ہوگا کہ یہ تو چوری کیا کرے گی) صبح کو چرچا ہوا کہ رات کوئی شخص فلاں بدکار عورت کو صدقہ دے گیا۔ اس نے کہا یا اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے زنا کرنے والی عورت پر بھی (کہ میرا مال تو اس سے بھی کم درجے کے قابل تھا) پھر تیسری مرتبہ ارادہ کیا کہ آج رات کو ضرور صدقہ کروں گا چنانچہ رات کو صدقہ لے کر گیا اور اسے ایک شخص کو دے دیا جو مالدار تھا۔ صبح کو چرچا ہوا کہ رات ایک مالدار کو صدقہ دیا گیا۔ اس صدقہ دینے والے نے کہا یا اللہ! تیرے ہی لیے تعریف ہے چور پر بھی زنا کرنے والی عورت پر بھی اور غنی پر بھی، رات کو خواب میں دیکھا کہ (تیرا صدقہ قبول ہو گیا ہے) تیرا صدقہ چور پر (اس لیے کرایا گیا) کہ شاید وہ اپنی چوری کی عادت سے توبہ کر لے اور زانیہ پر اس لیے کہ وہ شاید زنا سے توبہ کر لے (جب وہ دیکھے گی کہ بغیر منہ کالا کرائے بھی اللہ تعالیٰ عطاء فرماتے ہیں تو اسے غیرت آئے گی) اور غنی پر اس لیے تاکہ اسے عبرت حاصل ہو (کہ اللہ تعالیٰ کے بندے کس طرح چھپ کر صدقہ کرتے ہیں اس کی وجہ سے) شاید وہ بھی اس مال میں جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطاء فرمایا ہے صدقہ کرنے لگے۔“ (متفق علیہ)

④ ”صدقہ کرنے میں جلدی کیا کرو اس لیے کہ بلا صدقہ کو پہچاند نہیں سکتی“ (رواہ رزین، مشکوٰۃ)

⑤ ”صدقہ کرنا مال کو کم نہیں کرتا اور کسی خطاوار کے قصور کو معاف کر دینا معاف کرنے والے کی عزت ہی کو بڑھاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے رفعت اور بلندی عطاء فرمائے ہیں۔“ (رواہ مسلم)

⑥ ”ایک فاحشہ عورت (رنڈی) کی اتنی بات پر بخشش کر دی گئی کہ وہ چلی

جاری تھی کہ اس نے ایک کنویں پر دیکھا کہ ایک کتا کھڑا ہوا ہے جس کی زبان پیاس کی شدت کی وجہ سے باہر نکلی پڑی ہے اور وہ مرنے کو ہے۔ اس عورت نے اپنے پاؤں کا (چمڑے کا) موزہ نکالا اور اسے اپنی اوڑھنی میں باندھ کر کنویں میں سے پانی نکالا اور اس کتے کو پلایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کیا ہم لوگوں کو جانوروں کے صلہ میں بھی ثواب ملتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر جگر رکھنے والے (یعنی جاندار) پر احسان کرنے میں ثواب ہے (مسلمان ہو یا کافر، انسان ہو یا جانور)“ (متفق علیہ)

⑩ ”جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جو گویا آئینوں کے بنے ہوئے ہیں کہ ان کے اندر کی سب چیزیں باہر سے نظر آتی ہیں اور ان کے اندر سے باہر کی سب چیزیں نظر آتی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کن لوگوں کے لیے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اچھی طرح بات کریں (یعنی ترش روئی سے منہ چڑھا کر بات نہ کریں) اور لوگوں کو کھانا کھلائیں اور ہمیشہ روزہ رکھیں اور ایسے وقت میں رات کو تہجد پڑھیں کہ لوگ سو رہے ہوں۔“ (اخرجہ ابن ابی شیبہ والترمذی وغیرہما کذا فی الدر)

⑪ ”حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ (خوب) خرچ کیا کر اور شمار نہ کر (اگر ایسا کرے گی) تو اللہ تعالیٰ بھی تجھ پر شمار کرے گا اور محفوظ کر کے نہ رکھے (اگر ایسے کرے گی) تو اللہ تجھ پر محفوظ کر کے رکھے گا (یعنی کم عطاء کرے گا) عطاء کر جتنا بھی تجھ سے ہو سکے۔“ (متفق علیہ)

⑫ ”جو شخص کسی مسلمان کو ننگے پن کی حالت میں کپڑا پہنائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے سبز لباس پہنائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کو بھوک کی حالت

میں کچھ کھلائے گا اللہ تعالیٰ اسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جو شخص کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اسے ایسی شراب جنت پلائے گا جس پر مہر لگی ہوئی ہوگی۔“ (رواہ ابوداؤد و الترمذی کذا فی مشکوٰۃ) (۱۳) ”بے خاوند والی عورت اور مسکین کی ضرورت میں کوشش کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ جہاد میں کوشش کرنے والا، اور غالباً یہ بھی فرمایا کہ ایسا ہے جیسا رات بھر نماز پڑھنے والا کہ ذرا سا بھی سستی نہ کرے اور دن بھر روزہ رکھنے والا کہ ہمیشہ روزہ دار رہے۔“ (متفق علیہ)

(۱۴) ”تین آدمی ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اور تین شخص ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کو بغض ہے۔ جن تین آدمیوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے ان میں تو وہ شخص ہے کہ کسی مجمع کے پاس کوئی سائل آیا اور محض اللہ تعالیٰ کے واسطے ان سے کچھ سوال کرنے لگا کوئی قرابت، رشتہ داری (وغیرہ) اس سائل کی ان سے نہ تھی۔ اس مجمع نے اس سائل کو کچھ نہ دیا۔ اس مجمع میں سے ایک شخص اٹھا اور چپکے سے اس سائل کو کچھ دے دیا جس کی خبر بجز اللہ کے یا اس سائل کے اور کسی کو نہ ہوئی تو یہ دینے والا شخص اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے دوسرا وہ شخص کہ ایک مجمع کہیں سفر میں جا رہا ہے ساری رات چلنے کے بعد جب نیند کا ان پر اتنا غلبہ ہو جائے کہ وہ ہر چیز سے زیادہ محبوب بن گئی ہو تو وہ مجمع تھوڑی دیر کے لیے سونے لیٹ گیا لیکن ایک شخص ان میں سے کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑانے لگے اور قرآن مجید کی تلاوت شروع کر دے۔ تیسرا وہ شخص کہ کسی جماعت میں جہاد میں شریک تھا وہ جماعت شکست کھا گئی ان میں سے ایک شخص سینہ سپر ہو کر آگے بڑھا اور شہید ہو گیا یا غالب ہو گیا۔ اور وہ تین شخص جن سے اللہ تعالیٰ بغض رکھتے ہیں ایک وہ جو بوڑھا ہو کر بھی زنا میں مبتلا ہو دے، سارا وہ شخص جو فقیر ہو کر بھی تکبر

کرے تیسرا وہ شخص جو بالدار ہو کر ظلم کرے۔“ (رواہ الترمذی والنسائی کذا فی المشکوٰۃ وعزاه السیوطی فی الجامع الی ابن حبان والحاکم)

⑮ ”مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اور بھی حق ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے ارشاد کی تائید میں) یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی:

”لَيْسَ الْبِرُّ أَنْ تُولُؤْا وَجُوهَكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ“

(رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی کذا فی المشکوٰۃ)

⑯ ”حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ کا انتقال ہو گیا (ان کے ایصالِ ثواب کے لیے) کون سا صدقہ زیادہ افضل ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی سب سے افضل ہے۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی والدہ کے ثواب کے لیے ایک کنواں کھدوا دیا۔“ (رواہ مالک و ابوداؤد والنسائی کذا فی المشکوٰۃ)

⑰ ”جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا ثواب ختم ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ، دوسرے وہ علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے، تیسرے صالح اولاد جو اس کے لیے مرنے کے بعد دعاء کرتی رہے۔“ (رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ قلت و ابوداؤد والنسائی وغیرہما)

⑱ ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ گھر کے آدمیوں نے یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک بکری ذبح کی (اور اس میں سے تقسیم کر دیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کتنا باقی رہا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ صرف ایک شانہ باقی رہ گیا (باقی سب تقسیم ہو گیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سب باقی ہے اس شانہ کے سوا“ (رواہ الترمذی وصحیحہ کذا فی المشکوٰۃ)

①۹ ”بندہ کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال، اس کے سوا دوسری بات نہیں کہ اس کا مال وہ ہے جو کھا کر ختم کر دیا یا پہن کر پرانا کر دیا یا اللہ کے راستے میں خرچ کر کے اپنے لیے ذخیرہ بنالیا اور اس کے علاوہ جو رہ گیا وہ جانے والی چیز ہے جسے وہ لوگوں کے لیے چھوڑ کر چلا جائے گا۔“ (مسلم)

②۰ ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے افضل صدقہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نادار کی انتہائی کوشش، اور ابتداء، اس سے کرو جس کی پرورش تمہارے ذمہ ہے۔“ (رواہ ابوداؤد)

②۱ ”جب عورت اپنے گھر کے کھانے میں سے ایسی طرح صدقہ کرے کہ (اسراف وغیرہ سے) اسے خراب نہ کرے تو اسے خرچ کرنے کا ثواب ہے اور خاوند کو اس لیے ثواب ہے کہ اس نے کمایا تھا اور کھانے کا انتظام کرنے والے کو (مرد ہو یا عورت) ایسا ہی ثواب اور ان تینوں میں سے ایک کے ثواب کی وجہ سے دوسرے کے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔“ (متفق علیہ)

②۲ ”بھلائی صدقہ ہے اور کسی کارِ خیر پر دوسرے کو ترغیب دینے کا ثواب ایسا ہی ہے جیسا کہ خود کرنے کا ثواب ہے اور اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کو محبوب رکھتا ہے۔“ (کذا فی المقاصد الحسنہ وسط فی تخریجہ وطرقہ و ذکر السیوطی فی الجامع الصغیر حدیث الدال علی الخیر کفاحلہ من روایۃ ابن مسعود و ابی مسعود و سہل بن سعد و بریدہ و انس)

②۳ ”جو شخص کسی مومن سے دنیا کی کسی مصیبت کو زائل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن کی مصیبت کو زائل کرتا ہے اور جو شخص کسی مشکل میں پھنسے ہوئے کو سہولت پہنچاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا اور آخرت کی سہولت عطاء فرماتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی دنیا میں پردہ پوشی کرتا ہے

اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔“ (مشکوٰۃ)

۳۳) ”جس نے ریاء کی نیت سے نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے ریاء کے ارادے سے روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے ریاء کی نیت سے صدقہ دیا اس نے شرک کیا (رواہ احمد)

۳۵) ”اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتے (کہ کتنا خرچ کیا) بلکہ تمہارے اعمال اور تمہارے دلوں کی طرف دیکھتے ہیں کہ کس نیت اور کس ارادے سے خرچ کیا“ (مشکوٰۃ)

۳۶) ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے پاس سواری زائد ہو وہ ایسے شخص کو سواری دے جس کے پاس سواری نہیں ہے اور جس کے پاس توشہ زائد ہو وہ ایسے شخص کو توشہ دے جس کے پاس توشہ نہ ہو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر اہتمام سے یہ بات فرمائی) ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ کسی شخص کا اپنے کسی ایسے مال میں حق ہی نہیں جو اس کی ضرورت سے زائد ہو۔“ (ابوداؤد)

۳۷) ”حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے آدمی اپنا خزانہ میرے پاس امانت رکھو اے نہ اس میں آگ لگنے کا اندیشہ ہے، نہ غرق ہو جانے کا، نہ چوری کا، میں ایسے وقت میں وہ تجھے پورے کا پورا واپس کروں گا جس وقت تجھے اس کی انتہائی ضرورت ہوگی۔“ (درمنثور)

۳۸) ”جو شخص ایک کھجور کے بقدر بھی صدقہ کرے بشرطیکہ طیب مال سے ہو، خبیث مال نہ ہو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ طیب مال کو ہی قبول فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس صدقہ کی پرورش کرتے ہیں جیسا کہ تم لوگ اپنے پچھیرے کی پرورش کرتے ہو حتیٰ کہ وہ صدقہ بڑھتے بڑھتے پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔“ (مشکوٰۃ)

۲۹) ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اسے نفس کو اللہ تعالیٰ سے خرید لے اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، میں تجھے اللہ تعالیٰ کے کسی مطالبہ سے نہیں بچا سکتا۔ اے عائشہ! کوئی مانگنے والا تیرے پاس سے خالی نہ جائے، چاہے بکری کا کھر ہی کیوں نہ ہو۔“
(درمنثور)

۳۰) ”دو خصلتیں ایسی ہیں کہ وہ مومن میں جمع نہیں ہو سکتیں ایک تو بخل دوسری بد خلقی“ (رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ)

۳۱) ”جنت میں نہ تو چال باز (دھوکے باز) داخل ہوگا، نہ بخیل، نہ صدقہ کر کے احسان رکھنے والا۔“ (رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ)

۳۲) ”سخی اللہ تعالیٰ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے، جہنم سے دور ہے۔ اور بخیل اللہ تعالیٰ سے دور ہے، جنت سے دور ہے لوگوں سے دور ہے اور جہنم سے قریب ہے۔ بے شک جاہل سخی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عابد بخیل سے زیادہ محبوب ہے۔“ (رواہ الترمذی کذا فی المشکوٰۃ)

۳۳) ”سقاوت جنت میں ایک درخت ہے پس جو شخص سخی ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑ لے گا جس کے ذریعہ سے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اور بخل جہنم کا ایک درخت ہے جو شخص شح (بخیل) ہوگا وہ اس کی ایک ٹہنی پکڑے گا یہاں تک کہ وہ ٹہنی اسے جہنم میں داخل کر کے رہے گی۔“ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

۳۴) ”بدترین عادتیں جو آدمی میں ہوں (دو ہیں) ایک وہ بخل جو بے صبر کر دینے والا ہو دوسری وہ نامردی اور خوف جو جان نکال دینے والا ہو۔“
(رواہ ابو داؤد)

۳۵) ”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے عمامہ کا سرا پکڑا کر ارشاد فرمایا کہ عمران اللہ تعالیٰ کو خرچ کرنا بہت پسند ہے اور روک کر رکھنا ناپسند ہے، تو خرچ کیا کر اور لوگوں کو کھلایا کر۔ کسی کو مضرت نہ پہنچا کہ تجھ پر تیری طلب میں مضرت ہونے لگے گی۔ غور سے سن! اللہ تعالیٰ شبہات کے وقت تیز نظر کو پسند کرتے ہیں (یعنی جس امر میں جائز و ناجائز کا شبہ ہو اس میں باریک نظر سے کام لینا چاہیے، ویسے ہی سرسری طور پر جو چاہے کر گزرنا نہ ہو) اور شہوتوں کے وقت کامل عقل کو پسند کرتے ہیں (کہ شہوت کے غلبہ میں عقل نہ کھودے) اور سخاوت کو پسند کرتے ہیں چاہے چند کھجوریں ہی خرچ کرے (یعنی اپنی حیثیت کے موافق زیادہ نہ ہو سکے تو کم میں شرم نہ کرے جو ہو سکے خرچ کرتا رہے) اور بہادری کو پسند کرتے ہیں چاہے سانپ اور بچھو ہی کے قتل میں کیوں نہ ہو۔“ (کنز)

۳۶) ”وہ شخص مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھالے اور پاس ہی اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔“ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

۳۷) ”قیامت کے دن ایک شخص ایسا (ذلیل و ضعیف) لایا جائے گا جیسا کہ بھیڑ کا بچہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کیا جائے گا، ارشاد ہوگا کہ میں نے تجھے مال عطاء کیا، حشم و خدم دیے، تجھ پر نعمتیں برسائیں، تو نے ان سب انعامات میں کیا کارگزاری کی۔ وہ عرض کرے گا کہ میں نے خوب مال جمع کیا۔ اسے (اپنی کوشش سے) بہت بڑھایا اور جتنا شروع میں میرے پاس تھا اس سے بہت زیادہ کر کے چھوڑ آیا، آپ مجھے دنیا میں واپس کر دیں میں وہ سب آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا۔ ارشاد ہوگا مجھے تو وہ بتا جو تو نے زندگی میں (ذخیرہ کے طور پر آخرت کے لیے) آگے بھیجا ہو۔

وہ پھر اپنا پہلا کلام دہرائے گا کہ میرے رب میں نے اسے خوب جمع کیا اور خوب بڑھایا اور جتنا شروع میں تھا اس سے بہت زیادہ کر کے چھوڑ آیا آپ مجھے دنیا میں واپس کر دیں میں وہ سب لے کر حاضر ہوں (یعنی خوب صدقہ کروں تا کہ وہ سب یہاں میرے پاس آجائے) چونکہ اس کے پاس کوئی ذخیرہ ایسا نہ نکلے گا جو اس نے اپنے لیے آگے بھیج دیا ہو اس لیے اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔“ (رواہ الترمذی وضعفہ کذا فی مشکوٰۃ)

۳۸ ”جب آدمی مرجاتا ہے تو فرشتے تو یہ پوچھتے ہیں کہ کیا ذخیرہ اپنے حساب میں جمع کرایا؟ کیا چیز کے لیے بھیجی؟ اور لوگ یہ پوچھتے ہیں کہ کیا مال چھوڑا۔“ (مشکوٰۃ)

۳۹ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم میں کون شخص ایسا ہے جسے اپنے وارث کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں کوئی بھی ایسا نہیں جسے اپنا مال اپنے وارث سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کا اپنا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور جو چھوڑ گیا وہ اس کا مال نہیں اس کے وارث کا مال ہے۔“ (مشکوٰۃ عن البخاری)

۴۰ ”ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں کسی نے گوشت کا ایک ٹکڑا (پکا ہوا) ہدیہ کے طور پر پیش کیا چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت کا بہت شوق تھا اس لیے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خادمہ سے فرمایا کہ اسے اندر رکھ دے شاید کسی وقت حضور نوش فرمائیں، خادمہ نے اسے اندر طاق میں رکھ دیا۔ اس کے بعد ایک سائل آیا اور دروازے پر کھڑے ہو کر سوال کیا کہ کچھ اللہ کے واسطے دے دو اللہ تمہارے یہاں برکت فرمائے۔ گھر میں سے جواب ملا کہ اللہ تعالیٰ تجھے

برکت دے یہ اشارہ تھا کہ کوئی چیز دینے کے لیے موجود نہیں) وہ سائل تو چلا گیا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ ام سلمہ میں کچھ کھانا چاہتا ہوں کوئی چیز تمہارے یہاں ہے؟ حضرت ام سلمہ نے خادمہ سے فرمایا کہ جاؤ وہ گوشت حضور کی خدمت میں پیش کر دو۔ وہ اندر گئیں اور جا کر دیکھا کہ طاق میں گوشت تو ہے نہیں، سفید پتھر کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واقعہ معلوم ہوا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے وہ گوشت چونکہ سائل (فقیر) کو نہ دیا اس لیے وہ گوشت پتھر کا ٹکڑا بن گیا“ (رواہ البیہقی فی دلائل النبوة)

۳۱) ”اس امت کی صلاح کی ابتداء (اللہ تعالیٰ کے ساتھ) یقین اور دنیا سے بے رغبتی سے ہوئی اور اس کے فساد کی ابتداء بخل اور لمبی لمبی امیدوں سے (ہوگی)“ (رواہ البیہقی فی الشعب)

۳۲) ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس داخل ہوئے تو ان کے سامنے کھجوروں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ بلال یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، حضور آئندہ کی ضروریات کے لیے ذخیرہ کے طور پر رکھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اس کی وجہ سے کل کو قیامت کے دن جہنم کی آگ کا دھواں تم دیکھو۔ بلال خرچ کر ڈالو اور عرش والے (جل جلالہ) سے کمی کا خوف نہ کرو۔“ (رواہ البیہقی فی الشعب)

۳۳) ”ہر امت کے لیے ایک فتنہ ہوتا ہے (جس میں مبتلا ہو کر وہ فتنے میں پڑ جاتی ہے) میرے امت کا فتنہ مال ہے۔“ (رواہ الترمذی کذا فی مشکوٰۃ)

۳۴) ”اللہ کی قسم! مجھے تمہارے اوپر تمہارے فقر و فاقہ کا خوف نہیں بلکہ اس کا خوف ہے کہ تم پر دنیا کی وسعت ہو جائے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر

ہو چکی ہے پھر تمہارا اس میں دل لگنے لگے جیسا کہ ان کا لگنے لگا تھا۔ پس یہ چیز تمہیں بھی ہلاک کر دے جیسا کہ پہلی امتوں کو کر چکی ہے۔“ (مشکوٰۃ)
 (۲۵) ”نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے۔“
 (جامع صغیر)

(۲۶) ”حضرت ابو کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں میں قسم کھا کر بیان کرتا ہوں اور اس کے بعد ایک بات خاص طور پر تمہیں بتاؤں گا اسے اچھی طرح محفوظ رکھنا۔ وہ تین باتیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں ان میں سے اول یہ ہے کہ کسی بندے کا مال صدقہ کرنے سے کم نہیں ہوتا، اور دوسری یہ ہے کہ جس شخص پر ظلم کیا جائے اور وہ اس پر صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس صبر کی وجہ سے اس کی عزت بڑھاتے ہیں۔ اور تیسری یہ ہے کہ جو شخص لوگوں سے مانگنے کا دروازہ کھولے گا اللہ تعالیٰ اس پر فقر کا دروازہ کھولتے ہیں۔ ان تین کے بعد ایک بات تمہیں بتاتا ہوں اسے محفوظ رکھو، وہ یہ ہے کہ دنیا میں چار قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے علم بھی عطاء فرمایا اور مال بھی عطاء فرمایا وہ (اپنے علم کی وجہ سے) اپنے مال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے (کہ اس کی خلاف مرضی خرچ نہیں کرتا بلکہ) صلہ رحمی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس مال میں نیک عمل کرتا ہے، اس کے حقوق اداء کرتا ہے یہ شخص سب سے اونچے درجوں میں ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے علم عطاء فرمایا اور مال نہیں دیا، اس کی نیت سچی ہے وہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں بھی فلاں کی طرح سے (نیک کاموں میں) خرچ کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت کی وجہ سے اسے بھی وہی ثواب دیتا ہے جو پہلے کا ہے اور یہ دونوں ثواب میں برابر ہیں۔ تیسرا وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطاء

کیا مگر علم نہیں دیا وہ اپنے مال میں گڑ بڑ کرتا ہے (بے محل لہو و لعب اور شہوتوں میں خرچ کرتا ہے) نہ اس مال میں اللہ تعالیٰ کا خوف کرتا ہے نہ صلہ رحمی کرتا ہے نہ حق کے موافق خرچ کرتا ہے، یہ شخص (قیامت میں) خبیث ترین درجہ میں ہوگا۔ چوتھا وہ شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نہ مال عطاء کیا نہ علم دیا۔ وہ تمنا کرتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہو تو میں بھی فلاں (یعنی نمبر تین) کی طرح خرچ کروں تو اسے اس کی نیت کا گناہ ہوگا اور وبال میں یہ اور نمبر تین برابر ہو جائیں گے۔“ (مشکوٰۃ و بروایۃ الترمذی وقال حدیث)

②۷ ”تین شخصوں کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور تین شخصوں کو مبغوض رکھتے ہیں۔ جنہیں محبوب رکھتے ہیں ان میں ایک وہ شخص ہے جو کسی جماعت کے ساتھ جہاد میں شریک ہو اور دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑا ہو جائے یہاں تک کہ فتح ہو یا شہید ہو جائے۔ دوسرا وہ شخص جو کسی جماعت کے ساتھ سفر کر رہا ہو اور جب رات کا بہت سا حصہ گزر جائے اور وہ جماعت تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ جائے تو یہ کھڑا ہو کر نماز پڑھنے لگے یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں ساتھیوں کو آگے چلنے کے لیے جگا دے (خود ذرا بھی نہ سوئے) تیسرا وہ شخص جس کا پڑوسی اسے ستاتا ہو اور وہ اس کی اذیت پر صبر کرے یہاں تک کہ موت سے یا سفر وغیرہ سے اس میں اور اس کے پڑوسی میں جدائی ہو جائے (یعنی یہ کہ جب تک اس کا پڑوسی باقی رہے مسلسل صبر کرتا رہے) اور وہ تین شخص جنہیں اللہ تعالیٰ مبغوض رکھتے ہیں، ایک قسمیں کھانے والا تاجر، دوسرا متکبر فقیر، تیسرا وہ بخیل جو صدقہ کر کے احسان جتاتا ہو۔“ (جامع الصغیر)

②۸ ”ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری والدہ کا دفعۃً انتقال ہو گیا اگر دفعۃً نہ ہوتا تو وہ کچھ صدقہ وغیرہ کرتیں، اگر میں ان

کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو ان کی طرف سے ہو جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ان کی طرف سے صدقہ کر دو۔“ (ابوداؤد) (۴۹) ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے مرنے کے بعد جن چیزوں کا ثواب اسے ملتا ہے ان میں ایک تو وہ علم ہے جو کسی کو سکھایا ہو اور اشاعت کی ہو، اور وہ صالح اولاد ہے جسے چھوڑ گیا ہو، اور وہ قرآن مجید جو میراث میں چھوڑ گیا ہو اور وہ صدقہ ہے جسے اپنی زندگی اور صحت میں اس طرح دے گیا ہو کہ مرنے کے بعد اس کا ثواب ملتا رہے۔“ (مشکوٰۃ)

(۵۰) ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دیں گے جس دن اللہ تعالیٰ کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ عادل بادشاہ، وہ جوان جس کا نشوونما اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوا ہو، وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو، وہ دو شخص جنہوں نے آپس میں اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی ہو اسی پر جمع ہوئے ہوں اور اسی پر جدا ہوئے ہوں، وہ شخص جسے منصب اور جمال والی کسی عورت نے گناہ کی دعوت دی ہو اور اس نے جواب میں کہا کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، وہ شخص جس نے کوئی صدقہ دیا اور اسے چھپایا کہ بائیس ہاتھ کو خبر نہ ہوئی، جو دائیں ہاتھ نے خرچ کیا، وہ شخص جس نے خلوت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑے۔“ (رواہ البخاری و مسلم و مالک و النسائی و الترمذی)

وَبِشْرَافِ الْمَوَالِدِ وَبِزْجِ الْفَلَاحِ



اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین کی یادگاروں

کی تعظیم کرے گا تو یہ دل کے تقویٰ سے ہوتا ہے۔ (۲۳ — ۲۲)

اللہ کے بانی مسلمان

وَعَظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۲ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

نام: اللہ کے باغی مسلمان

بتاریخ: ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ

بمقام: انگلینڈ، کینیڈا، امریکا، جزیرہ باربڈوز،

ویسٹ انڈیز کے مختلف مقامات

تاریخ طبع مجدد: ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس، فون: ۰۲۱-۶۶۴۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر، ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وعظ

اللہ کے باغی مسلمان

(ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ)

الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ
وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَخُدَّةَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِينَ.

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ.
قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۳:۳۱)

دعاء کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ وقت میں برکت عطاء فرمائیں۔ یعنی اس تھوڑے سے وقت
میں زیادہ سے زیادہ اور کام کی باتیں کہلا دیں پھر ان کو نافع بنائیں یعنی سننے والوں کو ان
پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں اور اپنے فضل و کرم سے انہیں قبول بھی فرمائیں۔ قیامت
تک ہم سب کے لیے اور ہمارے تمام اکابر کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

لیے صدقہ جاریہ بنادیں۔ دینی باتیں صدقہ جاریہ کیسے بنتی ہیں؟ ذرا اس کا مطلب بھی سمجھ لیجیے، وہ یہ کہ سامعین ان باتوں کو سن کر خود عمل پیرا ہو کر آگے دوسروں تک پہنچائیں۔ دوسرے لوگ بھی اسی طرح آگے پہنچائیں، اس طرح نسل در نسل یہ سلسلہ چلتا رہے۔

اہم بات:

ایک اہم بات جو بیان سے پہلے آپ حضرات کو بتانا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے دلوں میں اس کی اہمیت پیدا ہو جائے اور توجہ سے بیان سنیں وہ یہ کہ میرا پاکستان سے نکل کر ان دور دراز کے ممالک میں آنا کوئی سیر و تفریح کے لیے نہیں اور میرا یہ بیان بھی عام مقررین کا سا نہیں، میں تو ایک خاص مہم پر نکلا ہوا ہوں ورنہ اب تک میں نے پوری زندگی اپنے چھوٹے سے دارالافتاء والا ارشاد میں بیٹھ کر گزار دی۔ بیرون ملک تو کیا پاکستان کے کسی دوسرے شہر بلکہ کراچی کے کسی دوسرے محلے میں بھی نہیں جاتا حالاں کہ لوگوں کا مسلسل اصرار رہتا ہے کہ ہمارے ہاں آکر بیان کریں، ان اصرار کرنے والے احباب کو بھی ایک ہی جواب دیتا ہوں کہ جس کو میری باتیں سننا ہوں میرے پاس آکر سُنئے۔ دارالافتاء والا ارشاد میں پابندی سے بیان ہوتا ہے طلب والے لوگ آکر سُن جاتے ہیں لیکن میں کسی کے ہاں نہیں جاتا کیوں نہیں جاتا؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام و قوانین کی حفاظت اور ان کی ترتیب و تدوین کا کام ایک ہی جگہ بٹھا کر لے رہے ہیں اور یہ اہم کام ایک جگہ پر جم کر بیٹھنے کے سوا ہو بھی نہیں سکتا، اس لیے میں دارالافتاء سے باہر کہیں نہیں جاتا۔ اندرون ملک تو کہیں جاتا نہیں لیکن یہاں کیسے پہنچ گیا؟ اس کا سبب بھی سُن لیجیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے مجھے دُنیا کو فسق و فجور اور اللہ تعالیٰ کی بغاوتوں سے پاک کرنے اور اُمت کو دُنیا و آخرت کی جہنم سے بچانے کا ایسا دَر دِ عطاء فرمایا ہے جو کسی وقت چین نہیں لینے دیتا، دل میں رہ رہ کر یہ دَر دُٹھ رہا ہے کہ اللہ کی زمین فسق

و فجور سے بھر چکی ہے ہر سُو گناہوں کا ایک طوفان ہے جو تھمنے کا نام نہیں لیتا بالخصوص باغیانہ صورت، بے پردگی، بے حیائی اور فحاشی و عریانی کا سیلاب تو تمام بند توڑ چکا ہے۔ طرفہ یہ کہ بُرائی کا احساس تک دلوں سے محو ہو چکا ہے، بہت سے گناہوں کو آج کے فارمی مسلمان نے گناہوں کی فہرست ہی سے نکال ڈالا، حالانکہ وہ شریعت کی نگاہ میں بہت بڑے گناہ ہیں بڑے بھاری جرم ہیں بس یہ کیفیت دیکھ دیکھ کر دل میں ٹیس اٹھ رہی ہے، سینے میں درد اٹھتا ہے کہ یا اللہ! اس مخلوق کا کیا بنے گا؟

یہ درد اے بدگماں کچھ دیکھنے کی چیز گر ہوتی

میں رکھ دیتا ترے آگے کلیجا چیر کر اپنا

بتوفیق اللہ تعالیٰ اس سلسلہ میں میری آواز مشرقی ممالک میں تو مختلف ذرائع سے پہنچ رہی ہے لیکن یہاں مغربی ممالک میں بہت کم بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے، مجھے اس ضرورت کی اس قدر شدت محسوس ہوئی کہ اس نے سفر پر مجبور کر دیا۔

پھر یہ بھی سوچ لیجیے کہ جسے سفر کی بالکل عادت نہیں جس نے کبھی اپنے ادارے سے باہر قدم نہیں نکالا اور پوری زندگی ایک جگہ بیٹھے گزار دی اس کے لیے اب پچتر سال کی عمر میں سفر کتنا مشکل ہوگا؟ اور جب اس درد نے گھر سے باہر نکالا ہی تو نکالا بھی کیسے؟ کہ اب تجھے ایک دو شہروں میں نہیں جانا بلکہ ملک ملک شہر شہر پھرنا ہے اور ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے بندوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا ہے۔ جب سے نکلا ہوا ہوں ایک شعور و زبان ہے۔

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کیے ہوئے

روئے زمیں کو کوچہ جانانہ کیے ہوئے

اللہ تعالیٰ اس محنت کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور اسے تا قیامت صدقہ جاریہ بنائیں۔

برسر مطلب:

ان تمہیدی کلمات کے بعد اب سمجھیے کہ یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس میں اللہ تعالیٰ

نے ایمان کے قبول کرنے نہ کرنے کا ایک معیار بیان فرمایا ہے۔ یہ بات تو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھی کہ لوگ زبان سے ایمان کے دعوے بہت کریں گے عشق و محبت کے نعرے بہت لگائیں گے مگر ان کی بارگاہ میں کس کا ایمان قبول ہے کس کا دعویٰ معتبر ہے؟ اس کے لیے ایک معیار بیان فرمایا ہے قبول کرنے والی ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے لہذا فیصلہ بھی انہی کا معتبر ہوگا کہ کس کا ایمان قبول ہے اور کس کا ایمان قبول نہیں، سو اس آیت میں قبول یا عدم قبول کا معیار بیان فرماتے ہوئے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ میرے بندوں میں اعلان فرمادیں اور انہیں دو ٹوک الفاظ میں سنا دیں کہ اگر تم لوگ مجھ پر ایمان کا دعویٰ کرتے ہو اور مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اتباع محبوب کے بغیر کوئی ہزار دعوے ایمان کے کرے، ہزاروں بار عشق اور محبت کے دعوے کرے، لیکن ان کی بارگاہ میں یہ تمام دعوے جھوٹے ہیں یہ نفاق ہے، معتبر صرف ایک ہی دعویٰ ہے جس کے ساتھ اتباع محبوب کی سند ہو۔ عقلی لحاظ سے دیکھیں کہ دنیا کا بھی یہ مسلم دستور ہے کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان سے عشق و محبت کا دعویٰ کرے تو اس کا امتحان بھی اسی معیار سے لیا جاتا ہے کہ محبوب کا حکم مانتا ہے یا نہیں؟ اگر مانتا ہے تو دعوائے عشق میں سچا باور کیا جاتا ہے ورنہ دنیا کا ہر عقل مند انسان اسے جھوٹا سمجھے گا اور اس کے خالی دعووں پر کوئی شخص بھی کان نہ دھرے گا۔ بعض اوقات دو محبوبوں کے حکم میں تصادم ہو جاتا ہے اب یہ جانچنے کے لیے کہ ان میں سے کس سے محبت زیادہ ہے کس سے کم؟ کس کی محبت غالب ہے کس کی مغلوب؟ یہی معیار سامنے رکھا جاتا ہے جس محبوب کی بات کو مقدم رکھے اس کی محبت میں سچا اور جس کی بات کو پیچھے رکھے اس کی محبت میں جھوٹا تصور کیا جاتا ہے۔ اس آیت کے مضمون پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے ارشادات بھی شاہد ہیں لیکن وہ تمام حدیثیں اس وقت میں نہیں پڑھتا کیونکہ یہ خیال ہے کہ تھوڑے سے وقت میں پیش نظر سب باتیں ہو جائیں صرف ایک حدیث کا مطلب بیان کیے دیتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”دُنیا بھر کی محبتوں پر جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت غالب نہیں آ جاتی اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی کا ایمان قابل قبول نہیں۔“ (متفق علیہ)

محبت کیسے غالب آئے گی؟ اسے ایک مثال سے سمجھیے۔ بیوی ایک بات کا حکم کرتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے خلاف ہے تو یہ شوہر کے لیے امتحان کی گھڑی ہے اگر اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں بیوی کی بات کو پس پشت ڈال دیتا ہے تو پکا مومن ہے اور بیوی کی بات کو آگے رکھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کو نظر انداز کر دیتا ہے تو یہ زنِ مُرید حقیقت میں اللہ کو اللہ نہیں مانتا بلکہ بیوی کو ہی اللہ بنائے ہوئے ہے، اسی مثال پر سب کو قیاس کر لیجیے۔ والدین ہوں، بھائی بہن ہوں، دوست احباب ہوں یا دنیا کے حکام و سلاطین ہوں اگر ان سب کے مقابلہ میں آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مقدم رکھتے ہیں اور ان تمام فانی محبتوں کو اللہ تعالیٰ کی لافانی محبت پر قربان کر دیتے ہیں اور آپ کی اندرونی کیفیت یہ ہوتی ہے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے

مدِّ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ

کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

تو آپ کھرے مسلمان ہیں اگر اس معیار کی محبت ہے تو بے شک ایمان کا دعویٰ سچا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قابل قبول ہے ورنہ سب جھوٹ اور زبانی جمع خرچ ہے۔ محبین صادقین کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمین میری

یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ایسی ہی محبت ہم سب کو عطاء فرما دے۔ یہ تو تھا خالق و مخلوق کی محبت پہچاننے کا معیار! ایک دوسری چیز جو اس سے بھی بڑھ کر منافی ایمان ہے

وہ ہے اپنی نفسانی خواہشات کا اتباع! مسلمان جب تک شریعت کے مقابلہ میں تمام خواہشات کو قربان نہ کر دے اور مسائل کے سامنے ذاتی مصالح کو مسالے کی طرح پیس نہ ڈالے وہ خام ہے اس کا دعوائے ایمان قابل اعتبار نہیں۔ نفس کے ساتھ تو مسلمان کا کیا سلوک ہونا چاہیے؟ سنئے! ایک بزرگ تنہا بیٹھے بلند آواز سے کہہ رہے تھے:

”نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ پھر تیری بات کیوں مانوں؟“

اس جملے کا تکرار کیے جا رہے تھے۔ آخر لوگوں نے بھی سُن لیا اور پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے، چونکہ اسلامی حکومت تھی اس لیے یہ ناممکن تھا کہ کوئی عامی سے عامی مسلمان بھی خلاف شرع کام ہوتا ہوا دیکھ لے یا خلاف شرع بات سُن لے اور خاموش رہے۔ دین کی مخالفت کسی مسلمان کے لیے ناقابل برداشت چیز تھی، اس بزرگ کو پکڑے بغیر مسلمان کیسے چھوڑ دیتے؟ بالخصوص اس قسم کا کفر یہ کلمہ تو موجب قتل ہے لہذا پکڑ کر حاکم وقت کے پاس لے گئے کہ یہ شخص ایسا کفر بک رہا تھا۔ حاکم نے پوچھ گچھ شروع کی کہ ایسا کیوں کہہ رہے تھے؟ اس عاشق صادق بزرگ نے جواب دیا کہ یہ خطاب تو میں اپنے نفس سے کر رہا تھا کہ:

”ارے مردود! نہ تو میرا اللہ نہ میں تیرا بندہ پھر تیری بات کیوں مانوں؟“

میں تو اللہ کا بندہ ہوں مانوں گا تو اسی کی بات مانوں گا تو کوئی میرا اللہ تھوڑا ہی ہے کہ تیری بات مانوں۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں جو چیز آئے خواہ اس کا تعلق بیرونی تعلقات سے ہو جیسے والدین اور بیوی بچوں کی محبت اپنے احباب و اقارب کی خاطر داری اور حکام و افسران بالا کی حمایت و پاسداری یا اس کا تعلق انسان کی اندرونی خواہشات اور نفسانی اغراض سے ہو جب تک ان میں سے ایک ایک چیز کو حکم شریعت پر قربان نہ کر دے اس کا ایمان ناقص اور دعوائے ایمان ناقابل قبول ہے۔

مسلمان کا جائزہ:

اب دیکھنا یہ ہے کہ آج کا مسلمان اپنے دعوائے اسلام میں کس حد تک اس معیار پر پورا اترتا ہے؟ آیا وہ دنیا بھر کی تمام محبتوں پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو غالب رکھتا ہے یا نہیں؟ اگر حقیقت کی نگاہ سے اس پہلو کو دیکھیں اور ذرا سی گہرائی میں اتر کر اس کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آئے گی کہ آج کا مسلمان صرف نام کی حد تک یا دعویٰ اور نعروں کی حد تک مسلمان ہے باقی رہی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت اور ان کی خاطر قربانی کا جذبہ سو اس سے ابھی کوسوں دور ہے اس لیے کہ سچی محبت کی سب سے بڑی دلیل محبوب کا اتباع ہے اور اتباع علم کے بغیر ممکن نہیں اس لیے مسلمان پر یہ بنیادی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی کام میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کا شرعی حکم معلوم کرے کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون کیا ہے؟ قانون معلوم کیے بغیر اس پر عمل کیوں کر ممکن ہوگا؟ افسوس کہ آج کا مسلمان اپنے مالک کے قوانین سے ہی نا آشنا ہے اس کی زندگی کا کوئی سا شعبہ لے لیجیے اسے معلوم ہی نہیں کہ اس سے متعلق قرآن و حدیث کی ہدایات کیا ہیں؟ جب علم ہی نہیں تو عمل کہاں سے آئے گا؟ قرب الہی کا پہلا زینہ ہی غائب ہے تو آگے ترقی کے مدارج کیا خاک طے کرے گا؟ یاد رکھیے کسی قانون کی تعمیل پر ابھارنے والی چیزیں انسان کے لیے دو ہی ہوتی ہیں ایک خوف دوسری محبت۔ آج دنیا کے تمام ممالک میں برسرِ اقتدار حکومتوں کے قوانین نافذ ہیں اور ہر ملک کے باشندے اپنے ملکی قوانین پر سختی سے عمل پیرا ہیں کیوں؟ صرف اس لیے کہ حکومت کا ڈنڈا سر پر لہرا رہا ہے یقین ہے کہ گاڑی کہیں خلافِ قانون لگا دی یا خلافِ قانون چلائی تو دھر لیے جائیں گے اور سخت سزا ہوگی۔ سو ڈنڈے کا خوف قانون پر عمل کرواتا ہے۔

تعمیل کا دوسرا سبب محبت ہے، ہر انسان اپنے محبوب کی بات سنتا اور مانتا ہے اس کی نافرمانی گوارا نہیں کرتا محبت وہ چیز ہے جو ہر مشکل کو آسان اور ہر تلخ کو شیریں بنا دیتی

ہے اور نکلے سے نکلے انسان کو بھی اٹھا کر آمادہ کار بنادیتی ہے۔ محبت کی یہ کرشمہ سازی صرف دین میں نہیں دنیا میں بھی پوری طرح کارفرما ہے، یہاں دنیا میں دیکھ لیجیے کوئی کسی مُردار کے عشق میں مبتلا ہو تو اس کے اشارہ ابرو کا منتظر رہتا ہے، جان جو کھوں میں ڈال کر بھی اس کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ اگر معشوق کا حکم نہ مانے یا اس کی تعمیل میں ذرا سی پس و پیش کرے تو دنیا کا احمق سے احمق انسان بھی یہ کہے بغیر نہ رہے گا کہ یہ عاشق صادق نہیں اس کا دعویٰ نفاق اور خود غرضی پر مبنی ہے، ورنہ بے غرض اور سچی محبت ہوتی تو محبوب کو ہر قیمت پر راضی رکھتا، لہو لگا کر شہیدوں میں ملنے والے عاشقوں سے متعلق منجملے شاعر نے خوب کہا ہے ۔

ہم فراق یار میں گھل گھل کے ہاتھی ہو گئے
اتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہو گئے

محبوب کے منہ پر تو اس کی تعریفوں کے پل باندھتے ہیں کہ میرے محبوب! میرے دل رُبا! تجھ پر سو جان سے فدا! تیرے عشق میں ہلکان ہوا جا رہا ہوں مگر بات ایک بھی مان کر نہ دوں گا اس لیے کوئی فرمائش نہ ، یوں میں تیرا بندہ بے دام! اسے کہتے ہیں: ”بغل میں چھری منہ میں رام رام“ اب ذرا انصاف سے بتائیے دنیا میں کون سا عقل مند انسان ہے جو ایسی دوغلی باتوں کو سچ باور کر لے؟ اور ایسے شخص کو عاشق و جاں نثار یا کم از کم طالبِ صادق ہی تسلیم کر لے؟ جب دنیا میں بھی کوئی انسان اس قسم کے کھوکھلے دعوؤں کو خاطر میں نہیں لاتا تو دین کے معاملے میں ان کا کیسے اعتبار کیا جائے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین دنیا سے بھی کم درجہ کی چیز ہے؟ بات یہ چل رہی تھی کہ انسان کو عمل پر برا بیچتے کرنے والی قوتیں دو ہیں ایک خوف دوسری محبت و عقیدت، لیکن دونوں کا تعلق اندرونی کیفیت سے ہے، اللہ کے خوف کا یہ مطلب نہیں کہ ظاہر میں لوگوں کے سروں پر کوئی موٹا سا ڈنڈا لہرا رہا ہو اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اتر آئے قانون شکنی کرے فوراً وہ ڈنڈا حرکت میں آئے اور مجرم کے سر پر برسنا شروع کر دے،

ایسا خود کارڈنڈا ہو یا کسی فرشتے کی ذمہ داری لگادی جائے کہ جو نبی اللہ تعالیٰ کا قانون ٹوٹے، مجرم کو پکڑ کر اس کی پٹائی شروع کر دے۔ یہ چیز تو سُنَّۃ اللہ (دستورِ الہی) کے خلاف ہے۔ اس عالم میں اللہ تعالیٰ کا یہ دستور نہیں، البتہ یہ حقیقت قرآن و حدیث کی نصوص سے ثابت ہے کہ نافرمان اور سرکش لوگ چین کی زندگی سے محروم رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی ہر وقت برستی رہتی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت کھول کھول کر بیان فرمادی اور اس کا بار بار اعلان فرمایا کہ نافرمان اور باغی دنیا میں کبھی سکون سے نہ رہیں گے مختلف شکلوں میں عذاب کے کوڑے ان پر برستے رہیں گے اور لگاتار برسیں گے جو انہیں کسی کروٹ چین نہ لینے دیں گے ان کی زندگی کو تلخ بنا کر رکھیں گے اس پر قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص موجود ہیں وقت میں گنجائش ہوتی تو کئی آیات اور احادیث بیان کرتا، نمونہ کے لیے صرف ایک جگہ سے چند آیات پڑھتا ہوں:

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ
الْقِيَمَةِ أَعْمًى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمًى وَقَدْ كُنْتُ
بَصِيرًا ۝ قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ
الْيَوْمَ تُنْسَى ۝ وَكَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ
رَبِّهِ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى ۝ (۲۰-۱۲۴ تا ۱۲۷)

”اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لیے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اس کو اندھا کر کے (قبر سے) اٹھائیں گے، وہ (تعجب سے) کہے گا کہ اے میرے رب آپ نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا؟ ارشاد ہوگا کہ ایسے ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا خیال نہ کیا اور ایسا ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا اور اسی طرح (ہر) اس شخص کو ہم (مناسب عمل) سزا

دیں گے جوحد (اطاعت) سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان

نہ لائے اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور بڑا دیر پا۔“

اللہ تعالیٰ نے اپنا دو ٹوک فیصلہ سُنا دیا کہ جو شخص میرا نافرمان ہوگا میرے احکام کی مخالفت کرے گا تو یہ یقین کر لو کہ میں اس کی زندگی اس پر تنگ کر دوں گا۔ سکون اس کے قریب بھی نہ پھٹکنے دوں گا۔ علماء جانتے ہیں کہ یہ معیشہ کا لفظ نکرہ ہے، اس کی صفت بھی نکرہ ہے نکرہ کے معنی میں عموم و شمول اور ہمہ گیری کا پہلو پایا جاتا ہے اس پر تنوین بھی تقلیل کے لیے ہے پھر جملہ اسمیہ استعمال کیا گیا جس میں دوام کے معنی پائے جاتے ہیں اور جملہ اسمیہ کے شروع میں ان حرف تاکید، تو گویا اللہ تعالیٰ تاکید پر تاکید، تاکید پر تاکید فرما کر خبردار کر رہے ہیں کہ کان کھول کر سُن لو جس نے میری نافرمانی کی، دنیا میں اس کی زندگی اس پر تنگ تنگ تنگ کر کے رکھ دوں گا، سکون اس کے قریب بھی نہ آنے دوں گا، اور جب تک نافرمانی سے باز نہ آجائے اس نعمت سے اسے محروم رکھوں گا خواہ ہفت اقلیم کی سلطنت ہی اسے مل جائے قارون کے خزانے ہاتھ لگ جائیں، سکون اور راحت کے ہزاروں اسباب جمع کر لے، اس کے باوجود میرا فیصلہ یہی ہے کہ سکون اسے نہیں مل سکتا نہیں مل سکتا بلکہ سکون نام کی چیز اس کے پاس سے ہو کر بھی نہ گزرے گی، زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ مال و دولت کے ذریعے کسی حد تک جسمانی راحت کا سامان پیدا کر لے، جسم پر زرق برق پوشاک سجا کر حسن کی نمائش کر لے، عمدہ سے عمدہ کھانے کھا کر کام و دہن کی لذت اٹھالے مگر سکونِ قلب جس دولت کا نام ہے وہ ان نمائشی چیزوں میں تو نہیں ملتی، اور سچی بات تو یہ ہے کہ دُنیوی نعمتوں کی ظاہری لذت سے بھی یہ لوگ محروم ہیں، اس لیے کہ کسی بھی نعمت سے لذت یاب ہونا سکونِ قلب کے بغیر ممکن نہیں بھلا جس کے دل پر ہر وقت چھریاں چل رہی ہوں اور دماغ تفکرات میں غرق ہو اُسے مرغن غذاؤں، نرم و گداز گدوں یا ایئر کنڈیشنڈ گاڑیوں میں کیا لطف آئے گا؟ یہ تو ہوئی باغی کی دُنیوی سزا کہ چوبیس گھنٹے بے چین و بے کل، گویا مسلسل جہنم میں

جل رہا ہے، اور آخرت کی سزاؤں میں پہلی سزا یہ کہ پوری مخلوق کے روبرو اندھا کر کے اٹھایا جائے گا۔ یہ دیکھ کر بڑی حسرت سے فریاد کرے گا کہ یا اللہ! میں تو دنیا میں بینا تھا، آج میری بینائی کیوں چھین لی گئی؟ مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا گیا؟ تو اللہ تعالیٰ جواب میں فرمائیں گے تو دنیا میں میرے احکام سے رُگردان اور اندھا ہو گیا تھا میری نافرمانی پر کمر باندھ رکھی تھی، اس بغاوت کی پاداش میں دنیا میں بھی تو طرح طرح کی سزائیں بھگتا رہا آج محشر میں بھی سب سے پہلی رُسوائی یہ کہ تجھے اندھا کر کے اٹھایا جا رہا ہے اصل سزا تو اس سے آگے ہے۔

بات یہ چل رہی تھی کہ نافرمان اور باغی لوگوں پر دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوڑے برس رہے ہیں مگر ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں، آج دیکھ لیجیے دنیا بھر میں مسلمانوں پر کیا گزر رہی ہے؟ مصائب کے کیا کیا پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں؟ کس قدر ذلت و رُسوائی کا شکار ہیں؟ پھر اس اجتماعی بحران سے قطع نظر نافرمان لوگوں کے ذاتی حالات کا ایک نظر سے جائزہ لیجیے گھر گھر میں لڑائی اور گلی گلی میں دنگا فساد برپا ہے۔ بھائی بہن، میاں بیوی، اولاد و والدین باہم دست و گریباں ہیں، کہیں چین نہیں، اطمینان نہیں، ہر سو ظہورُ الفسادِ فی البرِّ والبحرِ کا سماں برپا ہے، پوری دنیا گناہوں کی محسوس سے جہنم کدہ بن چکی ہے نفسا نفسی کا عالم ہے ہر شخص حیران و پریشان اور سرگردان ہے۔

کسی کو رات دن سرگرم فریاد و فغاں پایا

کسی کو فکرِ گوناگوں سے ہر دم سرگراں پایا

کسی کو ہم نے آسودہ نہ زیرِ آسماں پایا

فقط مجذوب کو اس غم کدہ میں شادماں پایا

غموں سے بچنا ہو تو آپ کا دیوانہ ہو جائے

یاد رکھیے! جب تک اللہ تعالیٰ کی بغاوت سے باز نہیں آجاتے اس سے محبت کا تعلق

پیدا نہیں کر لیتے۔ محبت بھی زبانی کلامی نہیں بلکہ ایسی جو اس کی نافرمانی چھڑا دے۔

ورنہ محبت نہیں دغا اور فریب ہے۔ جب تک ایسی محبت کا تعلق نہیں پیدا کر لیتے اس وقت تک دنیا میں کبھی بھی امن نہیں مل سکتا کوئی شخص چین کا سانس نہیں لے سکتا۔ ہر طرف یونہی بد امنی، بے چینی اور بے سکونی ہی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور نافرمانی چھوڑے بغیر جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہم کچھ تدبیریں اور حیلے اختیار کر کے سکون حاصل کر لیں۔ خواہ یہ تدبیریں دنیا کے ظاہری اسباب سے تعلق رکھتی ہوں جیسے مال و دولت، ثروت و وجاہت، یا ایسی تدبیریں ہوں جنہیں سادہ لوح اور نادان لوگ ”روحانی علاج“ کا نام دیتے ہیں جیسے اُوراد و وظائف، دم دُرود اور تعویذ گنڈے ایسے لوگ دھوکے کا شکار ہیں یا یہ حیلہ گراپنے حیلوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے قطعی فیصلے کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا

”اور آپ اللہ کے دستور میں رد و بدل نہ پائیں گے۔“

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تو یہ ہے کہ جب تک میری نافرمانی نہیں چھوڑو گے سکون سے محروم ہی رکھوں گا خواہ دنیا بھر کی تدبیریں اختیار کرلو۔ ایسے مدبروں کی مثال مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خوب دی ہے کہ ایک گدھے کی دم کے نیچے کاٹنا چھ گیا جب درد کی ٹیس اٹھی تو اس نے عجیب تدبیر کی، تدبیر کیا؟ کہ زور سے رانوں پر دم لگانا شروع کی دم لگتے ہی کاٹنا اور اندر گھس گیا۔ پھر دم مارتا جا رہا ہے اور رینکتا جا رہا ہے، گدھا جو ٹھہرا! گدھے میں اتنی عقل کہاں سے آئی کہ کسی ڈاکٹر سے جا کر علاج کروائے وہ تو خود ہی ڈاکٹر بن بیٹھا اور اپنا آپریشن شروع کر دیا۔ دم پر دم مارنا شروع کر دی۔ نتیجہ یہ کہ جس کانٹے کی ذرا سی نوک چھبھی تھی تھوڑی ہی دیر میں وہ پورا کاٹنا جسم میں پیوست ہو گیا، مگر یہ ڈاکٹر صاحب اپنی ڈاکٹری سے اب بھی باز نہیں آتے دم پہ دم مارتے چلے جا رہے ہیں۔ ع

جتنا تڑپو گے جال کے اندر جال گھسے گا کھال کے اندر

اللہ کے بندو! ہوش کے ناخن لو اللہ کو راضی کیے بغیر اس کی نافرمانی چھوڑے بغیر جتنے منصوبے بناؤ گے جتنی تدبیریں لڑاؤ گے سب الٹی پڑیں گی اور جال گھسے گا کھال

کے اندر۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے جسے اس نے قرآن میں بار بار دہرایا ہے اللہ کے اس فیصلے کو کون بدل سکتا ہے؟

ایک غلط فہمی:

ہو سکتا ہے کہ کسی کے خیال میں یہ بات آئے کہ آپ رٹ لگا رہے ہیں کہ گناہ چھوڑے بغیر سکون کی زندگی گزارنا ناممکن ہے لیکن ہم نے تو فلاں وظیفہ پڑھا تھا یا اپنے پیر صاحب سے تعویذ لیا تھا تو ہمارا کام تو ہو گیا تھا، ہمیں تو گناہ چھوڑنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ یہ خیال بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں گردش کرتا ہے کہ بارہا ہم پر مصیبتیں آئیں، بیماریاں آئیں ہم نے ختم خواجگان کروایا، یسین شریف کا ختم کروایا اتنے اتنے روز چہل کاف پڑھتے رہے جس سے آئی ہوئی مصیبتیں ٹل گئیں، بیمار شفا یاب ہو گئے۔ جب اس طریقے سے بھی کام نکل آتا ہے تو کیا ضرورت پڑی گناہ چھوڑنے کی؟ بہت سے لوگ اس اشکال میں مبتلا ہیں کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا صاف صاف اعلان ہے کہ نافرمان کے لیے چین واطمینان کی نعمت میں نے حرام کر دی ہے دونوں جہانوں میں اس کی زندگی جہنم کی زندگی ہے، مگر دوسری طرف اس کے کام بھی بنادیتے ہیں وہ کوئی سی تدبیر عمل میں لاتا ہے اور اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر بظاہر چین کا سانس لیتا ہے۔ اس کا جواب بھی خود قرآن ہی سے لے لیجیے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس اشکال کا حل بیان فرمادیا کہ اگر میں کسی نافرمان اور باغی کا مطلب دنیا میں پورا کر دیتا ہوں مثلاً اس کی دُعا قبول کر کے ظاہراً تکالیف اور پریشانیوں کا ازالہ کر دیتا ہوں۔ کسی نعمت سے بھی اسے نواز دیتا ہوں۔ تو یہ نعمت بھی درحقیقت نعمت نہیں بلکہ عذاب ہی ہے۔ جس کا احساس اسے چند ہی روز کے بعد ہو جائے گا، قرآن مجید کا صاف اعلان ہے کہ نافرمان لوگوں کا مال و دولت اور ان کی آل واولاد حقیقت میں ان کے لیے عذاب ہے۔ اب ذرا دنیا میں چل پھر کر لوگوں کے حالات کا جائزہ لے کر سبق

بھی لیجیے۔ دنیا میں عبرت کے سامان تو بہت ہیں لیکن کسی کی چشمِ عبرت نہیں کھلتی، ذرا توجہ مبذول کریں تو ہر سو عبرت کے نمونے موجود ہیں۔ دُنیا کے تجربے تو آپ لوگوں کو ماشاء اللہ! مجھ سے بھی زیادہ ہوں گے۔ ان نافرمانوں کی مثال یوں سمجھیے کہ ایک شخص ہٹا کٹا موٹا تازہ کسی دیوار سے ٹیک لگائے وظیفہ چپ رہا تھا کہ یا اللہ! گھوڑا دے دے، یا اللہ! گھوڑا دے دے۔ کسی پیر فقیر نے بتا دیا ہوگا کہ یہ مجرب وظیفہ پڑھ لو کام ہو جائے گا۔ سڑک پہ بیٹھا پڑھے جارہا تھا کسی گھوڑی سوار سپاہی کا ادھر سے گزر ہوا، اتفاق سے اسی جگہ اس کی گھوڑی نے پچھیرا دے دیا، اسے فکر لاحق ہوئی کہ یہ بچہ اصطبل کیسے پہنچایا جائے؟ ادھر سے آواز آرہی تھی یا اللہ! گھوڑا دے دے۔ یا اللہ!..... سپاہی نے مڑ کر دیکھا تو حیران رہ گیا کہ اچھا خاصا صحت مند جوان شخص ہاتھ پر ہاتھ دھرے وظیفہ چپ رہا ہے کہ یا اللہ! گھوڑا دے دے یا اللہ!..... سپاہی نے جا کر ایک چابک لگایا اور کہا چل یہ پچھیرا اٹھا اور اصطبل پہنچا، بے چارہ مرتا کیا نہ کرتا پچھیرا اٹھایا۔ اب چلتا بھی جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ کہتا جا رہا ہے کہ یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے سمجھتا نہیں۔ میں نے گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لیے تو نے اوپر چڑھا دیا۔ یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے سمجھتا نہیں۔ غور کیجیے جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان میں ایسی گستاخی کرے وہ کافر و مرتد ٹھہرایا نہیں؟ آج کل کے مسلمانوں کے حالات کا جائزہ لیجیے جو اللہ کی نافرمانی چھوڑے بغیر یہ سمجھتے ہیں کہ دُنیا میں سکون مل جائے گا اور ہماری دعاء قبول ہو جائے گی وہ بھی اس گمراہ کن خیال میں اس احمق سے پیچھے نہیں بلکہ اس سے دو قدم آگے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی بغاوت چھوڑے بغیر جو لوگ اُوراد و وظائف یا صرف دعاؤں کے زور سے مقصد نکالنا چاہتے ہیں وہ سوچیں کہ جس ذات کو اپنا مشکل کشا حاجت روا سمجھ کر پکار رہے ہیں جس سے متعلق یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ نفع و نقصان اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اس ذات کو ناراض کر کے کیسے اس سے اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں؟ کسی عام انسان سے بھی کوئی چیز لینا چاہیں تو پہلے اس کی

خوشامد کرتے ہیں اسے خوش کرتے ہیں جب جا کر اس سے کچھ مانگتے ہیں۔ کیا اس ذاتِ اَکرمِ الحاکمین کی اتنی بھی عظمت نہیں جتنی ایک انسان کی؟ اس ذاتِ عالی کو راضی کیے بغیر جو لوگ اس سے حاجتیں طلب کر رہے ہیں اور وہ بھی ناراض رہنے کے باوجود کچھ نہ کچھ دے دیتے ہیں تو یہ ان کے حق میں کوئی نعمت نہیں بلکہ مصیبت ہوتی ہے جس کا انہیں احساس و شعور نہیں ہوتا لیکن جب وہ نعمت گلے پڑ کر بجانے لگتی ہے تو اب چلاتے ہیں کہ یا اللہ! تو دعاء سنتا تو ہے مگر سمجھتا نہیں۔ گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لیے تو نے اوپر چڑھا دیا۔ ایسے ہی ایک شخص کا قصہ سنئے جسے شادی کا شوق سوار ہوا اور یہ کہ بیوی بھی پاک طینت، نیک خصلت، سلیقہ شعار، حسین صورت و حسین سیرت اور ان ان صفات کی حامل ہو۔ خیر! ایسی خواہش کرنا تو گناہ کی بات نہیں بلکہ نیک بیوی ملنا سعادت کی بات ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

مِنْ سَعَادَةِ ابْنِ آدَمَ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ. ^(١)

مگر ایسی سعادت بھی ہر ایک کے نصیب میں نہیں ہوتی صرف ایسے شخص کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہو اس کی بارگاہ میں مقبول ہو، اس شخص کے دل میں بھی یہ خواہش اٹھی، لیکن بجائے اس کے کہ گناہوں کی زندگی سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کو راضی کر کے یہ درخواست کرتا اس نے ”روحانی علاج“ شروع کر دیا نہ جانے کتنے ختم کروائے؟ کیا کیا وظیفے چتارہا؟ آخر شادی ہو گئی پسند کی بیوی مل گئی۔ کچھ دن تو ہنسی خوشی بسر ہو گئے اس کے بعد ان بن ہونے لگی۔ بیوی کو ایک روز خیال آیا پکوڑے تلنے کا، میاں بھی آکر ساتھ بیٹھ گئے، وہ تازہ تازہ پکوڑے کڑا ہی سے نکالتی جا رہی ہے میاں ساتھ کے ساتھ کھاتا جا رہا ہے، تھوڑی دیر بعد بیوی کو خیال آیا کہ ایسے تو میں پکوڑے تلنے تلنے تھک جاؤں گی۔ سارے یہی کھا جائے گا۔ اس نے بھی ساتھ ساتھ کھانے

١ - رواه احمد والبخاري والطبراني في الكبير والوسط ورجال احمد رجال الصحيح.

(مجمع الزكاة) (٢/٢٤٢)

شروع کر دیے۔ کھاتے کھاتے درمیان میں اختلاف ہو گیا، شوہر کہتا ہے تو زیادہ کھا گئی، بیوی کہتی ہے تو زیادہ کھا گیا۔ بات ذرا بڑھی تو دونوں لڑ پڑے۔ لڑائی ہو رہی ہے جائیداد کی تقسیم پر نہیں، کسی اہم گھریلو معاملے پر نہیں، پکوڑے کھانے پر، وہ کہتی تو زیادہ کھا گیا، یہ کہتا ہے تو زیادہ کھا گئی۔ شوہر صاحب کو آگیا غصہ، غصے میں پھرے ہوئے ہیں مگر کچھ کہہ بھی نہیں سکتے، جرات کر کے صرف اتنا کہہ پائے کہ اللہ کرے میں مرجاؤں یا..... آگے کہنا تو یہ چاہتے تھے یا تو مرجائے، مگر جیسے ہی کہا میں مرجاؤں یا..... بیوی نے گرم گرم کر چھلی اٹھائی اور کہا یا کون؟ بے چارے خوف سے سہمے ہوئے بولے ”یا بھی میں ہی مرجاؤں۔“ اس کے سوا اور کہہ بھی کیا سکتے تھے؟ اگر کہتے یا تو مرجائے تو وہ خود مرنے کی بجائے انہی کا بھرتا بنا دیتی، کمزور کی زبان چلتی ہے اور طاقتور کا ہاتھ۔ اس سے عبرت حاصل کیجیے کہ اللہ کے نافرمانوں کو اگر نعمت ملتی بھی ہے تو اس طریقے سے کہ اللہ گھوڑا نیچے دینے کی بجائے اوپر چڑھا دیتے ہیں۔

ایسے ہی ایک شخص کی بیوی ہسپتال میں داخل تھی، وہ باہر برآمدہ میں بیٹنج پر بیٹھا انتظار کر رہا تھا کہ کیا خبر آتی ہے؟ ڈاکٹر نے کہا بس ایک گھنٹے کی مہمان ہے موت سر پر آگئی ہے تو یہ جواب میں کہتا ہے کہ اچھا جہاں پوری زندگی گزر گئی وہاں ایک گھنٹا اور سہی! بے چارہ بیوی سے اتنا تنگ تھا کہ اس کا ایک گھنٹا جینا بھی اسے گراں گزرا۔ اس کا بس چلتا تو ایک لمحہ انتظار کیے بغیر اسے چلتی کر دیتا، سو اللہ نافرمان کو گھوڑا دیتا ضرور ہے لیکن نیچے کی بجائے اوپر چڑھا دیتا ہے۔

کہتے ہیں کسی مچھلی کو شکایت ہوئی کہ رزق کی تنگی ہے جیسے آج کا مسلمان اسی غم میں مر رہا ہے، مسکین تو درکنار کسی امیر سے امیر تر شخص سے بھی پوچھ لیجیے خواہ اس کے پاس کار کوٹھی لاکھوں کا بینک بیلنس بھی موجود ہو مگر زبان پر یہی شکایت ہوگی کہ ہائے مر گئے بھوک سے، ہائے مر گئے..... دل کی بھوک بھلا کہاں ختم ہو؟ وہ تو اور بڑھے گی، مچھلی کو بھی بھوک نے ستایا تو کسی پیر صاحب سے وظیفہ دریافت کیا وسعتِ رزق کا! انہوں نے

بتا دیا کہ یہ یہ وظیفہ پڑھا کرو۔ ابھی وظیفہ جپتے دو ہی دن گزرے تھے کہ ایک شکاری نے کانٹے میں بوٹی لگا کر اسے دریا میں پھینک دیا۔ مچھلی اسے دیکھ کر لپکی اور جھٹ سے بوٹی منہ میں لے کر خوشی سے پھولنے لگی کہ ماشاء اللہ! ہمارے پیر صاحب نے وسعتِ رزق کا ایسا نسخہ اکسیر بتایا کہ ابھی اسے شروع کیے بمشکل دو ہی دن گزرے تھے کہ رزق برسا شروع ہو گیا۔ لیکن پتا جب چلا کہ جب شکاری نے ڈوری کھینچ کر اسے باہر خشکی پہ گھیٹ لیا۔

مچھلی نے ڈھیل پائی ہے لقمے پہ شاد ہے
صیاد مطمئن ہے کہ کانٹا نکل گئی

شکاری نے باہر نکالا اور بے دردی سے پیرے بنا بنا کر تلنا شروع کیا تو اب کہتی ہے یا اللہ! گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لیے لیکن تو نے اوپر چڑھا دیا۔ میں نے رزق مانگا تھا کھانے کے لیے لیکن یہ رزق تو اُلٹا مجھے کھا رہا ہے۔

یاد رکھیے! اللہ کا نافرمان جب تک اللہ کی نافرمانی سے باز نہیں آجاتا ہزاروں تدبیریں کر لے اللہ کا فیصلہ اپنی جگہ قطعی ہے کہ نافرمان کو امن و چین کبھی نصیب نہ ہوگا نہ دنیا میں نہ آخرت میں ع

ہے دنیا میں ذلت تو عقبیٰ میں خواری

اگر آپ کسی نافرمان کو مال و دولت میں کھیلتے دیکھ کر یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ مہ سکون ہے تو یہ نظر کا دھوکا ہے ایسے گمان سے بھی توبہ کیجیے اور اپنا زاویہ نظر درست کیجیے۔

ایک شخص کو کسی بزرگ نے کہا کہ میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے القاء فرمایا ہے کہ تمہارے حق میں دعاء کروں مگر دیکھو وہ دعاء ایک ہی بار ہوگی اگر غلط دعاء کروالی تو وہ گلے پڑ جائے گی پھر پچھتاتے پھر وگے اس لیے خوب سوچ لو، چل پھر کر دیکھ لو۔ چنانچہ اس نے سوچنا شروع کر دیا۔ گھوم پھر کر لوگوں کے حالات کا جائزہ لینے لگا کہ کون مزے

کی زندگی بسر کر رہا ہے؟ بالآخر اس کی نظر ایک جوہری پرنک گئی دیکھا کہ جوہری بڑے ٹھاٹھ کی زندگی گزار رہا ہے نوٹوں کی تجوریاں بھری پڑی ہیں ہر وقت پیسے کی ریل پیل ہے نوکروں کی پوری ایک فوج آگے پیچھے، کہیں باہر نکلیں تو ہٹو بچو کا شور! یہ دیکھ کر اس کے منہ میں پانی آگیا اور فیصلہ کر لیا کہ بس اسی جیسا سیٹھ بننے کی دعاء کروا تا ہوں۔ بزرگ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا حضور! فیصلہ کر لیا ہے دعاء فرمائیے فلاں جوہری جیسا بن جاؤں۔ بزرگ نے فرمایا پھر بھی دیکھ بھال لو اگر غلط دعاء کروالی تو پھر اس کا کوئی تدارک نہ ہو سکے گا۔ اس لیے خوب غور و فکر کر لو؟ وہ بولا حضور! سوچ سمجھ کر ہی یہ فیصلہ کیا ہے بس اب دعاء فرمائیں۔ بزرگ نے فرمایا اتنی جلدی کیا ہے؟ یہ تو تم نے خود بیٹھے بیٹھائے فیصلہ کر لیا کہ فلاں سیٹھ جیسا بنوں، اس سیٹھ سے بھی تو جا کر مل لو اس سے حالات دریافت کرو کیا وہ واقعی اس قابل ہے کہ اس پر رشک کیا جائے؟ بزرگ کی بات اس کے دل میں اتر گئی۔ سیٹھ صاحب کے پاس گیا اس کے نوکروں سے مل کر وقت لیا اور اس سے مل کر سارا قصہ بیان کر دیا، چونکہ میری نگاہ میں دنیا کے خوش نصیب اور معزز ترین انسان آپ ہیں، اس لیے میں نے بھی طویل غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ آپ جیسا بن جاؤں یہ سنتے ہی سیٹھ صاحب سکتے میں آگئے اور بولے:

”خوش نصیب معزز ترین کیا معنی؟ میں تو دنیا کا بد نصیب اور ذلیل ترین انسان

ہوں، اس لیے مجھ جیسا بننے کا خیال تو کبھی بھولے سے بھی دل میں نہ لانا۔“

آگے قصہ ذرا لمبا ہے اور بیان کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ بہر حال اللہ کا یہ قطعی اور لازوال فیصلہ ہے کہ گناہوں کی زندگی میں کبھی سکون نصیب نہیں ہو سکتا، اگر اس حقیقت کے تسلیم کرنے میں کسی کو تامل ہو تو ذرا آنکھیں کھول کر دیکھ لے دنیا میں ہر سو اس کے شواہد موجود ہیں، دل کا سکون درکار ہے تو اس کا نسخہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرما رہے ہیں:

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا

تَبْدِيلَ لِكَلِمَتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ (۱۰-۶۲ تا ۶۳)

آیت کے شروع میں پہلا لفظ ہے 'آلا'۔ آلا کا مطلب یہ ہے کہ آگوش ہوش سے سن لو! بڑی اہم بات سنائی جا رہی ہے دوسرا لفظ 'اِنْ' ہے، اِنْ کے معنی ہیں یقینی بات یعنی آگے جو بات بتائی جا رہی ہے وہ یقینی اور حتمی بات ہے اس کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتا۔ وہ بات یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے دوست ہیں یعنی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے پیروکار ہیں صرف زبان سے دوستی کا دم نہیں بھرتے، بلکہ اپنے کردار اور عمل سے بھی دوست ہونے کا ثبوت فراہم کرتے ہیں، محبوب کے ہر حکم پر مر مٹنے کو تیار رہتے ہیں، ایسے دوستوں سے متعلق اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ سنار ہے ہیں:

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝

کہ یہ لوگ ہر قسم کے خوف و خطرہ سے محفوظ ہیں دنیا کا کوئی غم، صدمہ یا رنج و ملال ان کے دل میں جگہ تو کیا بنائے اس کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتا۔ ان کے دل ہر حال میں شاد و مسرور اور ہر سکون ہیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں میرے ان دوستوں کی نشانی یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد میری نافرمانی سے بچتے ہیں۔ کسی گناہ کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔ گویا کلمہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے جو عہد و پیمان باندھ لیا اس کا پورا پورا پاس کرتے ہیں کسی قیمت پر اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے، یہ ہیں سچے محبت! دعوائے محبت انہی کو زیب دیتا ہے۔

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ط

اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں میری طرف سے ان دوستوں کا انعام یہ ہے کہ انہیں دنیا میں بھی خوش و خرم رکھتا ہوں اور آخرت میں بھی!

لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَتِ اللَّهِ ط

اپنے ان دوستوں کے لیے جو ہم نے اعزاز و اکرام کا یہ فیصلہ کیا ہے اس میں کبھی

بھی تبدیلی نہیں آسکتی یہ بالکل قطعی اور آخری فیصلہ ہے۔

ذَلِكْ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

یہی ہے بہت بڑی کامیابی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ مالک الملک فرما رہے ہیں سب سے بڑی اور حقیقی کامیابی صرف اور صرف یہی ہے اس سے ہٹ کر نہ کہیں کامیابی ہے نہ ہی سکون!

اہل اللہ پر مصیبت نہیں آتی:

جس بندے کے دل میں اللہ کی سچی محبت جاگزیں ہو جس کی زندگی گناہوں سے پاک ہو اسے اگر بظاہر کوئی تکلیف بھی پہنچتی ہے تو وہ حقیقی تکلیف نہیں ہوتی اس تکلیف میں بھی وہ ایک گونہ سکون محسوس کرتا ہے اور زبانِ حال سے کہتا ہے ۔

ہمد جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و خرم

دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں

یہ تسلی اور ڈھارس دینے والی ذات کون ہے؟ اللہ جو خود اعلان کر رہا ہے:

إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَالَّذِينَ هُمْ مُحْسِنُونَ ۝ (۱۶-۱۲۸)

بتائیے خود اللہ جس کے ساتھ ہو غم اس پر کہاں سے آئے گا؟ بظاہر آ بھی گیا تو اس کا

کیا بگاڑے گا؟

ہمد جو مصائب میں بھی ہوں میں خوش و خرم

دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا مرے دل میں

روتے ہوئے اک بار ہی ہنس دیتا ہوں مجذوب

آجاتا ہے وہ شوخ جو ہنستا مرے دل میں

مجھے یاس کیوں ہو کہ وہ دل میں بیٹھے

برابر تسلی دیے جا رہے ہیں

کیا جب کبھی یاد میں نے ہے ان کو
تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ آرہے ہیں
جب محبوب کی طرف توجہ جاتی ہے تو سارا غم کا فور ہو جاتا ہے اور روتے ہوئے بھی
ہنس دیتا ہوں۔ آ جاتا ہے وہ شوخ جو ہنسا مرے دل میں ۔

اُف اُف رے ستم ہائے تری نیم نگاہی
نکلا بھی نہیں تیر کہ بیٹھا مرے دل میں
او پردہ نشیں میں ترے اس ناز کے قرباں
پنہاں مری آنکھوں سے ہویدا مرے دل میں

بھلا جسے محبوب اپنی آغوش میں لیے دُبار ہا ہو وہ پریشان کہاں ہوگا؟ اس کی مثال
یوں سمجھ لیجیے جیسے دلی کی نہاری میں مریچ مسالہ بہت تیز ہوتا ہے کھانے والے بڑے
شوق سے کھاتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ سی سی کی آواز بھی نکالتے جاتے ہیں آنکھوں
سے ناک سے پانی بھی بہتا ہے پسینہ بھی آ جاتا ہے، دیکھنے والا ناواقف یہی سمجھے گا کہ
بے چارے بڑی مصیبت میں پڑے ہوئے ہیں انہیں سخت سزا دی جا رہی ہے مگر جاننے
والے جانتے ہیں کہ یہ سزا انہیں انعام ہے یہ آنسو اور پسینہ مصیبت سے نہیں لذت سے
بہا رہے ہیں۔

دوسری مثال یوں سمجھیے کہ کوئی شخص چلا جا رہا ہے پیچھے سے آکر کسی نے بغل میں
لے لیا اور زور سے بھینچنا شروع کیا، اچانک اس نے جو مڑ کر دیکھا تو وہ اس کا دشمن ہے
جو مدت سے اس کی تاک میں تھا اس کی جان لینا چاہتا تھا۔ اب اندازہ کیجیے یوں
اچانک دشمن کی گرفت میں آکر وہ بے چارہ کس قدر پریشان ہوگا؟ لیکن اسی راستہ پر
ایک دوسرا شخص بھی جا رہا ہے اسے بھی اچانک پیچھے سے آکر کسی نے بغل میں دبوج لیا
اور زور زور سے بھینچنا شروع کر دیا بے چارے کی پسلیاں ایک دوسرے سے مل گئیں۔
سوچنے لگا کہ یا اللہ! یہ ناگہانی مصیبت کہاں سے آگئی؟ مگر مڑ کر دیکھا تو دبوجنے والا

کوئی دشمن نہیں بلکہ ایسا جگری دوست تھا جو عرصہ سے پھٹرا ہوا تھا جس کی ملاقات کے لیے یہ بے تاب تھا، یہ دیکھتے ہی اس کی ساری مصیبت اور پریشانی راحت میں بدل گئی، اب فرط شوق میں کہتا ہے یار! اور دبا۔ اللہ کی طرف سے تکالیف اور آزمائشیں تو تمام لوگوں پر آتی ہیں دوستوں پر بھی اور دشمنوں پر بھی مگر دشمن کے حق میں تو یہ واقعہ تکالیف اور آزمائشیں ہیں اس پر عذاب کے کوڑے ہیں لیکن دوست کے حق میں یہ کوئی تکلیف نہیں مصیبت نہیں بلکہ دوست کی طرف سے محبت کی حقیقت کھلنے پر وہ کہتا ہے یار! اور دبا پر لیاں بھی ٹوٹتی ہیں تو خیر سے ٹوٹ جائیں تمہارے دبانے سے کوئی تکلیف نہیں، مجھے تو مزہ آرہا ہے۔ بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ محبوب کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ حقیقی معنی میں تکلیف نہیں ہوتی دوستی کی چھیڑ چھاڑ ہوتی ہے، محبت کی چٹکی ہوتی ہے جس سے تکلیف کی بجائے انسان اور حظ اٹھاتا ہے، چھوٹے بچوں سے آپ لوگ بھی دل لگی کرتے ہوں گے بالخصوص اپنا بچہ ہو تو اسے پکڑ کر کبھی سینے سے چمٹا لیتے ہیں اور اس زور سے دباتے ہیں کہ کبھی بچے کی چیخ بھی نکل جاتی ہے کبھی اس کے گال پر دانتوں سے کاٹ لیتے ہیں جس سے نشان تک پڑ جاتا ہے مگر وہ ننھا سا بچہ بھی اس کا بُرا نہیں مناتا وہ بھی سمجھتا ہے کہ یہ دشمن کی گرفت نہیں دوست کی چھیڑ ہے، اس لیے آپ کے ہاتھ سے چھوٹے ہی وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگتا ہے، مچلتا ہے اور دوبارہ آپ کی گود میں آ جاتا ہے، ایسے ہی اسے ماں دبالے، بھائی بہن پیار سے تھپڑ لگا دیں کسی کا بُرا نہیں مناتا سمجھتا ہے کہ یہ سب محبوب ہیں۔ اس کے برعکس کوئی اجنبی شخص اسے گھور کر دیکھ بھی لے تو رونا چلانا شروع کر دیتا ہے اس کا پیشاب خطا ہونے لگتا ہے۔ اپنوں کی مار بھی برداشت ہے مگر غیر صرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لے تو یہ بھی گوارا نہیں۔ روزمرہ کی یہ مثالیں آپ کے سامنے ہیں، انہی سے سمجھ لیجیے کہ نافرمان لوگوں سے اللہ تعالیٰ کا کیا سلوک ہوتا ہے اور اپنے دوستوں سے کیا؟

مہلک ترین گناہ:

اس کے بعد یہ بتانا چاہتا ہوں کہ گناہوں کی بہت اقسام ہیں اس وقت تمام اقسام کو گناہ نامقصد نہیں جن گناہوں پر تنبیہ کرنا چاہتا ہوں جن کی خاطر یہ طویل سفر اختیار کیا ہے جن کے درد نے مجھے بیٹھنے نہ دیا اور پچتر سال کی عمر میں بیرونی ممالک میں اتنی دور نکلنے پر مجبور کر دیا۔ وہ سنگین اور نہایت درجہ مہلک گناہ سات ہیں، یوں تو ہر گناہ مہلک ہے مگر ان سات گناہوں کی نوعیت دوسری اقسام سے ذرا مختلف ہے۔ یہ ساتوں گناہ کھلی بغاوت کے ذیل میں آتے ہیں جو مجرم چھپ چھپا کر جرم کا ارتکاب کرے اس سے کسی حد تک رو رعایت ممکن ہے مگر جو مجرم کھلم کھلا مقابلہ پر اتر آئے اور بغاوت کا علم بردار ہو وہ کسی رعایت کا مستحق نہیں ہوتا۔ بغاوت کا جرم دنیا کی حکومتوں کے قوانین کی رو سے بھی ناقابل معافی جرم ہے۔ کسی بھی قانون میں باغی کی سزا موت سے کم نہیں، جب کسی عارضی اور چھوٹی سی دنیوی حکومت کا باغی بھی سزائے موت کا مستوجب ہے تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے خود سوچ کر فیصلہ کیجیے کہ اس ذاتِ احکم الحاکمین کی حکومت کا باغی کس سزا کا مستحق ہوگا؟ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ اُمَّتٍ مُّعَافٍ اِلَّا الْمُجَاهِرِينَ. (متفق علیہ)

میری پوری امت قابل معافی ہے اللہ تعالیٰ سب کو بخش دیں تو یہ ان کی رحمت سے کچھ بعید نہیں یہ ان کی رحمت کا بیان ہے کوئی قاعدہ نہیں یعنی ان کا وعدہ نہیں ہے کہ وہ ہر مجرم کو معاف ہی فرما دیں گے وعدہ معافی تو ہے توبہ پر۔ توبہ سے بڑے بڑے جرم معاف ہو جاتے ہیں بلکہ گناہوں کی ساری سیاہی دھل جاتی ہے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توبہ کا اصول نہیں بیان فرما رہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جوش آ جائے تو وہ کسی ضابطے کے پابند نہیں وہ چاہیں تو ساری امت کو بلا توبہ ہی معاف فرما دیں، معافی بھی کیسی؟ اسے ذرا

سمجھیے اور ذہن نشین کر لیجیے کہ اس حدیث میں عام معافی کا اعلان ہے جو بلاحد و امتیاز پوری امت کو شامل ہے اور کسی گناہ کی بھی تخصیص نہیں کہ فلاں جرم معاف فرمادیں بلکہ مطلق معافی کا اعلان ہے جو تمام گناہوں کی معافی کو شامل ہے۔ اب حدیث کا مطلب ذہن نشین کر لیجیے کہ:

”اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اپنی رحمت سے قیامت تک آنے والی میری پوری امت کے پورے کے پورے گناہ معاف فرمادیں سوائے مجاہرین کے۔“

مجاہرین کا ٹولہ اللہ تعالیٰ کی اس عام رحمت سے بھی مستثنیٰ اور خارج ہے جو پوری امت کو شامل ہے۔ مجاہرین کون ہیں؟ سرعام گناہ کرنے والے جو نہ خالق سے شرمائیں نہ مخلوق کا لحاظ کریں سب کے سامنے کھلے بندوں گناہوں کا ارتکاب کریں۔ ان پر معافی کا دروازہ بند ہے جب تک کہ علانیہ توبہ کر کے اس جرم سے باز نہ آجائیں۔ میں ان سات گناہوں کی سنگینی بیان کر رہا تھا کہ ایک وجہ تو یہ ہے کہ ان سب میں قدر مشترک بغاوت کا جرم ہے، دوسری بات یہ کہ ان ساتوں گناہوں کو آج کے مسلمان نے گناہوں کی فہرست سے نکال دیا ہے دیکھیے شیطان بھی کتنا بڑا عیار کس قدر مکار اور کس درجے کا ہوشیار ہے جو اس کے دام فریب میں آجاتے ہیں انہیں تھپکیاں دے دے کر سمجھاتا ہے کہ بیٹے! دیکھو جو آسان اور میٹھی میٹھی نیکیاں ہیں وہ تو کر لو اور اس قسم کے گناہ بھی چھوڑ دو جو تمہاری بدنامی کا باعث ہوں جن سے تمہاری بزرگی اور پارسائی کو بیٹہ لگے، لیکن وہ گناہ جو گھر گھر میں داخل ہو چکے ہیں تمہارے معاشرے کا جزء بن گئے ہیں انہیں چھوڑنے کی ضرورت نہیں، انہیں چھوڑ کر ایک تو تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ گے ساری دنیا ایک کام کر رہی ہے اور تم خواہ مخواہ اپنے آپ کو روکے بیٹھے ہو۔ پھر ساری لذتیں اور فرحتیں بھی انہی گناہوں سے وابستہ ہیں، انہیں یکسر چھوڑ بیٹھے تو گھروں کی رونق ہی جاتی رہے گی سارا مزا کر کر اہو جائے گا لوگوں میں بھی بلاوجہ نگو بن جاؤ گے لوگ طعنے دیں گے۔ اس لیے ان گناہوں کو چھوڑنے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں، گناہ تو وہ ہیں جو تم

چھوڑ چکے اس قسم کے گناہ جنہیں ساری دنیا اختیار کر چکی ہے گناہ نہیں رہے۔ انہیں گناہوں کی فہرست ہی سے نکال باہر کرو۔ اب اگر کوئی سر پھراتمہیں ٹوک دے کہ یہ گناہ کیوں کرتے ہو؟ تو اس دقیانوس سے صاف صاف کہہ دو کہ یہ گناہ ہے ہی نہیں۔ افسوس! آج گناہوں کی نحوست سے مسلمان کے دل پر ایسا زنگ چڑھ گیا ہے کہ اسے خیر و شر کی تمیز باقی نہیں رہی شر کو خیر سمجھ بیٹھا ہے آج نئی اندھیری سے متاثر مسلمانوں کا مغرب زدہ طبقہ خاص طور سے اس شیطانی فریب میں مبتلا ہے ان گناہوں میں سے کسی گناہ پر بھی انہیں ٹوکے تو لکھے پڑھے جھلا، غلطی تسلیم کرنے کی بجائے جھٹ سے اس گناہ کے فوائد گنونا شروع کر دیں گے اور یہ کہ اس کے چھوڑنے میں کتنے نقصان ہیں گویا یہ لوگ گناہ نہیں نیکی کر رہے تھے جس میں آپ نے رکاوٹ ڈال دی ہے، یہ ہے شیطانی تلقین کا اثر:

وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخُوْنَ إِلَىٰ أَوْلِيَآئِهِمُ الْآيَةُ (۶-۱۲۱)

”اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں۔“

گناہوں کے اس سیلاب میں بہنے والے مسلمانوں میں بہت سے مسلمان ایسے ہیں جن کی طبیعتوں میں انابت ہے مگر جہالت و نادانی کے سبب گناہوں میں مبتلا ہیں، اس قسم کے لوگ کچھ زیادہ قصور وار نہیں اس لیے کہ ان بے چاروں کو اب تک بتایا ہی نہیں گیا، انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اب تک ڈرایا ہی نہیں گیا۔ میں ابھی انگلینڈ کا دورہ کر کے آیا ہوں وہاں تقریباً ایک مہینہ رہا انگلینڈ میں بھی جہاں جانا ہوا انہیں سات گناہوں کے خلاف آواز اٹھائی، میرا یہ معمول نہیں کہ ایک جگہ جا کر لوگوں کو ایک چیز بتاؤں دوسری جگہ کے لوگوں کو دوسری چیز! بلکہ جہاں جہاں جانا ہوا ہر جگہ میں نے یہی ایک مہم چلائی ہوئی ہے۔ انہی منکرات کے خلاف جہاد شروع کر رکھا ہے اسی درد نے تو مجھے گھر سے نکالا ہے۔ انگلینڈ میں جب لوگوں نے بیان سنے تو بحمد اللہ تعالیٰ بے شمار لوگوں نے آکر بتایا کہ ہم نے ڈاڑھی رکھ لی ہے۔ بے چاروں کو اب تک علم ہی نہ تھا کہ

ڈاڑھی کی اہمیت کیا ہے؟ اس کا منڈانا یا کترانا کتنا بڑا جرم ہے؟ وہ تو شاید اب تک یہی سنتے رہے کہ ڈاڑھی رکھنا کا ثواب ہے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کوئی رکھ لے تو ثواب ہے نہ رکھے تو گناہ نہیں۔ عام لوگوں کے ذہن میں یہی بات بیٹھی ہوئی ہے سو جب مسئلہ کا علم ہی نہیں تو بے چارے عمل کیسے کریں؟ اب صحیح علم ہوا تو فوراً عمل شروع کر دیا۔ خاص طور پر انگلینڈ کے کئی شہروں میں مجھے اس کا تجربہ ہوا بہت سے لوگوں نے وہاں ڈاڑھیاں رکھ لیں۔ یا اللہ! لندن والوں پر جو تیری رحمت ہوئی ہے وہی رحمت ٹورنٹو والوں پر بھی برسا دے۔

سب سے بڑا مجرم:

ایک اہم بات جس کا خاص طور سے دلوں پر اثر ہوتا ہے وہ یہ کہ کہنے والا پوری دل سوزی سے کہے اس کے دل میں مخاطب کی ہمدردی کا جذبہ ہوا سے حقیر سمجھنے کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ جو شخص کسی دوسرے مسلمان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے اور خود کو پاک صاف سمجھے وہ تو خود سب سے بڑا مجرم ہے دوسروں کی کیا اصلاح کرے گا؟

ناز تقویٰ سے پھر اچھا ہے نیاز رندی

جاہ زاہد سے پھر اچھی مری زسوائی ہے

ایک شخص کی پوری زندگی گناہوں سے آئی ہوئی ہے مگر اس کے دل میں کبر نہیں خود کو گنہگار ہی سمجھتا ہے تو یہ اقراری مجرم ہے، اللہ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ اسے بخش دیں لیکن دوسرا شخص جو بظاہر بڑا عبادت گزار متقی اور پارسا ہے مگر وہ گنہگاروں کو حقیر سمجھتا ہے خود کو بڑا سمجھتا ہے تو یہ کوئی پارسا بزرگ نہیں بلکہ بزرگی کے لبادے میں چھپا ہوا شیطان ہے، میرے مالک کا مجھ پر کرم اور رحمت ہے جس کا میں شکر ادا نہیں کر سکتا کہ میں جب گناہوں پر نکیر کرتا ہوں تو کسی بڑے سے بڑے گنہگار کو بھی حقیر نہیں سمجھتا یہ تو دل کا درد ہے جس کو ظاہر کیے بغیر چارہ نہیں مجبوراً گناہوں کا تذکرہ کرنا پڑتا ہے، اگر

تذکرہ بھی نہ کروں تو دل کی بات کیسے ظاہر ہو؟ دوسروں کی اصلاح کیسے ہو؟ جو کچھ کہتا ہوں دل سوزی سے کہتا ہوں، اسی کا نتیجہ ہے کہ لوگ باتیں سن کر برا نہیں مناتے، میری کوئی بات انہیں ناگوار گذرتی بلکہ اثر انداز ہوتی اور دل میں اتر جاتی ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو عمل کی بھی توفیق ہو جاتی ہے، حالانکہ باتیں بسا اوقات بڑے سخت لہجے میں بھی کہہ دیتا ہوں، اندر سے ٹیس اٹھتی ہے تو غصہ بھی آ جاتا ہے مگر کسی مسلمان کو حقیر یا اپنے سے کم تر نہیں سمجھتا۔

زباں بے دل ہے اور دل بے زباں ہے، ہائے مجبوری
 بیاں میں کس طرح وہ آئے جو دل پر گزرتی ہے
 گزرتی ہے ہماری جان پر جو کچھ گزرتی ہے
 کسی کو کیا خبر دل پر ہمارے کیا گزرتی ہے
 یہ عمر بھر کا تجربہ ہے کہ دل کی گہرائی سے نکلی ہوئی بات اثر کیے بغیر نہیں رہتی۔

”از دل خیزد بردل ریزد“

ان گناہوں کی سنگینی کا تو کچھ اندازہ ہو گیا اب ان کی فہرست سنئے:
 ڈاڑھی منڈا نا یا مٹھی سے کم کرنا۔ یہ علانیہ بغاوت ہے۔

عورتوں کا شریعت کے مطابق پردہ نہ کرنا۔ آج کل اچھے خاصے دین دار لوگ
 بھی غیر محرم رشتہ داروں سے پردہ نہیں کرتے، حالانکہ شرعاً و عقلاً ان سے اغیار کی بنسبت
 زیادہ پردہ ہے۔

مردوں کا شلوار یا لنگی نیچے لٹکا کر ٹخنے ڈھانکنا۔ اس گناہ کبیرہ میں بھی بہت
 ابتلاء ہے۔

تصویر بنانا، بنوانا بلا ضرورت اپنے پاس رکھنا یا اسے دیکھنا، تصویر والی مجلس میں جانا۔
 ٹی وی دیکھنا۔ یہ کئی کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے، جسمانی صحت کے لیے تباہ کن
 اور دنیا و آخرت دونوں کی بربادی کا ضامن۔

گانا بجانا۔ یہ صرف ایک گناہ نہیں بہت سے گناہوں کا سرچشمہ ہے۔
 سود کی لعنت۔ سود لینا یا دینا، بینک انشورنس یا کسی اور سودی ادارہ میں ملازمت
 کرنا یا کسی بھی درجہ میں سود خوروں سے تعاون کرنا، سودی اداروں کو فائدہ پہنچانا۔ یہ
 سب کام قرآن و حدیث کی رُود سے حرام اور موجب لعنت ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ
 اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سود خوروں کے لیے اعلان جنگ ہے۔
 غیبت کرنا اور سننا یہ دونوں سخت ترین گناہ ہیں۔

یہ تو میں نے فہرست بتادی اب ان کی تفصیل سننے سے پہلے دعاء کر لیجیے:
 ”یا اللہ! اپنے فضل و کرم سے ہر بات کی پوری پوری تفصیل کہلوادے یہ کہنا سننا
 قبول فرمالے اور سب کو عمل کرنے کی توفیق عطاء فرما۔“

ڈاڑھی کا ٹٹا کھلی بغاوت ہے:

ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اللہ تعالیٰ کی شان میں یہ بغاوت
 ہے، بغاوت کا مطلب پہلے بیان کر چکا ہوں کہ سر عام لوگوں کو دکھا دکھا کر اللہ تعالیٰ کی
 نافرمانی کرنا، ڈاڑھی کٹانے والا بھی کھلے بندوں گناہ کر کے بغاوت کا اعلان کر رہا ہے
 اور تمام لوگوں کو گناہ کی دعوت دے رہا ہے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وفروا للہی واحفوا الشوارب. (بخاری)

”ڈاڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کاٹو۔“

ڈاڑھی بڑھانے کی حد کیا ہے؟ بعض دوسری روایات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ
 وسلم نے ڈاڑھی کے بال کاٹے ہیں جس کی تعین و تحدید صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے
 عمل سے ثابت ہے کہ وہ ایک مٹھی سے زائد بال کاٹ دیتے تھے۔ لیکن بعض علماء نے
 شرح شرعۃ الاسلام کے حوالہ سے لکھا ہے کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک

مٹھی سے زائد کا ثنا ثابت ہے۔ سوائیک مٹھی سے زائد کے بارے میں تو اختلاف ہے کہ زائد رکھنا بہتر ہے یا کاٹ دینا بہتر ہے مگر ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا باجماع امت فرض ہے اور اس سے کم کرنا گناہ کبیرہ ہے، حرام ہے۔ اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسریٰ بادشاہ کے دو قاصد آئے اُن کی ڈاڑھیاں منڈی ہوئی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے چہرہ مبارک پھیر لیا ان کی صورتوں کو دیکھنا تک گوارا نہ فرمایا اور ان سے پوچھا:

”تمہیں ڈاڑھی منڈانے کا حکم کس نے دیا؟“

وہ بولے:

”ہمارے رب کسریٰ نے۔“

عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کو رب کہتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مجھے تو میرے رب نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم فرمایا ہے۔“ (البدایہ والنہایہ وغیرہما)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے تو یہ حکم فرمایا ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤ۔ اب جو لوگ ڈاڑھی منڈاتے ہیں وہ کہنے کو تو مسلمان ہی ہیں مگر تنہائی میں بیٹھ کر ذرا غور کریں اور دل کی گہرائیوں سے سوچیں کہ اپنا رشتہ کس سے جوڑ رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر فرما دیا ہے:

”میرا رب اللہ ہے جس نے مجھے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم فرمایا ہے۔“

آتش پرست مجوسیوں نے کہا:

”ہمارا رب کسریٰ ہے جس نے ڈاڑھی منڈانے اور مونچھیں بڑھانے کا حکم دیا ہے۔“

اب ڈاڑھی منڈے ذرا انصاف سے بتائیں ان کا رب اللہ ہے یا کسریٰ؟

یا اللہ! تو ہمارا رب ہے ہمیں دل و جان سے ظاہر و باطن سے صورت و سیرت سے اپنی ربوبیت کا قائل کر دے، کفار کی مشابہت سے دُور رکھ۔

کسریٰ سے متعلق جانتے بھی ہیں یہ کون تھا؟ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن، جس ملعون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک چاک کر دیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حد درجہ گستاخی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد کو جواب دیا:

”وہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میرا غلام ہو کر مجھے خط لکھتا ہے؟“
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
مَزَقَ اللہُ مَلَكَهُ (بخاری)

”اللہ تعالیٰ اس کے ملک کو یونہی ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حرف بحرف سچا ثابت ہوا، اس ملعون کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا اور خود تخت نشین ہو گیا، اس ملعون کا ملعون جانشین بھی چھ ماہ سے زائد زندہ نہ رہ سکا، تمام مؤرخین نے لکھا ہے کہ چار سال کے اندر اندر دس بادشاہ تبدیل ہوئے، آخر چند سال بعد یہ ملک مسلمانوں کے زیرِ نگیں آ گیا، اس صدیوں پرانی سلطنت کا نام و نشان مٹ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ گرامی^(۱) کی تصدیق پوری دنیا نے آنکھوں سے دیکھ لی۔

ڈاڑھی منڈے اس ملعون کا انجام سامنے رکھ کر سوچیں کہ اپنا رشتہ کس سے جوڑ رہے ہیں؟ اپنا رب کس کو تسلیم کر رہے ہیں؟ اگر کسی نے اب تک اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسے شیطان سے ناتا جوڑے رکھا، تو اب بھی کچھ گیا نہیں کہ ابھی وقت ہے۔

ظالم ابھی ہے فرصتِ توبہ نہ دیر کر

وہ بھی گرا نہیں جو گرا پھر سنبھل گیا

۱- اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده (مسلم) ”اس کسریٰ کے مرنے کے

بعد کوئی اور کسریٰ نہیں ہوگا۔“

اس قصہ میں چند باتیں سوچنے کی ہیں:

ایک یہ کہ دونوں قاصد کافر تھے اور قاعدہ یہ ہے کہ کسی بھی کافر کو سب سے پہلے اسلام کی دعوت پیش کی جاتی ہے اسے احکام اسلام کی تلقین نہیں کی جاتی کہ نماز پڑھو، روزہ رکھو بلکہ اسے تو یہی کہا جاتا ہے کہ اسلام قبول کرو، اگر کر لے تو اب احکام کی تبلیغ کی جائے گی، وہ دونوں ڈاڑھی منڈے کافر تھے۔

دوسری بات یہ کہ مہمان تھے، مہمان کوئی بھی ہو اس کی خاطر داری کی جاتی ہے۔ تیسری بات یہ کہ بادشاہ کے قاصد تھے، قاصدوں کا ویسے ہی احترام کیا جاتا ہے خواہ دشمن کے ہی بھیجے ہوئے ہوں، یہ احترام اس پہلو سے بھی ضروری ہے کہ شاید ان کی اور ان کے بھیجنے والے سلاطین کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے۔

ان تمام باتوں کو ذہن میں رکھ کر سوچیں کہ وہ مسلمان نہیں، ہیں بھی مہمان اور بادشاہ کے بھیجے ہوئے قاصد! لیکن رعایت کے ان سب اسباب کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف التفات نہیں فرماتے، ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہیں فرماتے۔

اس سے اندازہ لگائیں کہ جو مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صورت اختیار کرنے سے بھی گریز کرتے ہیں وہ خود کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے امیدوار کیوں کر سمجھتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن کا چہرہ دیکھنا بھی گوارا نہ فرمائیں ان کی سفارش کیوں کر فرمائیں گے؟

سُنیے! حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو حوضِ کوثر پر پانی پلا رہے ہوں گے ایک قوم حوضِ کوثر پر آنا چاہے گی لیکن فرشتے انہیں روک دیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے:

”یہ تو میری امت کے لوگ ہیں اُن کو آنے دو۔“

فرشتے عرض کریں گے:

انک لا تدری ما احد ثوا بعدک۔

”آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا بدعات ایجاد کیں۔“
یہ بظاہر آپ کو اپنے اُمتی نظر آ رہے ہیں مگر آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے بعد ان
لوگوں نے دین میں کیسی نئی نئی باتیں داخل کر دیں؟ یہ جنہیں آپ اپنی اُمت سمجھ رہے
ہیں بدعتی ہیں۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے:

سحقا سحقا لمن غیر بعدی۔ (بخاری)

”جن لوگوں نے میرے بعد میرا لایا ہو دین تبدیل کر دیا انہیں دُور ہٹاؤ
دُور ہٹاؤ۔“

یہاں سوچنے کی بات یہ ہے کہ ان بدعتیوں کی شکل و صورت تو مسلمانوں کی سی ہوگی
اسی لیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اشتباہ ہوگا، ان کی ڈاڑھیاں اور معصوم چہرے
دیکھ کر فرشتوں سے فرمائیں گے انہیں کیوں ہٹاتے ہو؟ یہ تو میرے اُمتی ہیں، پھر حقیقت
کھلنے پر انہیں دفع کر دیں گے، لیکن جن کے چہرے پر ڈاڑھی ہی نہیں، شکل و صورت ہی
مسلمانوں سے مختلف ہے ان کو حوضِ کوثر تک رسائی کیسے ہوگی؟ بدعتیوں کی صورت تو
مسلمانوں کی سی ہوگی اس لیے وہ کسی طرح حوضِ کوثر تک پہنچ جائیں گے لیکن قریب پہنچنے
پر انہیں دھکیل کر دُور کر دیا جائے گا، اور جن کی صورت ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی
صورتِ مبارکہ سے مختلف ہو انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے بلائیں گے؟ انہیں دیکھ کر تو
کسی قسم کا اشتباہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ ڈاڑھی منڈے ابھی سے سوچ لیں کہ اگر خدا نخواستہ
دُور سے ان کی شکل دیکھ کر ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا:

سحقا سحقا۔

”انہیں دُور ہٹاؤ دُور ہٹاؤ۔“

لے جاؤ جہنم میں تو کیا بنے گا؟

ڈاڑھی کا ٹنبا بالا جماع حرام ہے:

ڈاڑھی کتر کر مٹھی سے کم کر دینا بالا جماع اُمت حرام ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین و ائمہ مجتہدین و دیگر اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں، چنانچہ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے:

واما الاخذ منها وهي دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة
ومخنثة الرجال فلم يجزه احد واخذ كلها فعل يهود الهند
ومجوس الاعاجم. (فتح القدیر، الدر المنثور)

ڈاڑھی ایک مٹھی سے زائد چھوڑنے کی تو گنجائش ہے کہ چھوڑ دیں یا کاٹ دیں مگر ایک مٹھی سے کم کرنے کو دنیا کے کسی عالم نے بھی جائز نہیں کہا یہ تو بالا جماع حرام ہے اور اس کی جو مثال دی وہ بڑی عجیب ہے فرمایا کہ ڈاڑھی کٹا کر مٹھی سے کم کرنا حرام ہے جیسا کہ بعض مغربی لوگ کرتے ہیں۔ آج کے مغربی تو منڈاتے ہیں۔ اس وقت فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے دور میں کٹاتے ہوں گے اور وہ بھی بعض لوگ، معلوم ہوا کہ پہلے زمانے کے کفار بھی پوری ڈاڑھی رکھتے تھے۔

دوسری مثال مخنث لوگوں کی دی، یہاں یہ بات بھی سمجھ لیں کہ عربی کے دو لفظ ہیں اور دونوں کے معنی میں فرق ہے، ایک ہے خنثی، دوسرا مخنث۔ خنثی وہ مخلوق ہے جو نہ مرد ہے نہ عورت، جسے آپ لوگ ہیجڑا کہتے ہیں۔ اس بے چارے کا تو کوئی قصور نہیں کہ اسے اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی اسی طرح ہے، یہ پیدائشی طور پر ایسی مخلوق ہے اس کا اپنی خلقت میں کوئی عمل دخل نہیں۔

دوسرا لفظ ہے مخنث، یہ وہ مخلوق ہے جسے اللہ نے مرد بنایا لیکن وہ اللہ کی تقدیر پر راضی نہیں وہ اس بات سے سخت پریشان اور بہت نالاں ہے کہ اسے اللہ نے مرد کیوں بنادیا؟ عورت کیوں نہ بنایا؟ اللہ تعالیٰ نے تو عورت نہ بنایا لیکن اب وہ خود عورت بننے کی

کوشش کرتا ہے، ڈاڑھی صاف کر کے کپڑاٹخنے سے لٹکا کر عورتوں کی سی چال ڈھال اختیار کر کے بے چارہ پوری کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح عورتوں میں شامل ہو جائے، مگر نہ ادھر کارہتا ہے نہ ادھر کا ع

ہیں مخنث نے تو مردی نے تو زن

”ارے ہجڑے! نہ تو مرد ہے نہ عورت۔“

اسے کہتے ہیں مخنث۔

ڈاڑھی کٹانے والے دو ہی قسم کے لوگ ہیں۔ مغربی لوگ یعنی اسلام دشمن انگریز یا مخنث قسم کے لوگ جنہیں مردانہ صورت سے اللہ واسطے کا بیر ہے، جن کی مرضی کے خلاف اللہ تعالیٰ نے انہیں مرد بنادیا لیکن وہ کسی صورت اللہ کی اس تقسیم پر راضی نہیں۔ ڈاڑھی کاٹ کر مٹھی سے کم کرنا بالاجماع حرام ہے کوئی عالم بھی اسے جائز نہیں کہتا۔

ضروری تنبیہ:

شریعت کی اصطلاح میں خنثی وہ ہے جس میں مردانہ اور زنانہ علامتیں یکساں طور پر پائی جائیں مثلاً ڈاڑھی بھی نکل آئے اور پستان بھی ابھر آئیں یا اسی طرح اور متضاد علامتیں پائی جائیں۔ آج کل کے ہجڑے خنثی نہیں بلکہ مخنث ہیں جو پیدائشی طور پر مرد ہونے کے باوجود جکلف عورت بننے کی کوشش کرتے ہیں۔ حدیث میں ایسے لوگوں پر لعنت فرمائی گئی ہے:

لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من

النساء بالرجال. (بخاری)

عام مردوں کی طرح ان سے بھی عورتوں کو پردہ کرنا فرض ہے ان کے بقیہ احکام بھی مردوں کی طرح ہیں۔

عقل کا تقاضا:

شرعی حکم سے قطع نظر عقل کی رو سے بھی سوچیں تو ڈاڑھی مونڈنے یا کاٹنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا، ڈاڑھی ہر مرد کا مردانہ شعار اور اس کی زینت ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ آسمان پر فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو چوبیس گھنٹے یہ تسبیح پڑھتی رہتی ہے:

سبحان من زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب. (کنوز الحقائق عن المستدرک)

”پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو ڈاڑھی کے ذریعے اور عورتوں کو سر کے بالوں کے ذریعے زینت بخشی۔“

اللہ تعالیٰ نے تو ڈاڑھی کو مردوں کے لیے اور سر کے بالوں کو عورتوں کے لیے زینت بنایا مگر آج کے یہ مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اس زینت پر راضی نہیں، یہ تسبیح پڑھنے والے فرشتے بھی ان کی الٹی چال دیکھ کر پریشان ہی ہوتے ہوں گے کہ ہم تو اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کر رہے ہیں جس نے مردوں کو ڈاڑھی سے اور عورتوں کو بالوں سے حُسن بخشا، مگر ہمیں تو دنیا میں ڈاڑھی والے مرد اور بالوں والی عورتیں خال خال نظر آتی ہیں، یہ نالائق مخلوق اللہ تعالیٰ کے عطاء فرمودہ حُسن سے کیوں دُور بھاگتی ہے؟ ڈاڑھی کو اللہ تعالیٰ نے کیسی زینت بنایا؟ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے:

”کوئی شخص کسی کی ڈاڑھی مونڈ دے اور اس طریقے سے مونڈے کہ آئندہ بال نہ آئیں، مثلاً چہرے پر کوئی ایسی دوا لگا دی جس سے بال صاف ہونگے اور آئندہ کے لیے بھی بال اُگنے کی صلاحیت ختم ہوگئی تو اس ڈاڑھی مونڈنے والے مجرم پر اتنی بڑی دیت ہے کہ جتنی کسی کے قتل پر آتی ہے۔“

پوری دیت یعنی سواونٹ! اس نے مسلمان کی شکل بگاڑ کر اسے مثلہ کر کے گویا قتل کا

ارتکاب کیا، لہذا اس پر قاتل والی دیت ہے، یوں کوئی کسی کی آنکھ پھوڑ دے، کان کاٹ دے ہاتھ یا پاؤں کاٹ دے تو آدمی دیت ہے، لیکن ڈاڑھی جیسی نعمت سے محروم کرنے پر پوری دیت ہے۔

ایک اور پہلو سے دیکھیے کہ عام جانوروں میں ان کے مذکر و مؤنث کے مابین کتنا فرق ہے؟ مثال کے طور پر مرغ اور مرغی کا موازنہ کر لیجیے دونوں پر یکجا نظر ڈالیں تو دیکھتے ہی ہر شخص بے اختیار پکار اٹھے گا کہ مرغ بہت حسین ہے۔ سوچئے کہ اس کے حسن کا راز کس چیز میں ہے؟ مرغ اور مرغی میں امتیاز کرنے والی چیز کون سی ہے؟ صرف وہ حسین کلغی جس کا تاج اللہ تعالیٰ نے مرغ کے سر پر سجا دیا ہے، مرغ کا حسن و جمال اور اس کا نکھار صرف چھوٹی سی کلغی سے ہے، یہ کلغی کاٹ دی جائے تو سارا حسن جاتا رہے گا اور مرغ بہت بد صورت نظر آئے گا۔

ایک بات یاد آگئی دیکھیے اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ہدایت دینا چاہتے ہیں تو ہدایت کے اسباب بھی کیسے پیدا فرمادیتے ہیں، مجلس میں بہت سے لوگ آتے رہتے ہیں، باتیں سن جاتے ہیں، بعض خوش نصیبوں کو اللہ تعالیٰ پہلی ہی حاضری میں ہدایت دے دیتے ہیں۔ بعض لوگ آتے رہتے ہیں میری کڑوی کیلی باتیں سنتے رہتے ہیں لیکن آنا نہیں چھوڑتے آخر اللہ تعالیٰ ان کی بھی دستگیری فرماتے ہیں وہ بھی بغاوت سے باز آ جاتے ہیں، بات جو بھی کہتا ہوں درِ دل سے کہتا ہوں منشاً اس کا محبت اور خیر خواہی ہے۔ بعض اوقات بات میں تیزی اور ترشی کا پہلو بھی آ جاتا ہے مگر بحمد اللہ تعالیٰ آنے والے بُرائی نہیں مناتے سب کچھ سن لیتے ہیں۔ ابھی چند ماہ کی بات ہے، دو بھائی آئے اور بتایا:

”ہم آپ کی مجلس میں آنے سے بہت کتراتے تھے آخر آہستہ آہستہ آنا شروع ہوئے آپ ڈاڑھی کے بارے میں سخت باتیں کہتے تھے ہم ڈر ڈر کر سنتے رہتے، آخر اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور ہم نے ڈاڑھی رکھ لی، اب ہم

کہتے ہیں کہ یہ جو کچھ آپ کہتے ہیں کم ہے اس سے بھی زیادہ کہیں۔“
 دردِ دل سے جو بات کہی جائے ضرور اثر دکھاتی ہے، میرے دل میں تو آپ لوگوں
 کا درد ہے کہ یا اللہ! میرے تمام مسلمان بھائیوں کو جہنم کی آگ سے بچالے۔
 اسی طرح ایک دوسرے شخص نے اپنے حالات میں لکھا:

”میں کئی ماہ سے آپ کے وعظ میں آتا تھا، ڈاڑھی پر جب بھی بیان ہوتا سُن
 کر وقتی طور پر ذرا اندامت طاری ہوتی لیکن گھر جا کر اس کا اثر زائل ہو جاتا
 لیکن اس بار آپ نے ایک ایسی بات کہہ دی جس نے میرے دل کی کایا
 پلٹ دی اور ڈاڑھی رکھنا ہی پڑی۔ اس بار آپ نے ڈاڑھی کا مسئلہ سمجھاتے
 ہوئے فرمایا کہ مرغ کا حسن اور اس کا امتیاز کلغی سے ہے، اگر اس کی کلغی
 کاٹ دی جائے تو وہ مرغیوں میں شامل ہو جائے گا، کوئی اسے مرغ تصور نہ
 کرے گا، مرغیاں بھی یہیں سمجھیں گی کہ یہ ہماری بہن ہے، خیر! مرغیوں کا
 یہ سمجھنا تو اس قدر خطرناک نہیں لیکن کسی مرغ کو یہ شبہ ہو گیا اور یہ سمجھ کر کہ
 موٹی سی مرغی پھر رہی ہے اس کا پیچھا شروع کر دیا تو اس کا کیا بنے گا؟ بس
 یہ مثال دل میں ایسی پیوست ہو گئی کہ ڈاڑھی رکھنی ہی پڑی، اب طے کر لیا
 ہے کہ آئندہ کبھی نہ کٹاؤں گا۔“

میں بتا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس بندے کی ہدایت کا فیصلہ فرماتے ہیں ہدایت کے
 اسباب خود پیدا فرما دیتے ہیں۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ کی شان، کسی کو ہدایت نہ ہو تو قرآن
 وحدیث سُن کر بھی نہ ہو اور ہدایت مل جائے تو چھوٹی سی مثال سُن کر بھی مل جائے۔
 سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ ایک بات بیٹھ کر سوچیں کہ جس شخص کے دل میں
 اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے ہی نفرت ہو کیا ایسے دل میں ایمان
 رہ سکتا ہے؟ اگر کوئی بہانہ سازی کہے کہ نہیں نہیں ہمارے دل میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی محبت بھری ہوئی ہے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت سے کوئی نفرت نہیں تو آپ

لوگ سوچیں اور بار بار سوچیں اللہ تعالیٰ سوچنے کی توفیق عطاء فرمائیں کہ ایک شخص کے دل میں کسی کام کی محبت بھی ہے لیکن محبت کے باوجود وہ کام کرتا نہیں حالانکہ کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں کسی قسم کی کوئی مجبوری بھی نہیں کوئی عذر بھی لاحق نہیں جو اس کام سے روک دے، اس کا یہ رویہ دیکھ کر کون ہاؤ کرے گا کہ اسے واقعہ محبت ہے یہ جھوٹ نہیں بولتا؟ اگر ڈاڑھی نہ رکھنے والوں کے دلوں میں واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے محبت ہے کسی قسم کی نفرت نہیں تو ہمیں بتائیں:

”وہ کون سی طاقت ہے جو ان کو ڈاڑھی رکھنے سے روک رہی ہے؟“

میں تو پچاس سال سے یہ سوال دہرا رہا ہوں:

”بتاؤ کیا خطرہ ہے؟ کس چیز کا ڈر ہے؟ کیا کسی جلاد نے سر پر تلوار لٹکا رکھی ہے کہ خبردار! اگر ڈاڑھی رکھ لی تو گردن اڑادی جائے گی؟ یا کسی نے سینے پر بندوق تان رکھی ہے کہ خبردار! اگر اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دم بھرا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار کر لی تو ابھی خاتمہ کردوں گا، سوچ کر بتائیے جب دل میں محبت ہے صورتِ مبارکہ سے نفرت نہیں تو کون سی چیز ہے جو اس محبوب صورت کو اختیار کرنے سے روک رہی ہے؟“

یا یہ کہیں:

”ہم تو ڈاڑھی رکھ لیتے ہیں مگر کوئی زبردستی آکر مونڈ جاتا ہے۔“

اگر ایسا ہے تو وہ ڈاڑھی پر ہی کیوں اُسترا چلاتا ہے ناک پر کیوں نہیں چلا دیتا؟ ذرا

ان باتوں کو سوچیے۔

باقی رہی یہ بات کہ اگر ہم نے ڈاڑھی رکھ لی تو بے دین لوگ ہمیں طعنہ دیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جب آپ رحمن کے بندے بنیں گے تو شیطان کے بندے

لازمًا آپ کا مذاق اڑائیں گے، آپ تو کس شمار میں ہیں انہوں نے تو اُولو العزم

رسولوں کو معاف نہ کیا ان کا بھی مذاق اڑاتے رہے:

وَلَقَدْ اسْتَهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ. الْآیۃ (۱۳-۳۲)

وَمَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (۱۵-۱۱)

عام مسلمانوں کا تو مذاق اڑاتے ہی رہیں گے یہ تو قرآن مجید کی پیش گوئی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ (۸۳-۲۹)

اگر شیطان کے بندوں سے اتنے ہی خوف زدہ ہیں تو ڈاڑھی کیا اسلام کا نام لینے بھی چھوڑ دیجیے، وہ تو اسلام کا نام سننا بھی گوارا نہیں کرتے، مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہیے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروانہ چاہیے

مدِ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ

کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

کچھ لوگوں نے ڈاڑھی نہ رکھنے کا یہ عذر تراش رکھا ہے:

”آج کل بڑی بڑی ڈاڑھیوں والے جھوٹ بولتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں،

بددیانتی کرتے ہیں، اس سے تو بہتر ہے کہ ہم ڈاڑھی ہی نہ رکھیں اس سے

ڈاڑھی کی توہین ہوتی ہے۔“

شیطان بھی کتنا ہوشیار ہے عجیب عجیب پٹیاں پڑھاتا ہے آج کے مسلمان کو کہ

ڈاڑھی رکھ کر جھوٹ بولنے سے تو بہتر ہے کہ ڈاڑھی ہی نہ رکھو لیکن یہاں بھی وہی بات

سوچ لیجیے کہ اگر کوئی بدنہاد یہ طعنے دینے لگے:

”تم مسلمان ہو کر بھی ایسے ایسے غلط کام کرتے ہو چوری چکاری، جھوٹ،

جعل سازی اور فریب دہی سے باز نہیں آتے۔“

تو بتائیے ایسے میں کوئی عقل مند مسلمان ان طعنوں کے خوف سے اسلام ہی سے

دست بردار ہو جائے گا یا گناہوں کو چھوڑ دے گا؟ آخر دو کاموں میں سے ایک تو کرنا ہی

ہوگا۔ اگر اغیار کے طعنوں سے کوئی نام کا مسلمان بھی اسلام سے بیزاری ظاہر نہیں کرتا بلکہ ان گناہوں کو ترک کرتا ہے جو اسلام کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں تو یہاں بھی طعنے سن کر ڈاڑھی پر کیوں غصہ آ جاتا ہے؟

لوگ کہتے ہیں ہم ڈاڑھی کی لاج رکھنے کے لیے اسے صاف کر دیتے ہیں تاکہ کل کوئی یہ طعنہ نہ دے کہ یہ ڈاڑھی رکھ کر دھوکا دیتا ہے، ڈاڑھی منہ پر ہے اور ڈنڈی مارتا ہے اس لیے حیاء و شرم کا اڈہ ہی اڑا دو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان مما ادرك الناس من كلام النبوة الاولى اذا لم تستحي فاصنع ما شئت (بخاری)

ایک وحی ایسی ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی پر اُتری جو تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترک وحی ہے نیز اس کے ساتھ عوام کے دلوں میں بھی وہ بات ڈال دی گئی چنانچہ عوام میں مقولہ مشہور ہے:

اذا لم تستحي فاصنع ما شئت.

اور یہ فارسی مقولہ بھی اسی کا ترجمہ ہے:

بے حیاء باش و ہر چہ خواہی کن۔

”بے حیاء بن جاؤ پھر جو جی میں آئے کرتے پھرو۔“

حیا کا جامہ اُتر گیا بس اب ننگے ناچتے رہو، دولتیاں مارو، ٹکریں لگاؤ غرض جو چاہو کرتے رہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ وحی کی بات ہے جو لوگوں کی زبان پر جاری کر دی گئی ہے اب لوگوں نے یہ نیا بہانہ تراش لیا ہے:

”گناہوں کے سبب ڈاڑھی بدنام ہوتی ہے اس لیے اسے صاف ہی کر دو۔“

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ڈاڑھی رکھ کر گناہ چھوڑ دیتے اور ڈاڑھی کی آبرورکھ لیتے مگر

آج کے مسلمان کی گنگا ہی اُلٹی چلتی ہے اس نے سوچا:

”ڈاڑھی رکھ کر جھوٹ بولنا چھوڑ دو، رشوت چھوڑ دو، سود چھوڑ دو، یہ چھوڑ دو، وہ چھوڑ دو اس سے تو بہتر ہے کہ اس ڈاڑھی کے جھنجھٹ ہی میں نہ پڑو۔ اسی کی وجہ سے روز روز کے یہ طعنے سُنے پڑتے ہیں کہ ارے! ڈاڑھی رکھ کر جھوٹ بول رہے ہو، ڈاڑھی رکھ کر فریب کر رہے ہو، ڈاڑھی رکھ کر یہ کر رہے ہو اور یہ کر رہے ہو اس لیے یہ حیا کا اڑا ہی اڑا دو، جب تک یہ حیا کا اڑا برقرار رہے مزے مٹھوئے رہیں گے طرح طرح کی پابندیاں رہیں گی اور جکڑ بند میں رہو گے، اس لیے دانش مندی کا تقاضا یہی ہے کہ یہ حیا کا اڑا ہی اڑا دو پھر جوجی میں آئے کرتے رہو۔“

ان ڈرپوک لوگوں سے کوئی پوچھے کہ آج تم نے مخلوق کے ڈر سے ڈاڑھی اُتار دی، کل اگر کوئی یہ کہہ دے کہ ارے! اچھے خاصے کپڑے پہنے ہوئے ہو لیکن پاگلوں والے کام کر رہے ہو، تو انہیں چاہیے کہ کپڑے بھی اسی وقت اُتار دیں، پہلے بھی کہہ چکا ہوں:

”اغیار کے طعنوں سے بچنا ہے تو ڈاڑھی کے ساتھ اسلام کو بھی سلام کہہ دو کہ ان کی نگاہ میں سب سے بڑا شہیر تو اسلام ہی ہے یہ ڈاڑھی وغیرہ تو فروعی احکام ہیں۔“

یہ تو یقین ہے کہ دشمنان اسلام اسلام کو کتنا ہی بدنام کر لیں اس پر اعتراضات کی کیسی ہی بوچھاڑ کریں کوئی نام کا مسلمان بھی اسلام سے بیزار اور لائق ہونے کو تیار نہیں بلکہ اغیار کے طعنے سُن کر یہی سوچے گا:

”مذہب اسلام تو پاکیزہ مذہب ہے لیکن ہم مسلمان اسلام کی بدنامی اور سُوائی کا سبب بنے ہوئے ہیں۔“

یہی بات ڈاڑھی کے بارے میں سوچ لیا کیجیے۔ ڈاڑھی رہنے دیجیے اور ان گناہوں سے باز آجائیے جو آپ کی ڈاڑھی پر بٹا لگاتے ہیں۔ یہ جواب یاد رکھیے کہ یا تو

مخالفین کے طعن و تشنیع سے ہر اچھا کام چھوڑ دیجیے، اسلام کا نام لینا بھی ترک کر دیجیے یا یہ کہ طعنے سن کر اپنا محاسبہ کیجیے اور گناہوں سے باز آجائیے، اس سے اسلام اور ڈاڑھی کی آبرو بھی باقی رہے گی اور آپ کی زندگی بھی سنور جائے گی۔

ایک اور پہلو سے ڈاڑھی کٹنا تمام گناہوں کی بنسبت زیادہ خطرناک گناہ ہے وہ یہ کہ بقیہ تمام گناہ کسی محدود وقت میں ہوتے ہیں گناہ شروع کیا اور جب تک اس میں مشغول رہے گناہ لکھا جاتا رہا اور جو نبی گناہ سے فارغ ہوئے نامہ اعمال بھی لپیٹ دیا گیا مگر یہ ڈاڑھی کٹانے کا گناہ تو چوبیس گھنٹے ساتھ لگا ہوا ہے، دوسرا کوئی سا گناہ لے لیجیے تھوڑی دیر تک اس کا ارتکاب کیا اور قصہ ختم! لیکن ڈاڑھی منڈا جہاں کہیں ہے جس حال میں ہے یہ گناہ چوبیس گھنٹے اس کے سر پر سوار ہے بازار میں، گھر میں، مسجد میں، نماز میں بھی جبکہ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں پڑا ہے، حتیٰ کہ مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں اور مدینہ منورہ میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے، غرض سوتے میں، بیداری میں ہمہ وقت یہ گناہ اس پر چپکا ہوا ہے، اسی حال میں موت آگئی تو بھی حالت گناہ میں، ایسی باغیوں کی سی موت سے اللہ تعالیٰ پناہ میں رکھیں۔

دوسری طرف دیکھیے اہل محبت کے حالات کیا ہوتے ہیں؟

ایرانی اور مرزا قاتل:

دلی کے مشہور شاعر مرزا قاتل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثناء میں بہت اعلیٰ درجے کی نعتیں کہا کرتے تھے، عشق و محبت میں ڈوبا ہوا ان کا فارسی کلام کسی ایرانی نے سنا تو اسے خیال گزرا کہ شاید کوئی بڑے عارف اور صاحب نسبت بزرگ ہیں۔ اس لیے ایران سے سفر کر کے دلی ان کی زیارت کو پہنچا، ان کے گھر جا کر پتا کیا تو گھروالوں نے بتایا کہ مرزا صاحب حجام کی دکان پر گئے ہیں۔ آج کل تو ڈاڑھی مونڈنے والوں نے پھاوڑے اپنے گھروں پر ہی رکھے ہوئے ہیں مگر اس زمانے میں پھاوڑوں کی یہ گرم

بازاری نہ تھی، ڈاڑھی منڈانے کے لیے حجام کی دکان پر جانا پڑتا تھا۔ حجام کی دکان پر گیا وہاں دیکھا کہ عاشق رسول شاعر صاحب ڈاڑھی منڈوا رہے ہیں، یہ گریہ نظر دیکھ کر اس کے نادیدہ عاشق بے چارے ایرانی کے تو پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ورطہ حیرت میں ڈوب گیا اور پوچھا:

آغا! ریشمی تراشی؟

”اے عاشق رسول! یہ کیا؟ ڈاڑھی منڈا رہا ہے؟“

اس نے بھی شاعرانہ انداز سے جواب دیا:

بلے ریشمی تراشم و سَلِّے دل کسے نمی خراشم۔

”ہاں ڈاڑھی ہی منڈا رہا ہوں کسی کا دل تو نہیں دکھا رہا۔“

وہی بات جو آج کل کے بے دین کہتے ہیں کہ بس دل پاک ہونا چاہیے۔ شاعر صاحب بھی یہی کہنے لگے محبت تو میرے دل میں بھری ہے ڈاڑھی منڈالی تو کیا فرق پڑا؟ اس کی مثال میں یوں دیا کرتا ہوں کہ کسی نے زرعی زمین بیچنے کا اشتہار دیا کہ میری یہ زمین بہت ہی سرسبز شاداب اور زرخیز ہے۔ خریدار دیکھنے پہنچے تو حیران! کہ یہ تو کہتا تھا کہ پوری زمین سرسبز ہے مگر یہاں سبزہ تو گجا ایک پتی بھی نظر نہیں آرہی، اس سے پوچھا:

”کہاں ہے وہ زرخیز زمین، یہاں تو کچھ نظر نہیں آرہا۔“

وہ کہنے لگا:

”یہی زرخیز زمین ہے جس پر کھڑے ہو لیکن تمہیں نظر نہیں آئے گا، دراصل

یہ اندر سے زرخیز ہے اس کی ظاہری صورت پر نہ جاؤ۔“

ان کی سمجھ میں تو کچھ نہ آیا لیکن نیک گمان کرتے ہوئے بولے شاید اس کا مطلب

یہ ہے:

”اس زمین پر اگر محنت کی جائے، پانی دے کر ہل چلایا جائے، اچھا تخم ڈالا

جائے تو زرخیز ہو جائے گی اچھی پیداوار دے گی۔“

بے چاروں نے یہ بھی کر کے دیکھ لیا مگر وہ بنجر زمین جوں کی توں پڑی ہے، جو تھوڑا بہت تخم ڈالا تھا وہ بھی جل گیا، وہ بے چارے پھر پوچھتے ہیں، مگر یہ ڈھٹائی کے ساتھ اب بھی وہی رٹ لگائے جا رہا ہے:

”زمین اندر سے زرخیز ہے اندر سے۔“

یہی حال ڈاڑھی منڈانے والے عاشقوں کا ہے کہ باہر سے عشق و محبت کا کوئی اثر نظر آئے یا نہ آئے لیکن دل میں ہے۔ اللہ کے بندو! وہ محبت ہی کیا ہے جو دل میں چھپی رہے اور چہرے مہرے پر کہیں اس کا اثر تک نظر نہ آئے، جو محبت کو اپنے محبوب کے اتباع پر بھی نہ ابھار سکے، اس کے اعمال پر اثر انداز نہ ہو۔ یاد رکھیے یہ محبت نہیں فریب ہے، ایسا کھلا ہوا فریب جس کے دام میں کوئی عام شخص بھی نہیں آ سکتا، اگر یقین نہ آئے تو کسی شخص کو یہ فریب دے کر دیکھ لیجیے کسی سے کہیے:

”میرے محبوب! میرے دل رُبا! میں تیری محبت میں مرا جا رہا ہوں پگھلا جا رہا ہوں مگر دیکھ میرے سامنے مت آئیو، یوں تو تیرے پیچھے مرا جا رہا ہوں لیکن تیری صورت دیکھنا گوارا نہیں۔“

ہم فراق یار میں گھل گھل کے ہاتھی ہو گئے

اتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہو گئے،

بتائیے! وہ اسے اپنے ساتھ محبت سمجھے گا یا بدترین مذاق؟ کیا وہ اس کا گریبان پکڑ کر پوچھے گا نہیں کہ مجھ سے محبت ہے تو میری صورت سے کیوں نفرت ہے؟ آخر یہ محبت کی کون سی قسم ہے پیار و دلار کی کون سی اداء ہے کہ محبوب کا چہرہ دیکھنا گوارا نہیں، محبوب پہ جفا کار اس کے دشمنوں کا وفا شعار، یہ دوستی نہیں دوستی کے لبادے میں دشمنی ہے ایسے دوست نما دشمن سے محبوب پوچھے گا۔

ساتھ غیروں کے مری قبر پہ آتے کیوں ہو

تم جلاتے ہو مجھے تو جلاتے کیوں ہو

مرزا قاتل کی بات چل رہی تھی اس نے کہا:

بلے ریش می تراشم ولے دل کے نمی خراشم

”ہاں ڈاڑھی ہی منڈا رہا ہوں کسی کا دل تو نہیں دکھا رہا۔“

آگے اس ایرانی کا جواب بھی سنئے! یا اللہ! تجھے تیری اس رحمت کا صدقہ تو اس

ایرانی کا جواب ہم سب کے دلوں کی گہرائی میں اُتار دے۔ وہ بولا:

نادان! دل سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم می خراشی۔

”ارے نادان! تو کہتا ہے میں کسی کا دل نہیں دکھا رہا تو دونوں جہانوں

کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھا رہا ہے۔

اس ذات والا صفات کا دل زخمی کر رہا ہے جن کی خاطر یہ دونوں جہان پیدا کیے گئے۔

یہ سنتے ہی مرزا قاتل بے ہوش ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی

مرا باجان جان ہمراز کردی

ڈاڑھی کٹانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھتا ہے یہ کوئی شاعرانہ مبالغہ نہیں

حقیقت ہے، امت کی بد اعمالیوں سے یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھتا ہوگا۔

ڈاڑھی منڈے حاجی:

بحمد اللہ تعالیٰ کوئی اہم اور کام کی بات میرے ذہن سے محو نہیں ہوتی، پچاس برس

پہلے کا قصہ ہے حج پر گیا ہوا تھا، مکہ مکرمہ میں جہاں میرا قیام تھا وہاں سے مسجد حرام آتے

جاتے راستے میں کچھ مصری لوگ بیٹھے ملتے تھے، وہ بھی حج پر آئے ہوئے تھے، جب بھی

نماز کے لیے گزرتا وہ راستہ میں نظر آ جاتے کرسیاں بچھا کر بیٹھے ہوتے تھے، ان میں

ایک باریش تھا باقی سب بے ریش، اور یوں لگتا:

”جیسے کئی مرغیوں میں ایک مرغ کہیں سے آ گیا ہو۔“

مجھے رہ رہ کر خیال آتا کہ اس ایک مصری کی بھی ڈاڑھی کیسے باقی رہ گئی؟
اس زمانے میں کسی مصری مرد کے چہرے پر ڈاڑھی اور کسی مصری عورت کے چہرہ
پر پردہ یہ دونوں چیزیں عنقاء تھیں، اب تو بہت سے مصری حضرات نے بھی ڈاڑھی رکھ لی
ہے۔

جب بار بار یہ خیال آیا تو سوچا کہ اس سے پوچھ ہی لینا چاہیے ورنہ شاید مرتے دم
تک یہ بات دل میں کھٹکتی ہی رہے گی، انہیں ذرا مانوس کرنے کے لیے پہلے تو میں نے
سلام کے بعد پوچھا:

من این انتم.

”آپ لوگ کہاں کے رہنے والے ہیں۔“

معلوم تو تھا ہی ان کی شکل و صورت سے ہی ظاہر ہو رہا تھا مگر پھر بھی پوچھ ہی لیا، وہ
بولے:

من مصر.

”مصر کے رہنے والے ہیں۔“

بس یہ سنتے ہی بے ساختہ میری زبان سے نکلا:

کیف بقیت لک لحیة وانت مصری.

”ارے! مصری ہو کر آپ کی ڈاڑھی کیسے رہ گئی؟“

وہ تو بولے نہیں، اس کے ساتھ والے ایک ”آلو“ نے اشارہ سے کہا۔

یہ ”آلو“ ہمارے ہاں کی خاص اصطلاح ہے یہ ڈاڑھی منڈے چھلے ہوئے آلو کی
طرح لگتے ہیں، ان سے کوئی نفرت نہیں بس محبت میں ”آلو“ کہہ دیتا ہوں شاید اسی کا
کوئی اثر لے لے۔

وہ ڈاڑھی والے مصری خود تو بولے نہیں ساتھ والے ایک ”آلو“ نے اشارہ سے کہا
کہ تم بھی ڈاڑھی صاف کر دو۔

مجھے یہ دیکھ کر بڑا غصہ آیا اور اس نالائق کی ایسی درگت بنائی کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی نسلیں بھی یاد رکھیں گی۔ میں نے گفتگو شروع کی تو ان لوگوں نے ایک کرسی مجھے بھی دے دی، میں بیٹھ گیا اور ان سے پوچھا:

”آپ لوگ مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دے آئے ہیں؟“

وہ بولے:

”ابھی نہیں گئے اب جائیں گے۔“

میں نے کہا:

”ہرگز نہ جائیں ہرگز نہ جائیں کہیں تم پر اللہ کا عذاب نہ ٹوٹ پڑے، دور بیٹھ کر تو سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارکہ سے دلوں میں نفرت لیے ہوئے تم لوگ اسی کا مذاق اڑاتے رہے، اب یہی باغیانہ صورت لیے روضہ اقدس پر جا رہے ہو گویا یہ ظاہر کرنا چاہتے ہو کہ ہمیں تمہاری کچھ پروا نہیں بگاڑ لو جو بگاڑنا ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ صورت لے کر پہنچ گئے، ہے تو یہ بھی انتہائی بے حیائی اور جسارت! مگر اب بارگاہ رسالت میں یہ گستاخی نہ کرنا، تمہاری مثال تو بالکل ایسی ہے کہ ایک باغی باغیوں کا لباس، باغیوں کی صورت لے کر اور بغاوت کا جھنڈا ہاتھ میں تھامے بادشاہ کے محل میں پہنچ جائے اور اسے للکار کر کہے میں ہوں تیرا باغی بگاڑ لے جو بگاڑ سکتا ہے، اس کا جو انجام ہوگا وہ سوچ لو۔ گستاخی خواہ اللہ تعالیٰ کی شان میں ہو یا اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں، بہر حال ناقابل معافی جرم ہے، لیکن یاد رکھیے خود اپنی شان میں گستاخی کو وہ گوارا کر لیتے ہیں ایسے شخص کو ڈھیل دے دیتے ہیں مگر ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا دل دکھایا جائے ان کی شان میں گستاخی کی جائے اس پر ان کی شانِ قہاری جوش میں

آ جاتی ہے ایسے گستاخ کو وہ مہلت نہیں دیتے۔ مثل مشہور ہے کہ ہاتھی کو کوئی چھیڑے تو بچ سکتا ہے لیکن ہاتھی کے بچے کو چھیڑ دے تو بچنا ممکن نہیں۔“
میں نے انہیں ڈانٹا اور سختی سے کہا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مت دکھاؤ اور انہیں مرزا قتل کا قصہ بھی سنا دیا۔

یہ بے حیاء وہاں جا کر توبہ تو کیا کرتے اور زیادہ ڈاڑھی منڈاتے ہیں۔

وہ آثارِ عداوت جو نظر آتے تھے چہرہ پر

خدا کے گھر میں پھر پھر کر مزید اُن کو ابھار آئے

اسی طرح بے حیاء عورتیں بھی جو برائے نام پردہ کرتی ہیں وہاں جا کر وہ بھی اُتار پھینکتی ہیں۔

جب انسان گناہوں کا خوگر ہوتا ہے تو اس کا وبال اور اس کی نحوست اس کی پوری زندگی پر پڑتی ہے حتیٰ کہ عقل ماؤف ہو جاتی ہے سوچنے کی صلاحیت تک نہیں رہتی۔

دیکھیے! کتنی کھلی بات ہے کہ جس ذات کی صورتِ مبارکہ سے دل میں نفرت ہو اس کے ساتھ محبت کا دعویٰ کس حد تک صحیح ہے؟ ذرا سوچیے جسے صورت اختیار کرنا ہی گوارا نہیں وہ سیرت کیا اختیار کرے گا؟ اور جہاں نہ صورت ہو نہ سیرت وہاں عشق و محبت بلکہ دعوائے ایمان کا بھی کیا اعتبار؟ اگر کسی سے سچی محبت ہو تو محبت اس کی ہر اداء پر مر مٹتا ہے۔

بیٹے سے مشابہت سبب محبت:

ایک شخص کہیں سفر میں جا رہا تھا راستہ میں ایک مکان پڑتا تھا جب پاس سے گزرا تو مکان کے دروازہ سے ایک بڑھیا نے اسے آواز دی کہ بیٹے ذرا میری بات سُن لو، وہ اندر چلا گیا، بڑھیا نے بڑی آؤ بھگت کی، بہت عزت احترام سے پیش آئی، اچھے اچھے کھانے کھلائے آرام بہم پہنچایا اور ہر طرح سے خاطر تواضع کی پھر کہنے لگیں:

”بیٹا جب بھی تمہارا ادھر سے گزر ہو مجھ سے مل کر جایا کرو میرے گھر تھوڑی

دیر بیٹھ کر آرام کر لیا کرو۔“

اس نوجوان نے انتہائی تعجب سے پوچھا:

”میرا آپ سے کوئی تعارف نہیں، رشتہ و تعلق نہیں یونہی سرِ راہ چلتے ہوئے آپ نے مجھے پکڑ لیا اور اس قدر احسانات کر کے زیرِ بار کیا، اور آئندہ پھر آنے کی دعوت دے رہی ہیں آخر ماجرا کیا ہے؟“

بڑھیا بولیں:

”بیٹا بات یہ ہے کہ میرا فرزند دل بند کئی سال ہو گئے مجھ سے بچھڑا ہوا ہے، اس کی شکل دیکھنے کو ترس گئی ہوں، تیری شکل اس سے کچھ ملتی جلتی ہے اس لیے تجھے دیکھ کر مجھے سکون ملتا ہے، دل کی ڈھارس بندھتی ہے۔“

اس سے اندازہ لگائیں وہ بڑھیا اللہ کی ایک مخلوق ہے، بیٹا بھی اسی جیسی مخلوق ہے، ایک فانی مخلوق کو دوسری مخلوق سے بلکہ اس کی شکل و صورت سے اس قدر محبت ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ سے کس قدر محبت ہوگی؟ اور محبوب کی صورت اختیار کرنے والوں سے بھی کتنا پیار ہوگا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پرندہ کی شبیہ بنانے کا حکم:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ عطاء فرمایا کہ مٹی کا پرندہ بنا کر اس میں پھونک لگائیں آگے اس میں روح میں ڈال دوں گا، اور وہ واقعہ پرندہ بن جائے گا۔ ذرا سوچے! کیا اللہ تعالیٰ کو اس پر قدرت نہیں تھی کہ مٹی کا پرندہ بنائے بغیر ہی سچ مچ کا پرندہ پیدا فرما دیتے؟ عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتے کہ بس یونہی ہوا میں پھونک مار دیا کریں پرندے بن کر اڑتے جائیں گے۔ یقیناً اس پر قدرت تھی اور ہے مگر اس سے بھی ایک سبق دینا مقصود تھا کہ صورت بنانا چونکہ آپ کے اختیار میں ہے پہلے وہ بنا لیجیے پھر اس میں روح میں پھونک دوں گا۔

آپ لوگ بھی پہلے ذرا مسلمان کی سی صورت بنالیں پھر اللہ سے یوں دعاء کریں:

”یا اللہ! صورت مسلمان کی میں نے بنالی اب اس میں رُوح تو پھونک دے۔

ترے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں“

جادوگروں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہت کا اثر:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگر اپنی رسیاں اور چھڑیاں لے کر آئے
انہیں پھینکنے کی دیر تھی کہ وہ سب کے سب سانپ بن گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے
اللہ تعالیٰ کے حکم سے عصا پھینکا جو بہت بڑا اژدھا بن گیا اور جادوگروں کے تمام سانپوں
کو نگل گیا، یہ معجزہ دیکھ کر تمام جادوگر ایمان لے آئے، ایمان بھی کتنا پختہ کہ فرعون نے
جب دھمکی دی کہ تمہارے ہاتھ پاؤں کٹوا دوں گا، تمہیں سولی پر لٹکا دوں گا تو وہ لکا کر
کہتے ہیں:

فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ إِنَّمَا تَقْضِي هَذِهِ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (۲۰-۷۲)

ارے مردود! تو کس چیز سے ہمیں ڈرا رہا ہے؟ جو چاہے فیصلہ کر دے تو ہمارا کر
کیا لے گا؟ زیادہ سے زیادہ ہماری جان لے لے گا دنیوی زندگی ختم کر دے گا اندازہ
لگائیے دنیوی زندگی کی قدر و منزلت ان کے نزدیک مجھڑ کے پر کے برابر بھی نہ رہی تھی،
دنیا کی زندگی ختم بھی ہو گئی تو کیا ہو گیا وطن پہنچ جائیں گے، بس ادھر ایمان لائے اور ادھر
انہیں اتنا اونچا مقام حاصل ہو گیا، وقت کے سب سے بڑے جابر کی آنکھوں میں
آنکھیں ملا کر کہتے ہیں:

فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ.

ہمارا جو چاہے کر لے، جادوگروں کو تو اللہ تعالیٰ نے اتنا اونچا مقام عطاء فرمایا، مگر ان
کے مقابلہ میں فرعون جو سا لہا سال موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہا بلکہ انہیں اپنی گود میں

پالا راندہ درگاہ ہی رہا۔ ہوتا تو سب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہے لیکن حضرات مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ اس کا ایک ظاہری سبب یہ تھا کہ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لباس میں آئے تھے۔ اس زمانہ میں یہ مقابلہ کا ایک طریقہ تھا شاید اب بھی دنیا میں کہیں اس کا رواج ہو۔ بہر حال اس وقت یہی دستور تھا کہ مقابلہ کے دونوں فریق ایک لباس میں ہوں۔ جادوگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو پابند نہ کر سکتے تھے کہ ہمارے جیسا لباس پہنیں اس لیے انہوں نے خود حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا لباس پہن لیا، بس لباس میں مشابہت پر ہی اللہ کی رحمت کو جوش آگیا اور ایک لمحہ میں ہی ان کی کاپلٹ دی۔ اندازہ لگائیے کہ محبوب کی صورت اختیار کرنے کا کیا اثر ہوتا ہے؟

اب سنیے! جن کے دلوں پر اثر ہو جاتا ہے ان کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟

نیوی کے فوجی افسر کا قصہ:

نیوی کا ایک سپاہی میرے بیان میں آگیا، پہلی ہی بار آیا اور بے چارہ پھنسا، ڈاڑھی کے بارے میں بیان سنا اور جا کر اپنے افسر کو درخواست دی کہ میں ڈاڑھی رکھنا چاہتا ہوں، یہ ستم بھی دیکھیے کہ رجن کے حکم پر عمل کرنے کے لیے شیطان سے پوچھنا پڑتا ہے، فوج کا قانون ہے کہ افسر سے اجازت لیے بغیر کوئی ڈاڑھی نہیں رکھ سکتا، پہلے تحریری درخواست دو۔ اس نے بھی درخواست دی لیکن افسر نے نا منظور کی، آخر باہمت نو جوان نے بلا اجازت ہی ڈاڑھی رکھ لی جو ہوگا دیکھ لیا جائے گا، افسر سے سامنا ہونا ہی تھا دیکھتے ہی وہ بولا:

”یہ کیا کر دیا؟ تمہیں ڈاڑھی رکھنے سے منع نہیں کیا تھا؟ ابھی فوراً منڈا کر آؤ

اور آ کر مجھے دکھاؤ ورنہ گولی سے اڑا دوں گا۔“

فوج کے قوانین بڑے سخت ہوتے ہیں۔ اب اس سپاہی کا جواب سنیے، اللہ کرے

کہ یہ بات دلوں میں اتر جائے، اپنے افسر کو روبرو جواب دیتا ہے:

”یہ گردن تو کٹ سکتی ہے ڈاڑھی نہیں کٹ سکتی۔“

وہی جواب جو ایمان لانے والے جادو گروں نے فرعون کو دیا تھا:

فَاقْضِ مَا أَنْتَ قَاضٍ .

وہ خود سراسر اس جواب کی تاب کہاں لاتا، فوراً اسے فوجی جیل میں بند کر دیا۔ بند

کر کے باہر پہرہ بٹھا دیا گیا لیکن قرآن مجید کا اعلان ہے:

وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا (الایۃ) (۶۵-۲)

”جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر مشکل سے نکلنے کی راہ

پیدا فرما دیتے ہیں۔“

اسباب ظاہرہ کے تحت فوجی جیل میں اس قیدی تک کسی کی بھی رسائی کا کوئی امکان

نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے راہ پیدا فرمادی کہ ایک شخص کسی طرح اس سے ملنے میں کامیاب

ہو گیا، اس کے حالات دریافت کیے اور مجھے آکر پورا قصہ سنا دیا میں نے فتویٰ لکھا:

”جس افسر نے اس سپاہی کو جیل میں رکھا ہے اس کا ایمان جاتا رہا وہ مرتد

ہو گیا اب دوبارہ اسلام قبول کرے، اگر شادی شدہ ہے تو نکاح بھی ٹوٹ گیا

دوبارہ نکاح کرے اور اس سپاہی کو فوراً رہا کر دے اور اس سے معافی بھی

مانگے، اگر یہ افسر یہ کام نہیں کرتا تو حکومت پر فرض ہے کہ اسے موت کی سزا

دے اور یہ سزائے موت بھی عام طریقے سے نہیں عبرت ناک طریقے سے

دے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے تمام ذرائع ابلاغ سے اس کا اعلان کرے

کہ فلاں تاریخ، فلاں دن اور فلاں وقت میں فلاں کھلے میدان میں ایک

ایسے مرتد افسر کو سزائے موت دی جائے گی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی مبارک صورت اختیار کرنے پر ایک مسلمان کو سزا دی اور اسلام کے ایک اہم

شعار کی توہین کی، پھر وقت موعود پر اسے حاضر کر کے تلوار سے اس کی گردن

اڑادی جائے، اگر حکومت پاکستان ایسا اقدام نہیں کرتی تو ایسی بے دین

حکومت کو مسلمانوں پر مُسلط رہنے کا کوئی حق نہیں، حکومت دنیا و آخرت میں اسلام دشمنی کے انجامِ بد اور ذلت و رسوائی کا انتظار کرے۔“

فتویٰ تو لکھ دیا مگر آگے پہنچانے کا مسئلہ تھا بظاہر اس کا بھی کوئی حل نہ تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی دستگیری کی اور یہ لائیکل مسئلہ بھی حل ہو گیا، ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے یہاں بھیج دیا وہ فتویٰ حاصل کر کے اس تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے وہ فتویٰ فوج کے بڑے افسروں کو دکھا دیا۔ اس نے لکھا:

”میں جب بھی یہ فتویٰ کسی افسر کو دکھاتا وہ بھیگی پٹی کی طرح بھاگ جاتا۔“

اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا رعب ڈال دیا، آخر مقدمہ کا چکر ختم ہو گیا، جیل سے رہائی مل گئی اور ملازمت بھی بحال ہو گئی، سب معاملات اللہ تعالیٰ نے درست کر دیے، دیکھیے ایک فتویٰ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا کام لیے۔ مسلمان سپاہی کے تمام مسائل حل ہو گئے اور ساتھ کے ساتھ بد دماغ افسر کا دماغ بھی ٹھیک ہو گیا۔

بھم اللہ تعالیٰ! یہاں ”دارالافتاء والارشاد“ میں کسی قسم کی رعایت سے کام نہیں لیا جاتا، اسی قسم کی دو ٹوک اور کھری باتیں لکھی جاتی ہیں۔ ہمارا کیا ہے اللہ تعالیٰ ہی کام لے رہے ہیں سب ان کی دستگیری ہے ورنہ ہماری کیا حیثیت ہے؟ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس فوجی کی سی ہمت اور اس جیسا جذبہ عطاء فرمائیں کہ کسی بڑے سے بڑے جابر سے بھی مرعوب نہ ہوں کوئی دین میں آڑے آئے تو یہ نعرہ مستانہ بلند کریں:

”گردن کٹ سکتی ہے مگر ڈاڑھی نہیں کٹ سکتی۔“

ڈاڑھی منڈانے کٹانے کی وبا تو آج کل عالم گیر ہے، کیا مسلمان کیا کافر سب یکساں اس کی لپیٹ میں ہیں، لیکن اس گناہ کی ابتداء کہاں سے ہوئی؟

ڈاڑھی منڈانے کی ابتداء:

اللہ تعالیٰ نے جن گناہوں کے نتیجے میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ و برباد کیا

ان میں سے ایک کا ذکر خود قرآن میں موجود ہے کہ وہ لڑکوں سے بد فعلی کرتے تھے، دوسرے بعض گناہوں کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ڈاڑھی منڈاتے تھے، ٹخنے ڈھانکتے تھے، گاتے بجاتے تھے اور بھی بہت سی برائیوں میں مبتلا تھے۔ (درمنثور)

یہ ڈاڑھی کیوں منڈاتے تھے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں لڑکوں سے بد فعلی کا مرض عام تھا ان میں جو لوگ یہ کام کراتے تھے وہ ڈاڑھی مونڈ کر رکھتے تھے تاکہ اوہاش مردوں کا میلان ان کی طرف باقی رہے، شاید ان میں جو رنڈیوں کی طرح مستقل اس کا پیشہ کرتے ہوں وہ ڈاڑھی منڈاتے ہوں اور جو کبھی کبھار کرتے ہوں وہ ڈاڑھی کٹاتے ہوں۔

لڑکوں سے بد فعلی کی ابتداء:

اس ملعون کام کی ابتداء دنیا میں کب سے ہوئی اور کیسے ہوئی؟ سنئے کسی کتاب میں نظر سے گزرا ہے کہ شیطان حسین لڑکے کی صورت بنا کر کسی باغ میں گھس آیا اور چوری کرنے لگا، باغ کے مالک نے پکڑ لیا لیکن منت سماجت کی تو اس نے چھوڑ دیا، دوسرے دن پھر آکر چوری کی اور پکڑے جانے پر منت سماجت کر کے چھوٹ گیا، اسی طرح تیسرے روز، پھر چوتھے روز، غرض بلاناغہ آکر چوری شروع کر دی، باغ کا مالک بھی تنگ آ گیا کہ اس سے کیسے پیچھا چھڑایا جائے؟ آخر شیطان نے خود یہ تجویز رکھی:

”اگر باغ بچانا چاہتے ہو اور یہ خواہش رکھتے ہو کہ یہاں آنا چھوڑ دوں تو اس کی صرف ایک ہی صورت ہے، وہ یہ کہ مجھ سے بد فعلی کرو۔“

یہ انوکھی شرط سن کر مالک باغ تو ہکا بکارہ گیا، شیطان بھی طرح طرح سے چکمہ دیتا رہا، آخر اسے آمادگی ظاہر کرنا پڑی، مرتا کیا نہ کرتا، پہلی بار تو ناک منہ بند کر کے اس گٹر میں گودا، یوں اس لعنت کی ابتداء ہوئی۔ شیطان بھی روزانہ حسین لڑکے کی صورت میں پہنچ جاتا اور ڈرا دھمکا کر اس سے مقصد نکالتا، رفتہ رفتہ اس کی نفرت بھی ختم ہو گئی، ناک منہ بند کرنا چھوڑ دیا، آگے چل کر نفرت کی جگہ رغبت نے لے لی۔ سو جو لوگ شیطان کی

یہ سنت اداء کرنا چاہتے ہیں انہیں ڈاڑھی منڈانا پڑتی ہے۔

ڈاڑھی منڈانے اور کٹانے پر مزید وعیدیں اور تفصیل حضرت حکیم الامتہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ”ڈاڑھی منڈانا گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مذاق اڑانا کفر ہے“ اور حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ”ڈاڑھی کی شرعی حیثیت“ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ کے رسالہ ”ڈاڑھی کی شرعی اہمیت“ میں دیکھیے۔

بے پردگی کا سیلاب:

اب لیجیے دوسرا مسئلہ، پردے کے معاملہ میں بھی مسلمانوں میں وہی بے اعتنائی اور بے توجہی ہے ہر طرف بے حیائی اور کھلی بغاوت کا مظاہرہ ہے۔ ڈاڑھی کٹانے کے مفاسد تفصیل سے بتا چکا ہوں، جو وبال اس گناہ پر ہے وہی وبال بے پردگی پر بھی ہے کہ دونوں ایک نوعیت کے گناہ ہیں، دونوں میں اللہ تعالیٰ کی حکومت کے خلاف کھلی بغاوت کا اعلان ہے۔ بلکہ بے پردگی میں ایک بڑی قباحت مزید یہ ہے کہ بقیہ تمام گناہ تو گنہگار انسان کی اپنی ذات تک محدود ہیں لیکن بے پردگی کا گناہ صرف بے پردہ عورت تک محدود نہیں بلکہ ان تمام لوگوں تک پھیلا ہوا ہے جو اس عورت کو بُری نیت سے دیکھ رہے ہیں اور اس کے دیوث رشتہ داروں پر جو اسے ایسی بے حیائی سے نہیں روکتے گویا اکیلی جہنم میں جانے کی بجائے پوری ایک جماعت کو ساتھ لیے جا رہی ہے، اس پہلو سے یہ گناہ اپنی شاعت اور بُرائی میں دوسرے گناہوں سے بدرجہا بڑھ کر ہے، اس مسئلہ میں بھی نفس و شیطان نے آج کے مسلمانوں کو عجیب عجیب پٹیاں پڑھا رکھی ہیں، بظاہر اچھے اچھے سمجھ دار لوگ بھی یہ کہہ دیتے ہیں:

”بھلا قریبی رشتہ داروں سے کیا پردہ ہے؟“

اور کوئی رسمی پردہ کے بارہ میں کہتا ہے:

”ہمارے گھر میں تو مکمل پردہ ہے۔“

میں نے ”بظاہر سمجھ دار“ کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ ہیں تو یہ بھی بھٹکے ہوئے، شریعت سے دور، لیکن شکل و صورت سے سمجھ دار معلوم ہوتے ہیں ورنہ حقیقت میں سمجھ دار ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کبھی نہ کرتے۔

یہ بظاہر سمجھ دار اور عقل مند لوگ جنہیں بھلے بُرے کی پوری طرح تمیز ہے، دوست دشمن کی ٹھیک ٹھیک شناخت ہے ان کی عقلوں پر بھی ایسا پردہ پڑ گیا ہے کہ تعجب سے پوچھتے ہیں:

”کیا قریبی رشتہ داروں سے بھی پردہ ہوتا ہے؟“

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان تمام رشتہ داروں کے نام ایک ایک کر کے گنوا دیے ہیں جن سے عورت کو پردہ نہیں باقی ہر مرد سے اسے پردہ ہے۔

دوسرے یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس مرد سے نکاح ہو سکتا ہے اس سے پردہ بھی فرض ہے، یہ تو اتنی موٹی سی حقیقت ہے جسے سمجھنے کے لیے کسی گہرے علم و بصیرت کی بھی ضرورت نہیں، ہر شخص سوچ کر فیصلہ کر لے کہ جب اس مرد سے نکاح ہو سکتا ہے تو اس سے پردہ کیوں نہیں؟ بات تو دو اور دو چار کی طرح صاف ہے مگر کیا کیا جائے کہ نافرمانی کی نحوست سے عقلیں مسخ ہو گئی ہیں شریعت کی موٹی سی بات سمجھنا بھی دشوار ہو رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما رہے ہیں کہ قریبی رشتہ داروں سے پردہ اغیار کی بنسبت زیادہ سخت ہے۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ قریبی رشتہ داروں سے پردہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟

پہلی بات تو یہ کہ جب اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آ گیا تو بس! مطلب سمجھ میں آئے یا نہ آئے مسلمان پر فرض ہے کہ سر تسلیم خم کر دے۔

دوسری بات یہ کہ عقل و قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ قریبی رشتہ داروں سے پردہ کا زیادہ اہتمام کیا جائے اس لیے کہ ایسا تو کبھی نہیں ہوتا کہ عورت گھر سے نکلی کسی اجنبی کی نگاہ پڑی اور وہ اس سے لپٹ گیا بلکہ بدکاری کا دروازہ کسی کے بار بار آنے جانے اور

ملنے ملانے سے کھلتا ہے، بے روک ٹوک کسی کے گھر آنا جانا شروع کیا، وہاں گھنٹوں گھنٹوں بیٹھ کر مجلس بازی کی، اکٹھے اُٹھتے بیٹھتے رہے، کھاتے پیتے رہے، ایک دوسرے کے جلوے دیکھتے دکھاتے رہے۔ اس قسم کے میل جول سے بدکاریوں کے دروازے بلکہ پھانک کھلتے ہیں۔ اب خود سوچ لیجیے کہ اس قسم کا خطرناک میل جول ناواقف اجنبی لوگوں سے ہوتا ہے یا ان قریبی رشتہ داروں سے جن کے آنے جانے پر کوئی روک نہیں، جن کے لیے گھروں کے دروازے چوٹ کھلے ہیں، سو جہاں شدید خطرہ ہے وہاں پردہ کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے اور جہاں خطرے کا امکان کم ہے وہاں مکمل پردہ، ماتم کرنا چاہیے ایسی عقل پر۔

چہرہ کا پردہ:

اب ایک نئی بات لندن میں آکر سنی، یہ مغربی ممالک چونکہ بہت ترقی یافتہ ہیں اس لیے ترقی کرتے کرتے اب ان کو ”ریورس گیر“ لگ گیا ہے، یہ ترقی میں ہیں مگر ان کی ترقی الٹی ترقی ہے ترقی معکوس، یہاں نئی اور عجیب بات سنی ہے:

”بے شک عورتوں کو پردہ ضروری ہے مگر عورت کا چہرہ پردے میں داخل نہیں۔“

سبحان اللہ! کیا کہنے اس انوکھی تحقیق کے، بلکہ نئے انکشاف کے، دل تو چاہتا ہے کہ شیطان کی ان دیسیہ کاریوں کا ایک ایک کر کے جواب دوں مگر بات ذرا مختصر کرنا چاہتا ہوں تاکہ ساری باتیں آجائیں، یا اللہ! ان مختصر باتوں میں بھی وہی اثر رکھ دے جو مفصل طریقے سے سمجھانا چاہ رہا ہوں۔ ایک چھوٹی سی مثال سے اس کو سمجھ لیجیے، ان بے دین لوگوں کے ہاں یہ عام رواج ہے کہ جب رشتہ کرنے لگتے ہیں تو لڑکے والوں کو لڑکی کی تصویر بھیجتے ہیں، تصویر پر جو سخت لعنتیں آئی ہیں وہ تو بعد میں بتاؤں گا ابھی ذرا مثال سمجھ لیں، مثلاً لڑکی ٹورنٹو میں ہے اور لڑکا ہے کراچی میں تو یہاں سے لڑکی کی تصویر بھیج دیں گے، سو ایسے موقع پر اگر لڑکی چہرہ کی بجائے باقی سارے جسم کی تصویر بھیج دے تو بتائیے:

”لڑکایا اس کے والدین یہ رشتہ قبول کریں گے؟“
 کبھی نہیں! وہ تو یہی کہیں گے:

”اصل دیکھنے کی چیز تو چہرہ ہے وہ تو ہم سے چھپا لیا، اس تصویر کو ہم کیا کریں گے؟ خواہ ایسی سینکڑوں تصویریں ہوں ان کو رکھوا اپنے پاس ہمیں تو چہرہ دیکھنا ہے۔“

اور اگر چہرے کی تصویر تو بھیج دی باقی جسم کا کچھ بھی نہیں بھیجا تو کسی کو اعتراض نہ ہوگا کہیں گے ہاں! ٹھیک ہے۔ ایسے ہی اگر لڑکے کی تصویر مانگی جائے مثلاً لڑکا لاہور یا اسلام آباد میں ہے اور بیگم صاحبہ ٹورنٹو میں ہیں دونوں کی شادی کرنا چاہتے ہیں، لڑکے نے سر سے لے کر پاؤں تک پورے جسم کی تصویر بھیج دی مگر چہرہ چھپا لیا تو لڑکی والے قطعاً قبول نہ کریں گے، روبرو دیکھنے میں بھی چہرہ ہی دیکھ کر فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کو دنیا کی عقل تو ہے دنیا کے معاملے میں بڑے ہوشیار ہیں لیکن دین کے معاملہ میں یہ عقل کام نہیں دیتی اسے ”ریورس گیر“ لگ جاتا ہے، شادی کے لیے چہرہ کا دیکھنا ضروری ہے لیکن جب آئے پردے کی بات تو اب چہرے کی کوئی اہمیت نہیں، کوئی عقل کا کورا بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ فتنہ کا مرکز چہرہ ہے، اجنبی نگاہوں کے لیے ساری کشش اور جاذبیت اسی چہرے میں ہے، سو یہ کہنا:

”چہرے کا کوئی پردہ نہیں باقی سارے جسم کا پردہ ہے۔“

کتنی بڑی حماقت ہے، قرآن مجید میں جتنی آیات پردہ کے بارے میں آئی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی جتنے ارشادات پردہ کے بارے میں ہیں یہ سب کے سب چہرے سے متعلق ہیں ان سب میں بار بار چہرہ چھپانے کی تاکید ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ بیویاں جو درحقیقت پوری امت کی مائیں ہیں، ان سے متعلق بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو صاف صاف حکم ہے:

”جب تم ان سے کوئی چیز پوچھنے آؤ تو پردہ کے پیچھے سے پوچھو، روبرو کھڑے ہو کر مت پوچھو۔“

وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ. (۳۳-۵۳)

اور ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے فرمایا:

”جب ضرورت کی بات کرو تو آواز میں نرمی مت پیدا کرو کرخت لہجہ میں بات کرو۔“

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ. (۳۳-۳۲)

ذرا سوچیں پوچھنے والے کون؟ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، جن کا اتنا اونچا مقام کہ ان کے تقدس پر ملائکہ رشک کریں، اللہ کے ایسے مقبول اور برگزیدہ بندے۔ کن سے پوچھ رہے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے اور ان سے رشتہ کیا ہے؟ وہ پوری امت کی مائیں ہیں:

النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ (۳۳-۶)

کیا پوچھ رہے ہیں؟ دین کی بات۔ ان سب باتوں کے باوجود حکم ہوتا ہے کہ نرمی سے بات مت کرو۔

یہاں ایک بات سمجھنے کی ہے وہ یہ کہ کیا اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے یہ احتمال تھا کہ نزاکت سے چپا چبا کر بات کریں گی؟ قطعاً نہیں! اس بات کا تو دُرُودِ رُتک کوئی احتمال نہیں پھر یہ کیوں فرمایا کہ نرمی سے بات نہ کرو، انسان کو روکا تو اس چیز سے جاتا ہے جس کا کوئی احتمال ہو، جس چیز کا احتمال ہی نہ ہو اس سے روکنے کا کیا فائدہ؟

جواب یہ ہے کہ عورت کی آواز میں خلقتِ پیدائشی طور پر جو نرمی پائی جاتی ہے وہ بھی اختیار نہ کریں، جب ضرورت سے بات کرنا پڑے تو بتکلف آواز میں سختی پیدا کریں۔ بحمد اللہ تعالیٰ ہمارے یہاں ایسی خواتین بھی ہیں جو اپنے حالات میں لکھتی ہیں:

”ہم نے وعظ میں یہ بات سنی تو اس کے بعد سے یہ معمول بنالیا ہے کہ کبھی

کسی غیر محرم سے بات کرنا پڑے تو ایسے سخت لہجے میں بات کرتے ہیں کہ وہ سمجھتے ہیں یہ عورت تو کوئی چڑیل ہے ڈائن ہے، ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ عورت لڑھی نہ پڑے۔“

غیر مردوں سے چڑیل بن کر بات کریں، یہ جو حکم ہے کہ بات میں نرمی نہ اختیار کریں اس کا مطلب یہ ہے کہ بات کرتے ہوئے آواز میں جتکلف خشونت اور سختی کا لہجہ پیدا کریں۔

لطیفہ:

ایک لطیفہ یاد آگیا ایک بار صادق آباد ریلوے اسٹیشن پر ایک اچھے دین دار مولوی صاحب پلیٹ فارم پر کسی سواری کو لینے یا چھوڑنے آئے ہوئے تھے، ریل کے ڈبہ میں ایک عورت کو دیکھا کہ برقع پہنے بیٹھی ہے مگر نقاب اوپر کر کے لوگوں کو جلوے دکھا رہی ہے، مولوی صاحب اس کے پاس گئے، کہنے لگے:

”بی بی! آپ کو سردی لگتی ہے۔“

وہ بولی..... ”نہیں۔“

لیکن مولوی صاحب اصرار سے کہنے لگے:

”نہیں نہیں بی بی سردی لگتی ہوگی۔“

مولوی صاحب بوڑھے تھے، عورت بولی..... ”بابا! کیا بات ہے؟“

مولوی صاحب نے کہا:

”بات یہ ہے کہ اگر آپ کا مقصود پردہ ہوتا تو چہرہ پر نقاب ہوتا، لیکن آپ

نے نقاب الٹا ہوا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ سردی لگ رہی ہے اسی لیے برقع

پہن رکھا ہے، پردہ آپ کا مقصد نہیں۔“

یہاں مغربی ملکوں میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں کوٹ پہن کر جو باہر نکلتی ہیں تو

سردی کی وجہ سے ورنہ پردہ وردہ تو اس میں ہوتا نہیں۔

پردہ تو چہرہ کا ہے، چہرے کے پردہ کی کس قدر تاکید ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مردوں اور عورتوں کو الگ، مک خطاب فرمایا ہے کہ اپنی اپنی نظریں نیچی رکھیں مردوں کی نظر عورتوں پر اور عورتوں کی نظر مردوں پر نہ پڑے، اور ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرمادی کہ نظروں کی حفاظت کے بغیر بدکاری سے بچنا مشکل ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ

اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (۲۴-۳۰)

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا

يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا. الاية (۲۴-۳۱)

ایک بار مشہور نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ پر حاضر ہوئے اس وقت اُمہات المؤمنین میں سے حضرت اُم سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعنہن اندر موجود تھیں، صحابی نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں بیبیوں کو حکم فرمایا کہ ان سے پردہ کر لیں۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا یہ صحابی نابینا نہیں؟ ان سے پردہ کے کیا معنی؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

افعميا وان انتما.

”کیا تم بھی اندھی ہو؟“

الستما تبصرا نہ؟ (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

”کیا تم انہیں نہیں دیکھ رہی ہو۔“

وہاں تو پردہ کا اتنا اہتمام ہو رہا ہے کہ کسی نابینا اور معذور مرد پر بھی عورت کی نظر نہ پڑے اور یہاں اتنی چھوٹ کہ کوٹ پہن لیا تو بس پردہ ہو گیا۔ شیطان بھی بہت بڑا شیر

ہے اس نے اپنے بندوں کو ایک یہ سبق بھی پڑھا رکھا ہے:

”چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد سے کوئی پردہ نہیں یہ تو بھائی ہیں، بھائی سے کیا پردہ؟ اور بھلا دیور سے بھی پردہ ہو سکتا ہے؟ وہ تو گلے کا زیور ہے۔“

”دیور“ ہندی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں ”دوسرا شوہر“۔ ایک بھائی کی شادی ہو جائے تو سب بھائیوں کے مزے ہو جاتے ہیں اور بیگم صاحبہ بھی خوش کہ ایک تیر سے کئی شکار۔

”ہلدی لگی نہ پھٹکری اور رنگ بھی چوکھا۔“

کس کس بات کا رونا رویا جائے یہاں تو آوے کا آواہی بگڑا ہوا ہے۔ دیور، جیٹھ، نندوئی، بہنوئی، چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھا، خالو، شوہر کا چچا، شوہر کا ماموں، شوہر کا پھوپھا، شوہر کا خالو، شوہر کا بھتیجا، شوہر کا بھانجا، تقریباً وہ تمام قریبی رشتہ دار جن سے پردہ فرض ہے، ان کے بارے میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ تو ہمارے اپنے ہی ہیں ان سے کیا خطرہ؟

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو چلائے ہائے گل میں پُکاروں ہائے دل
بے پردہ نظر آئیں جو کل چند پیماں
اکبر زمین میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

اگر اللہ تعالیٰ اپنی محبت کا ذرہ عطاء فرمادیں تو دماغ میں عقل بھی آ جاتی ہے، یاد رکھیے! دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور دماغ میں عقل دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں، اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں ہوگی تو دماغ میں بھی عقل آئے گی اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے دل

خالی ہے تو لازماً دماغ بھی عقل سے خالی ہوگا۔

حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں اس کے دماغ میں عقل نام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ لید بھری ہوئی ہے گو بر بھرا ہوا ہے، اسی لید اور گو بر کو عقل سمجھے بیٹھا ہے۔

ان بے دین لوگوں کی یہ منطق:

”چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد، خالہ زاد بھائی ہیں ان سے پردہ کی کیا حاجت؟“

یہ جادو کی ڈبیہ ہے، یہ سارے زادیوں تو بھائی ہیں ان سے پردہ کی کوئی ضرورت نہیں، لیکن ضرورت پڑنے پر انہی بھائیوں سے شادی بھی کر لیتی ہیں، اگر یہ بھائی تھا تو شادی کیسے جائز ہوگئی؟ یہ جادو کی ڈبیہ ہے ایک طرف دیکھو تو دونوں بھائی بہن ہیں، مگر پلٹ کر دوسری طرف دیکھو تو دونوں میاں بیوی ہیں۔ بیک کر شرمہ دوکار! اللہ تعالیٰ کی محبت سے جو دل خالی ہوتا ہے عقل تو اس میں ہوتی ہی نہیں اس کی مت ماردی جاتی ہے، ہاں اگر دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت آجائے تو عقل بھی لوٹ آتی ہے اللہ تعالیٰ دستگیری فرماتے ہیں۔

ڈاڑھی رکھنے والے فوجی کا قصہ سنایا تھا اب پردہ کے معاملہ میں بھی ایک باہمت خاتون کا قصہ سن لیجیے۔

انگریزی کی پروفیسر اور شرعی پردہ:

ایک کالج میں انگریزی کی استاد نے میرا وعظ ”شرعی پردہ“ پڑھ کر مکمل پردہ کر لیا اور مجھے خط لکھا:

”میں نے وعظ ”شرعی پردہ“ پڑھا جس کا اتنا اثر ہوا کہ میں نے مکمل پردہ کر لیا، جب کالج گئی تو برقع اوڑھ کر گئی (وہ برقع یہاں لندن والوں جیسا

فیشنی برقع نہیں تھا بلکہ مسلمانوں والا برقع تھا جس میں چہرہ چھپ جاتا ہے) کالج میں داخل ہوئی تو سامنے سے اس شعبہ کی ”ہیڈ“ مل گئیں، وہ برقع دیکھ کر انگلش میں کہنے لگیں:

”آپ کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔“

میں نے جواب میں کہا:

”دماغ تو پہلے خراب تھا اب تو ٹھیک ہو گیا ہے۔“

واقعۃً اللہ تعالیٰ کے نافرمان کا دماغ خراب ہو جاتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں آ جاتی ہے تو سارا فتور نکل جاتا ہے اور دماغ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ یا اللہ! سب مسلمانوں کے دماغ ٹھیک کر دے۔

اس باہمت خاتون کی ہمت دیکھ کر کالج کے دوسرے کئی شعبوں کی استادوں نے بھی پردہ شروع کر دیا، اپنی شاگرد لڑکیوں کو بھی چادریں اوڑھا دیں، اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیے کالج کی مسموم فضاء میں رہنے والی خاتون کو شرعی پردہ کی توفیق عطاء فرمائی پھر ”ہیڈ“ کی مخالفت اور طنز و تشنیع کے باوجود ان کے پائے استقامت میں کوئی لغزش نہیں آتی بلکہ روبرو جواب دے کر اس کا منہ بند کرتی ہیں اور ہمت و استقامت دکھا کر دوسری بہت سی خواتین کے لیے بے مثال نمونہ پیش کرتی ہیں۔ ان کو دیکھ کر وہ بھی پردہ شروع کر دیتی ہیں، اللہ تعالیٰ ایسی ہمت اور ثابت قدمی سب مسلمانوں کو نصیب فرمادیں۔

پردہ کے بارے میں میری دو کتابیں ہیں، ایک مطبوع و عظ ہے ”شرعی پردہ“ اس سے اللہ تعالیٰ نے بہت کام لیا ہے بے شمار خاندانوں کو بے حیائی کے عذاب اور دنیا و آخرت کی رسوائی سے بچا لیا۔ اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور صدقہ جاریہ بنائیں۔

دوسری تصنیف ہے ”پردہ شرعی“۔

اس وقت تو میں نے بہت مختصر سا بیان کیا ہے تفصیل ان کتابوں میں دیکھیں۔

۳- مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا:

یہ مرض بھی بہت عام ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر جہنم کی وعید سنائی ہے:

ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار (بخاری)

یہ گناہ بھی عورتوں سے مشابہت اور نسوانیت کے شوق و رغبت سے کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مرد بنایا مگر ان کی عقلوں پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا یہ وبال پڑ گیا ہے کہ انہیں عورتیں بننے کا شوق ہے، ایسے مردوں پر حدیث میں لعنت وارد ہوئی ہے:

لعن اللہ المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من

النساء بالرجال. (بخاری)

۴- تصویر کی لعنت:

تصویر کی حرمت اور اس پر بہت سخت وعیدوں کے بارے میں حدیثیں اتنی زیادہ ہیں کہ صرف ایک کتاب صحیح بخاری میں اس پر مستقل دس باب ہیں جن میں سے اس وقت صرف چند حدیثیں نقل کرتا ہوں:

عن وهب السوائي رضى الله تعالى عنه ان النبي صلى الله

عليه وسلم لعن اكل الربوا وموكله والواشمة والمستوشمة

والمصور. (رواه الامام البخاري رحمه الله تعالى)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے پر، کھلانے والے پر، جسم

گودنے والی پر، گدوانے والی پر اور تصویر ساز پر لعنت فرمائی۔“

قال عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه سمعت رسول

الله صلى الله عليه وسلم يقول ان اشد الناس عذاباً عند الله

المصورون.

”قیامت کے روز سب سے زیادہ سخت ترین عذاب تصویر سازوں کو ہوگا۔“

قال ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ومن اظلم ممن ذهب یخلق کخلق فلیخلقوا حبة ولیخلقوا ذرة الحدیث۔

”اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو عمل خالقیت میں میرا مقابلہ کرنے لگا، یہ لوگ ایک دانہ یا ایک ذرہ تو پیدا کر کے دکھائیں۔“

قالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا: قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سفر وقد سترت بقرام لی علی سہوۃ لی فیہ تمائل، فلما راہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہتکہ وقال اشد الناس عذاباً یوم القیمۃ الذین یضاہون بخلق اللہ۔

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے تشریف لائے، میں نے طاق پر تصویر دار پردہ لٹکایا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے دیکھا تو پھاڑ دیا اور فرمایا روز قیامت سخت ترین عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو صفت خالقیت میں اللہ تعالیٰ کی نقل اتارتے ہیں۔“

عن ابی طلحۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا تدخل الملئکہ بیتا فیہ کلب ولا تصاویر۔

”جس گھر میں کتا یا تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔“

عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا اشترت نمرقۃ فیہا تصاویر فقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالباب فلم یدخل فقلت اتوب الی اللہ مما اذبت۔ قال ما ہذہ النمرقۃ؟ قلت لتجلس علیہا وتوسدہا، فقال ان اصحاب ہذہ الصور

يَعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ يَقَالُ لَهُمْ اَحْيُوا مَا خَلَقْتُمْ وَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا تَدْخُلُ بَيْتًا فِيْهِ الصُّوْرُ .

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے تصویر دار تکیہ خریدی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازہ پر رک گئے، اندر تشریف نہ لائے۔ میں نے عرض کیا: مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی؟ میں اپنے گناہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تکیہ کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا: اس مقصد سے لیا ہے کہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس سے تکیہ لگائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزِ قیامت ان تصویر سازوں کو عذاب ہوگا اور ان سے کہا جائے گا کہ اپنی مخلوق تصاویر کو زندہ کر دکھاؤ، اور بلاشبہہ فرشتے ایسے مکان میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویریں ہوں۔“

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سمعت محمداً صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صوّر صورة فی الدنیا کلف یوم القیمة ان ینفخ فیہا الروح ولیس ینافخ .

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے دُنیا میں تصویر بنائی اسے روزِ قیامت مجبور کیا جائے گا کہ اس میں روح پھونکے لیکن وہ ایسا نہ کر سکے گا۔“

نہ روح پھوک سکے گا نہ ہی عذاب میں تخفیف ہوگی۔

عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال وعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جبریل فراث علیہ حتی اشتد علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلقیہ فشکا الیہ ما وجد فقال لہ انا لاندخل بیتا فیہ صورة ولا کلب .

”حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا وعدہ کیا مگر وقت پر نہ آئے، یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گراں گزری، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ سے باہر تشریف لائے تو جبریل علیہ السلام مل گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنے رنج و زحمت انتظار کا شکوئی فرمایا، اس پر جبریل علیہ السلام نے فرمایا جس گھر میں کتابا تصویر ہو ہم اس میں داخل نہیں ہوتے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں یہ دونوں چیزیں اس وقت گھر میں آگئی تھیں، جبریل علیہ السلام نے بتایا تو آپ نے ان کو ہٹوا دیا۔

یہ وعیدیں ہر قسم کی تصویر سے متعلق ہیں خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی، کپڑے، کاغذ پر بنائی جائے یا درود یوار پر، سکے پر نقش کی جائے یا نوٹوں پر چھاپی جائے، بہر کیف یہ احادیث میں مذکورہ وعیدوں کا مصداق اور حرام ہے۔

جہاں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لے جاتے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت کہاں سے آئے گی؟

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کے بچپن کا قصہ ہے کہ کوئی خادم آپ کو اٹھائے لے جا رہا تھا، اس سے اندازہ کر لیجئے کتنی عمر ہوگی؟ بالکل کمسن بچے ہی تھے لیکن گھر کے پاکیزہ ماحول اور بڑوں کی تربیت کا اثر دیکھیے، سامنے ایک شخص آگیا جو ہاتھ میں کتاب لیے جا رہا تھا، معصوم بچے نے اسے ٹوکا کہ یہ کتاب کیوں لیے پھرتے ہو؟ یہاں (مغربی ممالک میں) تو ہر طرف کتے ہی کتے نظر آتے ہیں، کتوں کا راج ہے، اس لیے رحمت کے کسی فرشتے کا کہیں گزر بھی نہ ہوتا ہوگا، جدھر نظر اٹھاؤ یوں لگتا ہے کہ یہاں کتے ہی بستے ہیں۔

اس پر ایک قصہ یاد آیا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف فرما تھے کوئی مرید خرگوش شکار کر کے لایا، حضرت کی خدمت میں پیش کیا، اتفاق سے پاس ایک شیعہ بھی بیٹھا تھا ایک کتا وہاں سے گزرا، خرگوش کے قریب آ کر ڈر کے مارے پیچھے کوہٹ گیا، شیعہ مذہب میں چونکہ خرگوش حرام ہے اس لیے شیعہ نے چوٹ کی، بولا مولانا! آپ وہ چیز کھاتے ہیں جسے کتا بھی نہ کھائے۔ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی نقد جواب دیا، مگر کمال یہ کہ جواب میں کوئی نئی بات کرنے کی بجائے اسی رافضی کا جملہ دہرایا، فرمایا ہاں! درست کہتے ہو کہ اسے ہم ہی کھاتے ہیں کتے نہیں کھاتے (شیعہ نہیں کھاتے)

شاہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا یہ کتا کیوں پالا ہے؟ وہ بولا اس میں کون سا گناہ ہے؟ حضرت شاہ صاحب نے حدیث سنائی:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جہاں کتا ہو وہاں فرشتہ نہیں آتا۔“

رحمت کا لفظ نہیں کہا صرف فرشتہ کہا، بعض احادیث میں بھی ایسا ہی آیا ہے لیکن مراد رحمت کے فرشتے ہیں، وہ احمق بولا:

”اسی لیے تو یہ کتا پالا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نہ کبھی فرشتہ آئے گا نہ میں مروں گا۔“

اس شیطان کے بندے نے اپنے خیال میں بڑا مدلل اور مسکت جواب دیا کہ فرشتہ کبھی آئے گا ہی نہیں تو مروں گا کیسے؟ لیکن معصوم بچے کا جواب بھی سنیے، بات یہ ہے کہ دل میں اللہ کی سچی محبت ہو تو کمسنی میں بھی عقل کامل ہوتی ہے اور گناہوں کی نحوست سے بڑوں کی عقل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے، شاہ صاحب نے فرمایا:

”اگر یہی بات ہے تو ایک دن اس کتے کو بھی تو مرنا ہے، بس جو فرشتہ اس

کتے کی جان نکالے گا تیری جان بھی وہی نکالے گا گویا تو کتے کی موت

مرے گا۔“

گشتی دیکھنے کا شوق:

ایک بار ایک شخص کے مکان میں جانے کا اتفاق ہوا، ویسے تو میرا معمول ہے کہ کسی بھی مکان میں داخل ہونے سے پہلے اس کے چاروں طرف نظر دوڑا لیتا ہوں کہیں اس میں ایسی چیز تو نہیں رکھی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی لعنت کا سبب ہو اگر ایسی چیز ہو تو پہلے اس کو ہٹا دیتا ہوں پھر بیٹھتا ہوں لیکن اس مکان میں جاتے ہوئے یہ خیال نہ رہا، مکان میں بیٹھتے ہی ایک جانب تصویریں لٹکی ہوئی نظر آ گئیں دوسری جانب بیت اللہ کا نقشہ لٹکا ہوا ہے، میں نے صاحب مکان سے کہا:

”آپ گشتی دیکھنے کے شوقین معلوم ہوتے ہیں۔“

وہ بولے: ”مجھے تو ایسا کوئی شوق نہیں۔“

میں نے کہا:

”نہیں، نہیں! آپ تو بڑے شوقین معلوم ہوتے ہیں۔“

جب میں نے کئی بار یہ بات دہرائی اور وہ بھی انکار ہی کرتے رہے تو میں نے کہا:

”دیکھیے ایک طرف تو آپ نے لعنت اور عذاب کے فرشتوں کو دعوت دے

رکھی ہے، مگر دوسری جانب رحمت کے فرشتے بھی بلا رکھے ہیں، معلوم ہوتا

ہے فرشتوں کو لڑا کر گشتی دیکھنے کا بڑا شوق رکھتے ہیں۔“

انہوں نے تصویریں ہٹا دیں، یہ بات تو میں نے انہیں سمجھانے کے انداز میں کہہ

دی ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس تشریف

فرما ہوں وہاں بھی جبریل علیہ السلام وعدہ کے باوجود نہیں آتے تو ایسی جگہ رحمت کے

فرشتے کیوں کر آئیں گے؟ خواہ بیت اللہ کے ہزاروں نقشے ہی لٹکالیں اس سے کچھ نہیں

ہوتا، اصول تو یہ ہے کہ جس جگہ جان دار کی صرف ایک تصویر ہوگی وہاں بھی رحمت کا کوئی

فرشتہ نہیں آئے گا، یہ گشتی لڑانے والی بات یونہی مزاح میں کہہ دی، یہ حقیقت نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمۃ للعالمین ہیں جب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے بھی جبریل علیہ السلام نہیں آتے صرف اس لیے کہ کتے کا ایک بچہ غیر شعوری طور پر مکان میں گھس آیا تو خود سوچے جہاں پورا مکان ہی تصویروں سے اٹا ہوا ہو لعنت کی ایسی بھرمار ہو وہاں رحمت کے کسی فرشتہ کا گزر کیوں کر ہوگا؟

جہالت کا وبال:

بہت سے مسلمانوں کو یہ پتا ہی نہیں کہ یہ تصویر کتنی بڑی لعنت ہے، ایک فوٹو گرافر میرے پاس آئے اور کہنے لگے:

”مجھے تو علم ہی نہ تھا کہ یہ اتنا بڑا گناہ ہے میں تو اس کا رو بار کو جائز سمجھتا تھا لیکن آج آپ کے بتانے پر پتا چلا کہ یہ حرام ہے مجھے کیا پڑی کہ اتنا بڑا گناہ اپنے سر لوں؟ مجھے تو مزدوری کرنا ہے، مزدوری کر کے اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالنا ہے جب مقصد محنت و مشقت اور مزدوری ہی ہے تو حرام کی مزدوری کیوں کروں؟ بیوی بچوں کے پیٹ میں حرام کیوں ڈالوں؟ اس کی بجائے میں حلال کی مزدوری کیوں نہ کر لوں؟“

یہ قصہ میں نے اس لیے بتا دیا کہ بے چارے عوام میں اب تک کئی لوگوں کو علم ہی نہیں کہ وہ کتنے بڑے گناہ کا شکار ہیں؟ اگر گناہوں سے متعلق ان کو مناسب انداز سے وعیدیں سنائی جائیں تو اس طریقے سے وہ راہِ راست پر آ سکتے ہیں۔
تصویر کی حرمت کے دلائل پر میں نے ایک مستقل مفصل رسالہ لکھوایا ہے۔

ٹی وی کی لعنت:

یہ ٹی وی کی لعنت جو آج گھر گھر پھیل گئی ہے میں اسے ”ٹی بی“ کا نام دیتا ہوں یہ ٹی وی نہیں حقیقت میں ”ٹی بی“ ہے، جسم و جان کے لیے بھی ٹی بی، دین و ایمان کے لیے بھی ٹی بی، دُنیا و آخرت دونوں تباہ۔

خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ. (۲۲-۱۱)

اس ”ٹی بی“ کے نقصان تو بے شمار ہیں، اس معاشرہ میں رونما ہونے والے لاتعداد واقعات اس کے شاہد ہیں۔ میں مختصر اُدوقصے بتاتا ہوں جو میرے سامنے گزرے۔

لڑکی اندھی ہو گئی:

جب میں نے چشمہ بنوایا تو آنکھوں کے اسپیشلسٹ ڈاکٹر کے پاس معاینہ کروانے گیا۔ علماء کو اپنی صحت کا بالخصوص آنکھوں کا خاص خیال رکھنا چاہیے، ایک عالم اور مفتی کی نظر تو بہت قیمتی چیز ہے، اس میں ذرا سی غفلت بھی بہت نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ میں ڈاکٹر کے پاس گیا اسی دوران کچھ لوگ ایک چھوٹی سی لڑکی لے آئے ۸، ۹ سال کی عمر ہوگی، ڈاکٹر نے اس کا بھی معاینہ کیا اور بتایا:

”یہ ٹی وی دیکھ دیکھ کر اندھی ہو رہی ہے اگر اب بھی ٹی وی دیکھنا بند نہ کیا تو مکمل طور پر اندھی ہو جائے گی۔“

سائنس کا فیصلہ:

یہ تو میرے سامنے کی بات ہے اس سے پہلے ایک سائنس دان کا مضمون بھی میں نے خود پڑھا کہ ٹی وی اگر ایک کمرے میں چل رہا ہو تو اس کے ساتھ دوسرے کمرے میں بیٹھے ہوئے لوگوں کی صحت پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے، اس کمرے کا تو کیا کہنا دوسرے کمرے تک بھی اس کا اثر جاتا ہے۔

دماغ کی رگ پھٹ گئی:

ایک شخص نے بتایا کہ ان کے خاندان میں ایک لڑکی کے دماغ کی رگ پھٹ گئی، امراض دماغ کے ماہر اور اسپیشلسٹ ڈاکٹر نے معاینہ کر کے بتایا:

”لڑکی کی یہ رگ ٹی وی دیکھنے سے پھٹی ہے۔“

جس کے دماغ کی رگ ہی پھٹ گئی اس کے زندہ رہنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لڑکی کی جان لے کر ہی چھوڑی۔ خود سوچ لیجیے کہ ”ٹی بی“ ہے یا نہیں؟ دوسرے بہت سے گناہوں کی طرح ”ٹی بی“ سے متعلق بھی نفس و شیطان نے لوگوں کو عجیب عجیب پٹیاں پڑھا رکھی ہیں، جیسے پردہ سے متعلق لوگوں کی باتیں بتا چکا ہوں:

”پردہ بہت ضروری ہے اس کی اہمیت سے انکار نہیں، مگر ہے فقط دُور کے رشتہ داروں سے، قریبی لوگوں سے کوئی حجاب نہیں، کوئی شرم نہیں۔“

ٹی بی سے متعلق بھی بعض ”بظاہر سمجھ دار“ قسم کے لوگ بھی یہ بحث چھیڑ دیتے ہیں: ”اس میں نقصان تو واقعہ ہے لیکن اگر دیکھنے والا احتیاط سے کام لے، گانے نہ سنے، عورتوں کی تصویریں نہ دیکھے، اور بھی کسی قسم کا فحش پروگرام نہ دیکھے اور زیادہ دیر بھی نہ دیکھے، اپنی صحت کا خیال رکھے تو ان شرطوں سے دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ فائدے ہیں، بہت سی معلومات ملتی ہیں۔“

ان لوگوں سے متعلق ”بظاہر سمجھ دار“ کا لفظ میں نے استعمال کیا ہے بباطن یہ بے سمجھ اور کور عقل ہیں، اگر واقعہ سمجھ دار اور عاقل ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آجاتے، اس کے لیے ایسے چور دروازے نہ کھولتے، ان کی اس لا حاصل تقریر کا خلاصہ یہ کہ ”ٹی بی“ دیکھتے رہو مگر احتیاط سے، حالانکہ یہ سراسر غلط اور مہلک نظریہ ہے، خود مشاہدات اس کی تکذیب کر رہے ہیں، ہزاروں لاکھوں ”ٹی وی پرستاروں“ میں بھی کوئی اس کی پابندی نہیں کرتا، بلکہ خود یہ لوگ بھی جو احتیاط کا درس دیتے ہیں ایسی احتیاط نہیں کرتے، اور کر بھی نہیں سکتے۔ آخر کریں گے بھی کیوں کر؟ مثلاً انہوں نے درس دے دے کر لوگوں کو قائل کر لیا کہ روزانہ ایک گھنٹہ سے زیادہ ”ٹی وی“ دیکھنا سخت نقصان دہ ہے لوگوں نے بھی ان سے اتفاق کر لیا اور احتیاط کا وعدہ کر لیا، مگر اس کے بعد ہی ایک ٹی وی ڈرامہ شروع ہو گیا جو مسلسل تین گھنٹے چلتا ہے تو بتائیے:

”ان سے احتیاط کا وعدہ کرنے والوں میں کون سا حتمی ہے جو درمیان سے

ڈرامہ چھوڑ کر اٹھ جائے۔“

یہ لوگ خود بھی اٹھنا گوارا نہ کریں گے، سو یہ صرف کہنے کی باتیں ہیں ورنہ حقیقت یہ ہے:

”جس شخص کو بھی اس ٹی بی کی لت پڑ گئی وہ جان لے کر ہی چھوڑے گی۔“
تجربہ بلکہ مشاہدہ یہ ہے کہ اس قسم کی حدود و قیود کی کوئی شخص بھی رعایت نہیں رکھتا، آپ نے کسی چیز کی اجازت دی مگر دس شرطوں کے ساتھ، تو عوام صرف اجازت کا لفظ یاد کر لیں گے بلکہ پلے باندھ لیں گے اور شرطیں سب کی سب اڑا دیں گے، کوئی ایک شخص بھی کسی ایک شرط کی بھی رعایت نہ کرے گا، اس لیے اگر اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بچنا ہے تو اس کی بغاوت سے باز آ جائیے تو بہ کر لیجیے اس قسم کی واہیات تقریر سے گمراہی ہی پھیلے گی نافرمانیوں میں کوئی کمی نہ آئے گی۔

ایک مریدنی کا قصہ:

عوام کی حالت تو یہ ہے کہ ایک خاتون بیس سال سے مجھ سے بیعت تھیں، مگر جوں ہی کسی مولوی کی یہ بے ہودہ تقریر سنی شوہر کے سر ہو گئی کہ مجھے بھی ٹی وی خرید دو، اس نے بہت سمجھایا اس کے نقصان بتائے مگر نہیں مانیں، اسے یہ تقریر ایسی دل کو لگی کہ ٹی وی لے کر ہی چھوڑا۔ میں نے اس کی بیعت ختم کر دی۔ مگر پروا نہیں پیر ناراض ہو، شوہر رو کے بلکہ اللہ بھی روٹھ جائے، سب کو چلتا کرو، شروع میں تو مولوی کی تقریر کا حوالہ کہ ان شرطوں سے ٹی وی دیکھنا جائز ہے مگر جب ٹی وی آ گیا تو سب شرطیں رخصت! کوئی مولوی ایسی بات کرے تو اس پر قطعاً کان نہ دھریے، کوئی عالم باعمل مستند مولوی تو ایسی بات کبھی نہ کرے گا، کسی مولوی نما بہرو پیے سے بھی دھوکا نہ کھائیے، جو لوگ اس قسم کی باتیں کر کے عوام کا دین خراب کرتے ہیں وہ سوچ لیں کتنا بڑا وبال اپنے سر لے رہے ہیں، لوگوں کا جس قدر دین خراب ہوگا، نمازیں برباد ہوں گی، وقت ضائع ہوگا، تصویر،

گانا بجانا اور ٹی وی کے دوسرے گناہوں میں ابتلاء ہوگا، جتنے لوگوں کی صحت کا دیوالہ نکلے گا، اندھے ہوں گے، دماغ کی رگیں پھٹیں گی، پھر ان مریضوں سے یہ متعدی مرض جہاں جہاں تک نسل در نسل منتقل ہوگا، یہ گناہوں کے سارے انبار اس شخص کے سر بھی ڈال دیئے جائیں گے، جو ٹی وی سے متعلق اس قسم کی تقریر کر کے لوگوں کو اس گناہ کی دعوت دے رہا ہے۔

آخر میں پھر سن لیجیے کہ عوام اس قسم کی شرطوں کو خاطر میں نہیں لاتے آپ کسی چیز کی مشروط اجازت دیں، تاکید کے ساتھ دس شرطیں بیان کر دیں، دس چھوڑ کر سو شرطیں لگا دیں مگر کوئی شخص بھی ان شرطوں کی رعایت نہ کرے گا، بس اتنا یاد رکھیں گے کہ فلاں مولوی صاحب نے اس کام کی اجازت دے دی ہے، اس ”ٹی بی“ کی بیماری سے خود بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں، اس معاملہ میں ذرہ بھر لچک یا نرمی روانہ رکھیں۔

تنبیہ:

بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دیتے ہیں، ٹی وی دیکھنے سے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے تو وہ اس نجاست کو بیچ دیتے ہیں یا کسی کو ہدیہ دے دیتے ہیں، خوب سمجھ لیں کہ ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں، اس مجسمہ نجاست سے ملنے والی رقم بھی حرام ہے، دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والے اس شیطان کا علاج صرف یہی ہے کہ اسے تباہ کر دیا جائے، بہتر یہ ہے کہ اعلان کر کے بہت بڑے مجمع میں اس ”بڑے شیطان“ کو سنگسار کیا جائے پھر مار مار کر تھس نہس کر دیا جائے، اللہ کے بہت سے بندے یہ جہاد کر کے دوسروں کو بھی سبق دے رہے ہیں، توڑنے کے بعد اس کی میت کو جلاتے بھی ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے سب مسلمانوں کو عبرت کی آنکھ عطاء فرمائیں۔

ٹی وی کے دنیوی و اخروی مفاسد کی تفصیل معلوم کرنے کے لیے میرا رسالہ ”ٹی وی کا زہر“ دیکھیں۔

گانا بجانا:

گانے بجانے اور سننے کے بارے میں حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

الغناء رقية الزنا (الکشف الالہی)

”گانا زنا کا منتر ہے۔“

یہ ایک گناہ نہیں بلکہ کئی گناہوں کا سرچشمہ ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی حرمت بیان فرمائی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس پر بہت سخت وعیدیں سنائی ہیں جن کی تفصیل میرے رسالہ ”گانے بجانے کی حرمت“ میں ہے۔

سودی کی لعنت:

یہ بھی بہت بڑی بغاوت ہے، سودی لین دین بینک کے ذریعہ ہو یا انشورنس کمپنی کے ذریعہ، سود کھانے کھلانے کی جتنی صورتیں ہیں خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید، سب کی سب قطعی حرام ہیں۔ جو لوگ اس گناہ میں براہ راست ملوث ہیں یا کسی بھی درجہ میں اس میں دخیل ہیں ان سب کے لیے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ ہے اور اعلان جنگ بھی معمولی انداز سے نہیں بلکہ ایسا ناصحانہ و مشفقانہ انداز اختیار فرمایا کہ اگر کسی دل میں ذرا بھی ایمانی رمتق اور اسلامی غیرت ہو تو وہ اس حرام خوری سے باز آجائے۔ چنانچہ فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ

(۲۷۹، ۲۷۸-۲)

اس مقام میں پانچ مختلف انداز اختیار فرمائے۔

① محبت کا انجکشن، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا.

یعنی اگر ایمان دار ہو، محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو آگے مذکور حکم پر عمل کرنا پڑے گا۔

(۲) تَنْبِيهِ، اتَّقُوا اللَّهَ.

یعنی اگر دعوائے ایمان میں کچھ نقص ہے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو تو ان شاء اللہ حکم پر عمل آسان ہو جائے گا۔

(۳) حَكْم، وَذَرُّوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا.

سود خوری سے توبہ کر لو۔

(۴) محبت کا انجکشن، اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ.

حکم کو آسان کرنے کے لیے ایک بار پھر یہ بات سوچ لو کہ تم نے ایمان کا دعویٰ کیا ہے۔

(۵) دھمکی، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاَذْنُبُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ.

اگر کسی طرح بھی تمہاری کھوپڑی میں بات نہیں اُترتی تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سُن لو۔

یوں اللہ تعالیٰ نے کسی بھی بڑے سے بڑے گناہ پر اعلانِ جنگ نہیں فرمایا، جنگ تو حربی کافر سے ہوتی ہے، مسلمان سے نہیں ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ نے سود خور مسلمانوں سے بھی وہی اعلان فرمایا جو حربی کافروں کے لیے ہے کہ اس گناہ سے باز آ جاؤ، سود کھانا چھوڑ دو، ہمارے بندے بن جاؤ، ورنہ آخرت کا وبال تو ہے ہی دنیا میں بھی تمہیں زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں، تم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا صاف صاف اعلانِ جنگ ہے، باز نہیں آتے تو تمہاری گردنیں اڑادی جائیں گی، اللہ کی زمین کو تمہارے ناپاک وجود سے پاک کر دیا جائے گا۔

یہ تو تھا قرآن کا اعلان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”سود کا ایک درہم چھتیس زنا سے بدتر ہے۔“ (احمد، طبرانی، کبیر و اوسط)

ایک درہم ساڑھے تین گرام چاندی کا ہوتا ہے اور فرمایا:

”سود میں تہتر خرابیاں ہیں ان میں چھوٹی سے چھوٹی خرابی ایسی ہے جیسے کوئی

اپنی سگی ماں سے بدکاری کرے۔“ (حاکم علی شرط الصحیحین)
 آج کل صرف اتنا ہی نہیں کہ اس گناہ کی ہر طرف گرم بازاری ہے اس سے بھی بڑھ
 کر یہ کہ اس لعنت کو باعث عزت و افتخار سمجھا جاتا ہے، بڑے فخر سے کہتے ہیں:
 ”ہمارا ابا، ہمارا بیٹا بینک منیجر ہے۔“

یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کئی لوگ گندگی کھانے میں مقابلہ شروع کر دیں، جو سب سے
 زیادہ کھا جائے وہ فخر سے گردن اٹھا کر اعلان کرے:

”میں اتنے کلو پاخانہ کھا گیا ہوں، اس مقابلہ میں سب کو مات دے گیا ہوں۔“
 مثال تو بھونڈی سی ہے مگر ہے سود خوروں کے بالکل حسب حال، پاخانہ بھی نجس ہے
 مگر اس کی نجاست سود سے کم درجہ کی ہے اور دیکھیے زنا کی سب سے بدترین اور گھناؤنا گناہ ہے مگر
 سود اس سے بھی چھتیس گنا بڑا گناہ ہے، اور ماں سے زنا کا تو کوئی انسان تصور بھی نہیں
 کر سکتا، سود خوروں کو یہ سب کچھ گوارا ہے لیکن یہ ایک گناہ چھوڑنا کسی صورت گوارا
 نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس قوم کو ہدایت دیں۔

حرام خوری پر وعیدیں:

الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ
 الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا
 وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا فَمَنْ جَاءَهُ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ
 فَانْتَهَى فَلَهُ مَا سَلَفَ وَأَمْرُهُ إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَئِكَ أَصْحَابُ
 النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ (۲-۲۷۵)

”جو لوگ سود کھاتے ہیں (یعنی لیتے ہیں) نہیں کھڑے ہوں گے (قیامت
 میں قبروں سے) مگر جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو شیطان خبطی
 بنادے لپٹ کر (حیران و مدہوش) یہ (سزا) اس لیے ہوگی کہ ان لوگوں نے

کہا کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام کر دیا ہے، پھر جس شخص کو اس کے پاس اُس کے رب کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آ گیا تو جو کچھ (حکم آنے سے) پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اسی کارہا اور (باطنی) معاملہ اس کا اللہ کے حوالہ رہا اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ جہنم میں جائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنة لحم نبت من السحت وکل لحم نبت من السحت كانت النار اولیٰ به. (رواہ احمد والدارمی والبیہقی)
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو گوشت حرام سے پیدا ہوا وہ جنت میں نہ جائے گا اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پیدا ہوا جہنم کی آگ کا مستحق ہے۔“

عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یدخل الجنة جسد غدی بالحرام. (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو جسم حرام سے غداء دیا گیا تو وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔“

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال من اشترى ثوبا بعشرة دراهم وفيه درهم حرام لم يقبل الله له صلوة مادام عليه ثم ادخل اصبعيه في اذنيه وقال صمتا ان لم يكن النبي صلی اللہ علیہ وسلم سمعته يقوله. (رواہ احمد)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ جس شخص نے دس درہموں کے عوض کپڑا خریدا حالانکہ ان میں ایک درہم حرام تھا تو جب تک یہ کپڑا اس

پر رہے گا اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہ فرمائیں گے، پھر اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں داخل کر کے فرمایا کہ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے نہ سنا ہو تو یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں۔“

ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعہ من کسب مالاً من حرام فاعتق منه ووصل منه رحمہ کان ذلک اصراً. للکبیر بضعف (جمع الفوائد)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے حرام سے کچھ مال کمایا پھر اس سے غلام آزاد کیا اور اس سے صلہ رحمی کی تو یہ بجائے ثواب کے گناہ ہوگا۔“

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتیت لیلۃ اسری بی علی قوم بطونہم کالبیوت فیہا الحیات تری من خارج بطونہم فقلت من هؤلاء یا جبریل قال هؤلاء اکلۃ الربا وفی روایۃ من امتک. (رواہ احمد وابن ماجہ)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معراج کی رات ایک ایسے گروہ پر گزرا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے اور ان کے اندر سانپ بھرے ہوئے تھے جو پیٹ کے باہر سے دکھائی دیتے تھے، میں نے کہا اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔“

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربا وموکلہ وکاتبہ وشاہدہ وقال ہم سواء. (رواہ البخاری ومسلم ولفظہ لمسلم)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے پر، کھلانے

والے پر، سود کا معاملہ لکھنے والے پر اور سود کے معاملہ کے دونوں گواہوں پر،
اور فرمایا کہ گناہ میں وہ سب برابر ہیں۔“

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی
اللہ علیہ وسلم قال: الربا ثلاثة وسبعون بابا ایسرھا مثل ان
ینکح الرجل امه (المستدرک ص ۳۷ ج ۲)
قال الحاکم رحمہ اللہ تعالیٰ ہذا حدیث صحیح علی شرط
الشیخین.

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سود میں تہتر گناہ ہیں جن میں
ادنیٰ ترین گناہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے۔“
عن عبد اللہ بن حنظلہ غسیل المثلثۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درہم ربوا یا کله الرجل
وہو یعلم اشد من ستۃ وثلثین زنیۃ. (رواہ احمد والدارقطنی)
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود کا ایک درہم جسے کوئی شخص جانتے
ہوئے کھاتا ہے چھتیس زنا سے بھی بدتر ہے۔“

سود سے متعلق مزید تفصیل میرے رسالہ ”سود خور سے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کا اعلان جنگ“ میں ہے۔

غیبت کا عذاب:

غیبت کرنے اور سننے کا مشغلہ بھی ان گناہوں میں سرفہرست ہے جنہیں آج کے
مسلمان نے گناہوں کی فہرست سے نکال دیا ہے آج بد قسمتی سے یہ گناہ ہماری مجلسوں کا
جزء لاینفک بن چکا ہے، غیبت کے بغیر گویا محفلیں بے رونق اور پھیکی ہیں اس لیے جہاں
بھی دو شخص مل بیٹھیں گے کسی تیسرے کی غیبت شروع کر دیں گے، اور مزے لے لے کر

کریں گے، اس طرف خیال تک نہیں جاتا کان پر جوں تک نہیں ریگلتی کہ کتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں، ایک تو علانیہ گناہ دوسرے اس کے گناہ ہونے کا احساس تک نہیں، گناہوں کی فہرست سے ہی اسے نکال ڈالا، گناہوں پر گناہ کا ارتکاب ستم بالائے ستم! اللہ تعالیٰ کا صاف صاف ارشاد ہے کہ غیبت کرنے والا اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا رہا ہے۔ ایک تو کسی عام انسان کا گوشت کھانا کتنا بدترین جرم ہے پھر اپنے سگے بھائی کا گوشت اور وہ بھی مردہ بھائی، ذرا تصور تو کیجیے کسی کا بھائی مر گیا، ماتم پیا ہے گھر بھر میں کہرام مچا ہوا ہے، مگر یہ درندہ چھری لے کر مردہ بھائی کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہے اور مسلسل کھائے جا رہا ہے ڈکار تک نہیں لیتا۔ یہ ہے اس گناہ کی حقیقت!

غیبت زنا سے بھی بدتر ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الغیبة اشد من الزنا (دیلی)

”غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔“

اگرچہ اس روایت کو بعض علماء نے موضوع کہا ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تخریج حدیث دیلمی میں اس کو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسنداً ذکر فرمایا ہے اور یہ روایت اصول شریعت اور عقل کے بھی موافق ہے۔

عقلی لحاظ سے بھی غیبت کے زنا سے بدتر ہونے کی کئی وجوہ ہیں:

① غیبت حب جاہ کی وجہ سے ہوتی ہے اور زنا حب باہ کی وجہ سے اور حب جاہ حب باہ سے کئی گنا زیادہ مہلک ہے، کیونکہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر سمجھتا ہے، اور کبر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ کبریائی تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ. (۳۶-۳۷)

”اور بڑائی تو صرف اسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین میں۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یدخل الجنة احد فی قلبه مثقال حبة من خردل من کبر
(رواہ مسلم)

”جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر کبر ہو۔“

غیبت کرنے والے کی نظر دوسروں کے عیوب پر ہوتی ہے اسے اپنے عیوب کی رف توجہ نہیں رہتی، اس لیے ان کی اصلاح کی فکر ہی نہیں رہتی جس کی اپنے عیوب پر نظر ہوتی ہے اور ان کی اصلاح کی فکر رہتی ہے وہ تو ہر وقت اسی فکر میں گھلتا رہتا ہے اور ڈوبا ہوا ہے کہ معلوم نہیں کل قیامت میں میرا کیا بنے گا، میرا کیا حال ہوگا؟ اس کے دل میں دوے کا خیال تو آ ہی نہیں سکتا۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر

رہے دیکھتے لوگوں کے عیب و ہنر

پڑی اپنے گناہوں پہ جب کہ نظر

تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

دوسروں کی عیب جوئی کے ایک مریض نے ایک بار حکومت کے عہدہ داروں کے

بارے میں یہ مصراع پڑھا ع

ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہوگا

ہر شخص سیاسی مبصر بنا بیٹھا ہے، دوسروں کے عیوب پر نظر رہتی ہے، اپنے عیوب کی

طرف کوئی توجہ نہیں، میں نے ان سے کہا:

”اپنے بارے میں بھی یہ سوچ لیا کریں کہ میں بھی ایک شاخ کا اُلو ہوں،

پھر اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کر لیا کریں یا اللہ! میرے حالات تو ہیں اُلو جیسے

لیکن تیری رحمت بہت وسیع ہے میرے ان حالات کو اپنے بندوں کے حالات جیسے بنادے۔“

ایک دن ہم فتح باغ سے تفریح کے بعد واپس آرہے تھے سامنے سے ایک گدھا گاڑی آتی دکھائی دی جس میں دو گدھے لگے ہوئے تھے وہ دونوں دور ہی سے زور زور سے چیخنے لگے، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

”یہ گدھے تو ہمیں یہ بتا رہے ہیں کہ تم بھی ہماری طرح گدھے ہی ہو، اس لیے کہ گدھا عموماً اس وقت رینکتا ہے جب اسے کوئی دوسرا گدھا نظر آتا ہے، لہذا ذرا اپنا محاسبہ اور توبہ واستغفار کر کے انسان بننے کی کوشش کریں۔“

② غیبت کے زنا سے بدتر ہونے کی دوسری وجہ یہ کہ زنا خفیہ گناہ ہے اور غیبت سب کے سامنے علانیہ کی جاتی ہے، اور جو گناہ علانیہ کیا جائے وہ پوشیدہ گناہ سے زیادہ برا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ أُمَّتِي مُعَافٍ إِلَّا الْمُجَاهِرِينَ (صحیح بخاری)

”میری پوری امت لائق عفو ہے مگر علانیہ گناہ کرنے والوں کو معاف نہیں کیا جائے گا۔“

③ زنا سے توبہ کی امید کی جاسکتی ہے، بالفرض توبہ کی توفیق نہ بھی ہوئی تو کم سے کم اقراری مجرم تو ہے، خود کو گنہگار تو سمجھتا ہے، شاید اسی عجز و انکسار اور جرم کے اقرار سے اس کی مغفرت ہو جائے لیکن غیبت سے توبہ کی امید بہت کم ہے اس لیے کہ غیبت کرنے والا خود کو گنہگار سمجھتا ہی نہیں، بلکہ بہت نیک اور پاک دامن سمجھتا ہے۔

زنا اور بدکاری کو ہر شخص بُرا سمجھتا ہے، اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے لیے اس کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتا تو غیبت جو زنا سے بھی بدتر ہے اسے کیوں برا نہیں سمجھتا جاتا اور اس سے بچنے کا کیوں اہتمام نہیں کیا جاتا؟

مال کا ڈاکو زیادہ بُرا ہے یا عزت کا ڈاکو:

شرعاً و عقلاً چار چیزوں کی حفاظت ضروری ہے۔

① ایمان:

سب سے پہلے ایمان کی حفاظت کا درجہ ہے، اس کے لیے خواہ جان، عزت اور مال سب کچھ قربان کرنا پڑے تو بھی ایمان کی حفاظت فرض ہے۔

② جان:

دوسرے نمبر پر جان کی حفاظت ہے۔ یہ عزت اور مال کی حفاظت سے زیادہ ضروری ہے۔

③ عزت:

رے نمبر پر عزت کی حفاظت ہے۔ عزت کی حفاظت مال کی حفاظت سے مقدم ہے۔

④ مال:

چوتھے نمبر پر مال کی حفاظت کا حکم ہے۔

اب سوچیں کہ جو شخص کسی کے مال کو نقصان پہنچاتا ہے اسے بہت بُرا بھلا کہا جاتا ہے کہ یہ بڑا ظالم ہے، ڈاکو ہے، لیکن جو شخص کسی کی غیبت کرتا ہے وہ اس کی عزت کو نقصان پہنچاتا ہے، مالی نقصان پہنچانے والا تو اس کے مال کا ڈاکو ہے، اور غیبت کرنے اس سے زیادہ قیمتی چیز یعنی اس کی عزت کا ڈاکو ہے، سو غور کریں کہ مال کا ڈاکو زیادہ ہے یا عزت کا ڈاکو؟

غیبت کی حقیقت، اس پر سخت عذاب کی وعیدیں، غیبت سے بچنے کے نسخے، اسے معاف کروانے کے طریقے، یہ سب تفصیل میرے مطبوع و عطا ”غیبت پر میں ہے۔

آخرت کا مفلس:

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت فرمایا:

”مفلس کون ہے؟“

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا:

”جس کے پاس روپیہ پیسانہ ہو۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”نہیں، میں بتاتا ہوں کہ مفلس کون ہے، قیامت کے روز کچھ لوگ اس

حال میں آئیں گے کہ ان کے اعمال نامے نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، اشراق

چاشت، صدقہ و خیرات، غرضیکہ تمام عبادات سے بھرے ہوئے ہوں۔“

لیکن حساب و کتاب کا وقت شروع ہوگا تو ایک طرف سے ایک شخص کھڑا

ہوگا اور کہے گا کہ یا اللہ! اس نے میری حق تلفی کی ہے، اللہ تعالیٰ انا کے

عوض میں اس ظالم کی عبادات سے مظلوم کے نامہ اعمال میں داخل فرمادیں

گے، اسی طرح ایک اور شخص کھڑا ہوگا اور کہے گا، یا اللہ! اس نے مجھ پر ظلم کیا

ہے، اللہ تعالیٰ اسی طرح اس دوسرے مظلوم کے نامہ اعمال میں بھی اس

ظالم کے اعمالِ صالحہ سے کچھ داخل فرمادیں گے، اسی طرح بہت سے لوگ

اپنے اپنے حقوق کا مطالبہ کریں گے اللہ تعالیٰ ان سب کے حقوق کو اس ظالم

کے اعمال اور عبادات سے پورا فرمائیں گے، یہاں تک کہ اس کی تمام

عبادات ختم ہو جائیں گی لیکن حقوق کے دعوے ختم نہیں ہوں گے، تو اللہ

تعالیٰ ان کے گناہوں کو اس کے نامہ اعمال میں داخل فرمائیں گے جس کی

وجہ سے وہ شخص جہنم میں داخل کیا جائے گا، یہ ہے مفلس۔“ (رواہ مسلم)

ہمت بلند کرنے کا نسخہ:

اب گناہوں کے اس معاشرہ میں رہتے ہوئے اپنی ہمت بلند کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لیے چند اشعار سن لیجیے، ہمارے ادارہ کا نام ہے ”دارالافتاء والارشاد“ اسے ”دارالجہن“ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں پہنچ کر الحمد للہ! لوگوں کے دل و دماغ کی کاپی لپٹ جاتی ہے جو یہاں داخلہ لے لیتا ہے وہ اپنوں سے، پرائیوں سے بے گانہ ہو جاتا ہے، دنیا کی نظروں میں پاگل ہو جاتا ہے، دنیا کے سارے عقلاء اور دانشور اسے پاگل کہہ کر پکارتے ہیں اور طعنے دیتے ہیں کہ پاگل کہیں کے تجھے دنیا میں رہنا نہیں؟ کیا شادی نہیں کرنی؟ آخر دنیا میں کیسے گزارا کرے گا؟ بلکہ زندہ کیسے رہے گا؟ اگر دنیا میں رہنا ہے تو برادری سے، رشتہ داروں سے، اپنے بھائی بندوں سے مل جل کر رہو، سب سے جوڑ پیدا کرو، ورنہ اس معاشرہ میں تمہارا زندہ رہنا ہی محال ہے۔

افسوس! آج کل کے بے دین مسلمان کا عقیدہ یہ بن گیا ہے:

”رحمن کی طاقت سے شیطان کی طاقت زیادہ ہے، اس لیے ڈرتا ہے کہ اگر

رحمن کے بندے بن گئے تو بے یار و مددگار ٹھہریں گے کوئی مدد نہ کرے گا اور

دنیا میں جینا محال ہو جائے گا اس لیے شیطان کے بندے بن کر رہو شیطان

تمہاری خوب مدد کرے گا، خدا نخواستہ رحمن کے بندے بن گئے تو دنیا میں

جینا دو بھر ہو جائے گا بھلا رحمن میں اتنی طاقت کہاں کہ تمہیں زندہ رکھ سکے۔“

گوزبان سے یہ کفریہ کلمات کوئی مسلمان نہیں کہتا مگر عمل سے تو یہی کچھ ثابت ہو رہا

ہے، اگر بینک کی ملازمت چھوڑ دی تو زندہ کیسے رہو گے؟ ڈاڑھی رکھ لی، پردہ کر لیا تو اس

معاشرہ میں زندہ کیسے رہو گے؟ برادری سے خاندان سے کیسے نبھاؤ گے؟ یہ تو عام لوگوں

کی ذہنیت ہے لیکن جو لوگ ہمارے ”دارالجہن“ میں پہنچ جاتے ہیں ان کے دلوں میں

اللہ تعالیٰ کی محبت کا جنون ہو جاتا ہے۔

یہ محض میرے اللہ کا کرم ہے ان کی دستگیری کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا، اپنی رحمت سے قبول فرمائیں اور صدقہ جاریہ بنائیں۔

”دارالجنون“ سے تعلق رکھنے والوں کا حال کیا ہوتا ہے؟ لوگ جب انہیں پاگل کہتے ہیں، طعن دیتے ہیں تو ان کا جواب ہوتا ہے۔

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

یا نعرہ مستانہ بلند کر کے کہتے ہیں۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے

مدِ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے

بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ

کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

یہ اشعار تو بتاتا ہی رہتا ہوں، اب ایک نیا شعر سن لیجیے۔

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابندِ علائق کر

یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

دُنیا کی عقل اور اللہ کی محبت کا جنون دونوں میں زور دار مقابلہ ہوتا ہے، جنون عقل

و خرد کو جھنجھوڑتا ہے کہ اری دنیا کی لونڈی پیسے کی پرستار! تو جو سمجھتی ہے کہ شیطان کی قوت

رحمن کی قوت سے بڑھ کر ہے اس لیے دنیا میں زندہ رہنے کے لیے شیطان کا بندہ بننا

ضروری ہے، دل کو ان دنیوی علائق اور بکھیروں میں ڈالنے سے پہلے ذرا سوچ سمجھ

لے۔ ع

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابندِ علائق کر

اس دل دیوانہ کو پابندیوں میں جکڑنے سے پہلے ذرا سوچ لے، جس دل کو اللہ

تعالیٰ نے اپنا دیوانہ بنا لیا اسے کوئی پابند نہیں کر سکتا۔ ع

یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے
 یا اللہ! ہم سب کو اپنی محبت کا جنون عطاء فرما۔ یہ شعر یاد کر لیجیے اور اس کا ورد کیجیے ع
 سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابندِ علائق کر
 یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے
 اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت کا سوال کیجیے، محبت کی ذرا سی رتی بھی مل گئی تو کام بن
 گیا، میں کہتا ہوں:

”یا اللہ! اتنی سی محبت عطاء فرما دے۔“

اتنی اور اتنی میں فرق ہے اتنی تو تھوڑی بہت مقدار کو کہتے ہیں مگر اتنی تو ذرا سی چیز
 ہوتی ہے جو قول میں نہیں آتی، بس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی سی محبت بھی مل جائے تو
 بیڑا پار ہے، یہ ذرا سی محبت بھی ایسی دولت بے بہا ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں ہے
 عبث ہے جستجو بحرِ محبت کے کنارے کی
 کہ اس میں ڈوب جانا ہی ہے اے دل پار ہو جانا
 بحرِ محبت کا کوئی کنارہ نہیں، کوئی انتہاء نہیں، ہاں! ابتداء ضرور ہے، محبت کی ابتداء کیا
 ہے؟:

”اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دے، چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی کے تصور سے
 بھی شرم آنے لگے۔“

ناافرمانی کے ساتھ دعوائے محبت اللہ کے یہاں قبول نہیں جیسے بیان کے شروع میں
 آیت پڑھ کر بتا چکا ہوں، اللہ کا اعلان ہے کہ جو محبت محبوب کی نافرمانی نہیں چھڑواتی
 ہماری بارگاہ میں وہ محبت قابل قبول نہیں، ایسی کھوکھلی محبت کسی کو جہنم سے نجات نہیں
 دلا سکتی، ہاں اگر نافرمانی کے باوجود ایمان ہے تو اتنا ضرور ہوگا کہ جہنم میں غوطے کھلا کھلا
 کر کبھی نہ کبھی اللہ تعالیٰ نکال دیں گے، لیکن یہ غوطے بھی کتنے سال کتنی مدتیں کھلائے
 جاتے رہیں گے؟ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے، وہ محبت جو انسان کو جہنم میں

جانے سے بچالے اس کی کم از کم حد یہ ہے کہ محبوب کی نافرمانی چھڑوادے، مگر آج کا مسلمان تو کہتا ہے:

”میں مرجاؤں گا گناہ نہ چھوڑوں گا۔“

عبرت کے دو قصے:

سندھ کی بلی اور مکہ کا بٹا، دونوں کا قصہ اکثر سناتا رہتا ہوں آپ بھی سن لیں، عبرت کے لیے ان قصوں کو یاد رکھیں، بار بار دہراتے رہیں، دوسروں کو بھی بتایا کریں۔

سندھ کی بلی:

میری ابتداء جوانی کا قصہ ہے تقریباً ۲۴، ۲۵ سال عمر ہوگی، کام کی باتیں بحمد اللہ تعالیٰ مجھے یاد رہ جاتی ہیں۔ ایک لٹیا میں ہم بچے کے لیے دودھ رکھا کرتے تھے، چونکہ اس میں دودھ کی خوشبو آجایا کرتی تھی اس لیے اس کو خوب اچھی طرح دھو کر رکھا کرتے تھے لیکن اوپر سے ڈھانپتے نہیں تھے تاکہ ہر قسم کو بونکل جائے پھر صبح دوبارہ دھو کر استعمال کرتے تھے، رات کو یہ خالی لٹیا پڑی رہتی تھی، ایک بار رات کو بلی آئی وہ دیکھ بھی رہی ہے کہ اس کے اندر کچھ نہیں، بلی کی نظر بھی خاصی تیز ہوتی ہے، اندھیرے میں بھی اس کو اچھی طرح نظر آتا ہے، اس کی آنکھیں غور سے دیکھیں تو بتی کی طرح چمکتی ہیں، سو وہ دیکھ بھی رہی ہے کہ لٹیا میں کچھ نہیں لیکن ذرا سی بو محسوس ہوئی بس اسی کی ہوس میں مست ہو گئی، جیسے آج کا مسلمان مال کی محبت میں مست ہے، بلی اس میں منہ ڈالنے لگی تو وہ گھس نہیں رہا تھا، اس لیے کہ لٹیا کا منہ تنگ تھا۔ آخر زور سے منہ گھسیڑ ہی دیا، مگر اب نکل ہی نہیں رہا، اچھل کود رہی ہے کھٹ کھٹ کی آواز سن کر ہم بھی پریشان ہوئے، دیکھا تو بلی رقص کر رہی ہے۔ اس کو پکڑا اور کھینچ کر بڑی مشکل سے نکالا ہم نے سوچا اب اس کو اچھی خاصی سزا مل چکی ہے دوبارہ یہاں نہ آئے گی لیکن دوسری رات پھر پہنچ گئی اور اسی طرح سر گھسیڑ کر پھنسا لیا، اب ہم نے سوچا اسے بقدر ضرورت سزا ملنی چاہیے یوں

باز نہ آئے گی۔

جو شخص بنوٹ جانتا ہو وہ مارنے کا بھی تجربہ رکھتا ہے، پوری طرح ناپ تول کر مارتا ہے نہ کم نہ زیادہ۔

میں نے بھی تول کر پورے اندازہ سے اسے چند تھپڑ رسید کیے کہ اس کی اصلاح ہو جائے۔ آئندہ کسی کو نہ ستائے، لیکن تیسری رات وہ پھر آگئی اور وہی تماشا شروع کیا، ہم لوگ حیران کہ اسے قدرت کی طرف سے بار بار سزا مل رہی ہے ہم بھی گوشمالی کر دیتے ہیں مگر پھر بھی باز نہیں آتی، آخر ہم نے ہی ہار مان لی اور لٹیا کی جگہ تبدیل کر دی وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ چھپا کر رکھنا شروع کیا تو کہیں یہ مصیبت ٹلی۔

جن لوگوں کو گناہ کی چاٹ لگ گئی ان کی ایک رگ چھوڑ کر دماغ کی ساری رگیں پھٹ جائیں، بھیجا نکل جائے لیکن ٹی وی دیکھنا نہیں چھوڑیں گے، بینائی چلی جائے اندھے ہو جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ اندھا کر کے پھر بینائی دے دیں جب بھی ٹی وی کی چاٹ نہیں جائے گی، ایک بار کیا ہزار بار بینائی مل جائے ہر بار ٹی وی پر اسے قربان کرتے رہیں گے، اللہ اس قوم کو ہدایت نصیب فرمائے۔

مکہ کا بلا:

اب مکے کے بلے کا قصہ بھی سن لیجیے یہ تو ابھی آٹھ دس سال کی بات ہے میں مسجد حرام سے اپنے میزبان کے گھر آ رہا تھا وہ مجھے گاڑی پر لاتے تھے راستے میں دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہے قریب آئے تو دیکھا کہ ایک ہلا لوٹے میں سر پھنسائے اسی بلی کی طرح اچھل کود رہا ہے لوگ اسے دم سے پکڑ کر کھینچ رہے ہیں وہ نکل ہی نہیں رہا، عجیب تماشا بنا ہوا ہے، میزبان صاحب نے گاڑی روک لی کہنے لگے:

”اس قسم کے واقعہ پر عرب حضرات عجیب اور نئے الفاظ بولتے ہیں، ان کی لغت سیکھنے کے لیے یہ کلمات میں ڈائری میں لکھ لیتا ہوں اسی لیے گاڑی

روک لی ہے۔“

میں نے کہا:

”ٹھیک ہے آپ وہ الفاظ سیکھ لیں میں بھی اس واقعہ سے ایک نیا سبق سیکھ

رہا ہوں۔“

سندھ کی بلی اور مکہ کے بے سے مسلمان کی ہوس کا اندازہ کر لیجیے اس کی ہوس بے اور بلی سے بھی کہیں بڑھ کر ہے، اسے کچھ بھی ہو جائے، مرجائے، دنیا کے لوٹے میں اس کا سر پھنس جائے، گلا کٹ جائے، دماغ کی رگیں پھٹ جائیں، خواہ کچھ بھی ہو جائے یہ ٹی وی دیکھنے سے باز نہیں آئے گا۔

گناہ چھڑانے کا آسان نسخہ:

اب نہی عن المنکر سے متعلق ایک اہم بات سمجھ لیجیے، یہاں دو چیزیں ہیں ایک ہے گناہوں سے روکنا، دوسری ہے لوگوں کو گناہوں سے متعلق بتانا، یعنی گناہ کا گناہ ہونا بتایا جائے، دونوں میں بہت فرق ہے۔ روکنے کا مطلب تو یہ ہے کہ اسے کہا جائے یہ کام مت کرو مثلاً کسی کو ٹی وی دیکھتے ہوئے پایا تو اس گناہ سے روک دے کہ یہ سخت نقصان کی چیز ہے تمہارے دماغ کی رگیں تک اس سے پھٹ سکتی ہیں، بینائی بھی جاسکتی ہے، یا خطاب خاص کی بجائے عمومی انداز میں لوگوں کو منع کرتا رہے یہ روکنے کا کام کچھ مشکل ہے، کسی کو اس کی قدرت ہوتی ہے کسی کو نہیں ہوتی، یہ فریضہ اداء کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ جس جگہ روکنے کی قدرت نہیں یا مخاطب سے بات ماننے کی توقع نہیں وہاں روکنا ضروری نہیں، روکنے کے مختلف درجات ہیں موقع محل دیکھ کر اس کا فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ یہاں ہاتھ سے روکنا سودمند ہوگا یا زبان سے روکنا، یا یہ کہ زبان سے روکنا بھی خلاف مصلحت ہے، غرض ہر شخص اس کا اہل نہیں۔

دوسرا کام ہے صرف بتانا، کوئی شخص کسی گناہ میں مبتلا ہے آپ اسے دیکھ رہے ہیں

روکنے کی بجائے صرف اتنا بتا دیتے ہیں کہ یہ کام جو آپ کر رہے ہیں گناہ ہے، سخت گناہ، اس گناہ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ یہ وعیدیں ہیں، نیز اس میں یہ یہ دنیوی مفاسد اور طبی نقصان بھی ہیں۔

یہ دو چیزیں ہو گئیں، اب بتائیے! آپ صرف زبان سے بتانے پر قدرت رکھتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کا مسئلہ تو دوسری نوعیت کا ہے، مگر زبان سے بتانے سے گناہ کو گناہ کہنے سے کیا چیز مانع ہے؟ اس میں بھی اگر آپ کوتاہی کرتے ہیں تو یہ کوئی عذر نہیں بلکہ جرم ہے، پہلی امتوں کی ہلاکت و بربادی کا سبب بھی یہی تھا کہ ان کے نیک افراد منکرات پر خاموش رہتے تھے، کسی کو کچھ نہ بتاتے، نتیجہ یہ کہ معاصی میں مبتلا ان بدکردار لوگوں نے گھسیٹ گھسیٹ کر نیک کردار لوگوں کو بھی معاصی میں شریک کر لیا، دونوں فریق ہم پیالہ و ہم نوالہ بن گئے، نیک و بد میں کوئی تمیز نہ رہی، آخر اللہ تعالیٰ کے عذاب نے سب کو گھیر لیا۔ ان کے عبادت گزار اور صالح لوگوں کی مدافعت اور مجرمانہ سکوت نے بُرے لوگوں کو اس قدر جری اور بے باک بنا دیا کہ ان کے سر ہو گئے کہ گناہوں میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاؤ اور یہ صوفیانہ باتیں چھوڑ دو، ورنہ شہر بدر کر دیں گے، یہاں تمہیں جینے کا حق نہیں۔

اس امت پر ابھی تک یہ وقت نہیں آیا اور اللہ تعالیٰ یہ وقت نہ لائیں۔

منکرات دیکھ دیکھ کر تماشا بینوں کی طرح خاموش کھڑے رہنا بھی ایک بدترین منکر ہے، اگر ہاتھ یا زبان سے روک سکتے ہیں تو روک دیں، ورنہ صرف بتا دینے میں تو کوئی رکاوٹ نہیں، مناسب انداز سے بتا دیجیے کہ یہ کام حرام ہے، اس سے مخاطب کو کوئی گرا نی بھی نہ ہوگی، اور آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے، اگر آپ کے بتانے پر وہ گناہ سے باز آ گیا تو بہتر! ورنہ کم از کم اسے جائز یا ناجائز اور حلال و حرام کا علم تو ہو گیا، اب اگر غلطی کرے گا بھی تو غلطی سمجھ کر۔ یہ بھی بڑی بات ہے کہ مسلمان کو گناہ کا احساس ہو جائے، گناہ کو گناہ سمجھ کر ہی کرے، اس احساس سے اسے کسی وقت ندامت ہوگی اور

توبہ و انابت کا دروازہ کھلے گا، اگر بالفرض توبہ نہ بھی کی تو کم از کم دل میں احساس تور ہے گا، ندامت تو ہوگی ہی کہ گناہ کر رہا ہوں، خود کو گناہ گار تو سمجھے گا، اب یہ باغی مجرم نہیں ہوگا، اقراری مجرم ہوگا شاید اسی اقرار جرم پر ہی اللہ کی رحمت متوجہ ہو جائے، سو کم از کم مسلمان کے علم میں یہ بات لانا ضروری ہے کہ یہ گناہ ہے۔

بہت موثر تدبیر:

بہشتی زیور میں کبیرہ گناہوں کی فہرست موجود ہے اسے کاغذ پر نقل کر لیجیے پھر فوٹو کاپیاں کروا کر لوگوں میں تقسیم کیجیے اور عام مجالس میں یہ فہرست پڑھ کر سنائیے لوگوں کو ذہن نشین کروانے کے لیے نمبر وار پڑھ کر سنائیے کہ کبیرہ گناہوں میں نمبر ایک یہ ہے نمبر دو یہ ہے اور نمبر تین یہ..... اس کا فائدہ ضرور ظاہر ہوگا، اور نہیں تو لوگوں کے علم میں تو یہ باتیں آجائیں گی، ورنہ آج تو حالت یہ ہے کہ کسی بڑے سے بڑے کبیرہ سے متعلق بھی لوگوں کو بتایا جائے تو وہ بڑی معصومیت سے کہتے ہیں:

”اچھا! ہمیں تو اب تک یہ معلوم ہی نہ تھا کہ یہ بھی کوئی کبیرہ گناہ ہے، ہم تو یہی سمجھتے رہے کہ یہ گناہ ہے ہی نہیں یا یہ کہ معمولی سا گناہ ہے۔“
موقع کی مناسبت سے یہاں بھی چند واقعات سن لیجیے:

① کسی تبلیغی بھائی نے مجھے خط لکھا:

”میں نے کئی ملکوں میں وقت لگایا اور سمجھے بیٹھا تھا کہ گناہوں سے میری زندگی پاک ہوگئی، ایک گناہ بھی باقی نہیں رہا، مگر اب آپ کے متعلقین میں سے کسی نے بتایا کہ دیور سے بھی پردہ ہے، یہ سن کر میں سخت پریشان ہوں اتنے بڑے گناہ میں مبتلا رہا اور گناہ کو گناہ تک نہ سمجھا۔“

سوچیے وہ اتنی مدت غلط فہمی میں کیوں مبتلا رہا؟ اسی لیے نا کہ اسے مسئلہ کا علم نہ تھا۔

② دور کیا جائیے ہمارے دارالافتاء کے قریب ہی رہنے والے ایک شخص نے لکھا:

”میں تیس سال سے تبلیغ میں لگا ہوا ہوں اندرون و بیرون ملک کئی طویل تبلیغی سفر کر چکا ہوں لیکن دارالافتاء کبھی آنے کا اتفاق نہیں ہوا، آخر اللہ تعالیٰ نے دستگیری فرمائی ایک بار اندر آ ہی گیا، بیان سنا تو پہلی بار احساس ہوا کہ پردہ کس قدر مؤکد اور مہتمم بالشان حکم ہے، اور میں تبلیغ میں عمر صرف کر دینے کے باوجود اب تک کتنے بڑے کبیرہ گناہ میں مبتلا رہا اور خود کو پارسا سمجھتا رہا۔“

(۳) یہاں مغربی ممالک میں چونکہ نوجوان طبقے میں ڈاڑھی منڈانے کی لعنت عام ہے اس لیے اس موضوع پر متعدد بیان ہوئے ہیں جن میں ڈاڑھی کی عظمت اس کی شرعی حیثیت اور ڈاڑھی منڈانے یا کٹانے پر وعیدیں کھول کھول کر بیان کی گئیں جس کے نتیجے میں متعدد نوجوانوں نے ڈاڑھی رکھ لی اور اس کبیرہ گناہ سے ہمیشہ کے لیے تائب ہو گئے، کئی نوجوانوں نے چہرے پر ڈاڑھی سجانے کے بعد آ کر اپنی صورتیں دکھائیں اور برملا کہا:

”ہمیں اب تک معلوم ہی نہ تھا کہ یہ اتنا بڑا جرم ہے جو بغاوت کے ذیل میں آتا ہے، ورنہ ہم کب کے اس سے تائب ہو گئے ہوتے۔ ہم تو بھی سمجھتے رہے کہ ڈاڑھی رکھنا بس سنت ہے۔“

دیکھیے! ایک طرف تو جہالت کا کرشمہ کہ اتنے بڑے سنگین اور مہلک گناہ کو گناہ ہی نہ سمجھتے تھے اور مدتوں اس میں مبتلا رہے۔

دوسری طرف نہی عن المنکر کی برکت کہ اتنے لوگ ایسے قدیم گناہ سے ایک دم تائب ہو گئے، اگر کوئی سمجھانے والا نہ ملتا تو یونہی زندگی بھر اس کبیرہ گناہ اور علانیہ بغاوت میں مبتلا رہتے۔

(۴) کراچی ہی کے کسی علاقہ سے ایک بار فون آیا:

”یہاں ایک امام مسجد ہیں جو ڈاڑھی منڈے کو فاسق کہتے ہیں آپ انہیں سمجھائیں کہ ایسی گستاخی سے باز آ جائیں، یہ ہمیں کس دلیل سے فاسق

کہتے ہیں جب کہ ہم حج اور عمرے کرتے ہیں، صدقہ خیرات کرتے ہیں، ان کی اقتداء میں نمازیں اداء کرتے ہیں، ہمارا پورا خاندان ہی دین میں بہت آگے ہے۔“

مجھے اس کی بے ہودہ تقریر سن کر صدمہ تو ہوا مگر دوسرے پہلو سے خوشی بھی ہوئی کہ یہ سر پھر امام کہاں سے آگیا جو کسی کی رو رعایت کیے بغیر ایسی کھری کھری سنارہا ہے۔

میں نے اس سے پوچھا کہ یہ امام صاحب کون ہیں؟ تو وہ بولا:

”یہ امام صاحب آپ کے ہاں آتے جاتے ہیں۔“

میں نے کہا:..... ”بس! بس! مسئلہ حل ہو گیا۔“

دیکھیے! ان مولوی صاحب نے کسی کو گالی تو نہیں دی، کوئی بے دلیل اور غلط بات بھی نہیں کہی، ایک صاف اور سچی بات کہہ دی:

”اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب صورت سے نفرت کرنے

والا مسلمان اللہ تعالیٰ کا نافرمان ”فاسق“ ہے۔“

مگر چونکہ ایسی بات کہنے سننے کا عام دستور نہیں، ائمہ حضرات کا پورا زور و بیاں عموماً فضائل و مناقب یا اس قسم کے مسائل پر صرف ہو رہا ہے جن کا عوام کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے وہ حاجی صاحب ایسی بات سننے کی بھی تاب نہ لاسکے، فضائل سننے کے ہی عادی تھے اس لیے ایسی کڑوی بات سن کر تملکا اٹھے۔

اگر اس قسم کی باتیں کہتے سنتے رہیں تو اولاً تو بہت سے لوگ سن کر توبہ کر لیں اور گناہوں سے باز آجائیں، اگر توبہ نہ کریں تو کم سے کم علم تو ہو جائے گا کہ غلط راستہ پر جارہے ہیں، یہ تو نہیں ہوگا کہ جارہے ہوں جہنم کے راستہ پر اور سمجھتے رہیں کہ جنت مل گئی، ایسے لوگوں پر تو ہدایت کے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ کہنے سننے کے نتیجے میں کم از کم اس خطرناک گمراہی سے توبہ ہو جائے گی، میں بجز دعاء و مشورہ کے اور کیا کر سکتا ہوں؟ مشورہ یہی جو دے چکا کہ بہشتی زیور سے کبیرہ گناہوں کی فہرست تیار کریں اور مجالس

میں پڑھ پڑھ کر سناتے رہیں، اور بہشتی زیور ہی کے حوالے سے پڑھیں، اپنی طرف سے کوئی ایک لفظ بھی نہ ملائیں، یہ بھی نہ کہیں کہ یہ کام گناہ ہے، بس پڑھ پڑھ کر سنا دیجیے، اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت فائدہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمائیں، اپنی ہر نافرمانی سے بچائیں، دل میں اپنی اتنی محبت پیدا فرمادیں کہ چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی کے تصور سے بھی شرم آنے لگے۔

منکرات سے نہ روکنے پر وعیدیں:

افسوس آج علماء اور مشائخ تک نہی عن المنکر کے اہم فریضہ کو یکسر فراموش کر بیٹھے ہیں اس کا نتیجہ ہے کہ آج ہر گناہ و باء عام کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ بے پردگی، بے حیائی اور فحاشی کا سیلاب تمام بند توڑ چکا ہے، ٹی وی کی لعنت نے گھر گھر سینما ہال کھول دیے، برائیوں کے معاملہ میں لوگوں کی بے حسی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ بہت سے کبار کو وہ گناہوں کی فہرست سے ہی خارج کر چکے ہیں، بعض علماء کی مداخلت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ وہ حضرات نہ صرف یہ کہ یہ سب کچھ خاموش تماشائی کی حیثیت سے دیکھ رہے ہیں بلکہ ان گناہوں میں خود شریک ہو ہو کر لوگوں کے حوصلے بڑھا رہے ہیں، اور اپنے اس رویہ سے عوام کی نظر میں ان کبار کا جواز ثابت کر رہے ہیں، ان کا یہ عمل اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کس قدر سنگین اور بھاری جرم ہے اس کا اندازہ ان آیات اور احادیث سے کیجیے:

① وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ (۳-۱۰۴)

”اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کرے

اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور برے کاموں سے روکا کرے۔“

② كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ

خَيْرًا لَهُمْ مِّنْهُمْ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (۱۱۰-۳)

”تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔“

۳) يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ

عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ

الصَّالِحِينَ ۝ (۱۱۳-۳)

”اللہ پر اور قیامت والے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام بتاتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں ہیں۔“

۴) لَوْلَا يَنْهَهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَخْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَآكِلِهِمُ

السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝ (۶۳-۵)

”کیوں نہیں منع کرتے ان کے درویش اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے، وہ بہت ہی برے عمل کر رہے ہیں۔“

اُمتوں کی تباہی کا سبب یہی چیز بنتی ہے کہ مشائخ و علماء لوگوں کو گناہوں میں مبتلا دیکھ کر گونگے شیطان بن جاتے ہیں۔

۵) لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَآءِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ

وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ كَانُوا

لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝

(۷۹، ۷۸-۵)

”ملعون ہوئے کافر بنی اسرائیل میں کے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم

کی، یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے۔ آپس میں منع نہ کرتے برے کام سے جو وہ کر رہے تھے، کیا ہی برا کام ہے جو کرتے تھے۔“

اس آیت کی تفسیر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وہ آگے نمبر ۲۱ کے تحت مندرج حدیث میں ہے۔

① الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ (۷-۱۵۷)

”جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم فرماتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔“

④ وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا بِاللَّهِ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعذِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ (۷-۱۶۳، ۱۶۵)

”اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کیے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے روبرو عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید یہ ڈر جائیں۔ پھر جب وہ بھول گئے اس کو جو ان کو سمجھایا تھا تو نجات دی ہم نے ان کو جو منع کرتے تھے برے کام سے اور پکڑا گنہگاروں کو برے عذاب میں بسبب ان کی

نافرمانی کے۔“

پہلی آیت میں تین قسم کے لوگوں کا بیان ہے:

① اللہ کے نافرمان لوگ۔

② صالحین جو خود تو نافرمانیوں سے بچتے تھے مگر دوسروں کو نہ روکتے تھے۔

③ خود بھی نافرمانیوں سے بچنے والے اور دوسروں کو بھی روکنے والے۔

دوسری آیت میں پہلی اور تیسری قسم کے انجام کا بیان تو ہے کہ نافرمانوں کو تباہ کر دیا اور برائیوں سے روکنے والوں کو عذاب سے بچالیا، مگر دوسری قسم یعنی جو لوگ خود برائیوں سے بچتے تھے مگر دوسروں کو نہ روکتے تھے، ان کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا کہ عذاب سے بچ گئے یا تباہ کر دیئے گئے۔

قرآن و حدیث کی دوسری نصوص کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے:

ان لوگوں کے بارے میں دو احتمال ہیں:

① گناہوں سے روکنے کی استطاعت کے باوجود نہ روکتے تھے۔

اس صورت میں یہ بھی ظالم اور مجرم ٹھہرے اس لیے ان کو بھی تباہ کر دیا گیا۔

② جبراً روکنے کی استطاعت نہ تھی اور زبانی نصیحت کے قبول کی امید نہ تھی۔

اس صورت میں تبلیغ کرنا فرض نہیں، افضل ضرور ہے مگر سکوت بھی جائز ہے، اس

لیے ان لوگوں کو بچالیا گیا۔

اس صورت میں بھی گناہوں سے بچنے کی تبلیغ کرنے والوں کی فضیلت ظاہر کرنے

کے لیے آیت میں صرف ان کی نجات کا ذکر کیا گیا، دوسری قسم کا ذکر چھوڑ دیا۔

پہلی آیت کے ظاہر سے دوسرے احتمال کو ترجیح معلوم ہوتی ہے، یعنی یہ لوگ امید

قبول نہ ہونے کی وجہ سے نصیحت نہ کرتے تھے، چونکہ اس صورت میں تبلیغ فرض نہیں اس

لیے ان کو بھی عذاب سے بچالیا گیا، مگر افضل طریقہ چھوڑ دینے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے

ان کے ذکر کو چھوڑ دیا۔

⑧ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا

أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝ (۸-۲۵)

”اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔“

⑨ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ

الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ (۹-۷۱)

”اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں

نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں۔“

⑩ اتَّابُونَ الْعِبَادُونَ الْحَمِيدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ

السَّاجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ

وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (۱۰-۱۱۲)

”وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے

والے روزہ رکھنے والے رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم

کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے۔“

⑪ فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ

الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ

ظَلَمُوا مَا أَتَرَفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ

لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلِهَا مُصْلِحُونَ ۝ (۱۱-۱۱۲، ۱۱۷)

”سو کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں جو تم سے پہلے تھیں ایسے لوگ جن میں اثر خیر رہا ہو کہ منع کرتے رہتے بگاڑ کرنے سے ملک میں مگر تھوڑے کہ جن کو ہم نے بچا لیا ان میں سے اور چلے وہ لوگ جو ظالم تھے وہی راہ جس میں عیش سے رہے تھے، اور تھے گنہگار، اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں کہ ہلاک کرے بستیوں کو زبردستی سے اور لوگ وہاں کے نیک ہوں۔“

یہ پچھلوں کا حال سنا کر اُمتِ محمدیہ کو ابھارا گیا ہے کہ ان میں ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں، گزشتہ قومیں اس لیے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے با اثر لوگ جن میں کوئی اثر خیر باقی تھا انہوں نے منع کرنا چھوڑ دیا، اس طرح کفر و عصیان اور ظلم و طغیان سے دنیا کی جو حالت بگڑ رہی تھی اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا، چند گنتی کے لوگوں نے ”امر بالمعروف“ کی کچھ آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منع کرنے والے عذاب سے محفوظ رہے باقی سب قوم تباہ ہو گئی۔

﴿۱۲﴾ الَّذِينَ اِنْ مَّكَّنَّهٗمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَامَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْر ۝ (۲۲-۳۱)

”یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں۔“

﴿۱۳﴾ یٰۤاٰیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَامُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَكَ ۚ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْر ۝ (۳۱-۱۷)

حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو نصیحت فرما رہے ہیں:

”بیٹا! نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر، یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے۔“

بیٹے کو یہ تنبیہ بھی فرمادی کہ برائیوں سے روکنے پر لوگ دشمن ہو جائیں گے، طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں گے ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا، ساتھ ہی صبر و تحمل کا نسخہ بھی بتا دیا کہ اللہ کی راہ میں پہنچنے والی مصیبتیں برداشت کرنے کے لیے ہمت کو بلند کریں۔

﴿۱۴﴾ وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (۱۰۳-۱۰۴)

”قسم ہے زمانہ کی (یعنی زمانے کی تاریخ اور دنیا میں نیک و بد کے انجام کے واقعات شاہد ہیں) کہ انسان بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو اعتقادِ حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔“

حاصل یہ کہ دنیا و آخرت کے خسارہ و عذاب سے صرف وہی انسان بچ سکتا ہے جو چار کام کرے:

① اپنے عقائد درست کرے۔

② اپنے اعمال درست کرے، ہر قسم کی نافرمانی سے بچے۔

③ دوسروں کو عقائدِ صحیحہ کی تبلیغ کرے۔

④ دوسروں کو ترکِ منکرات کی تبلیغ کرے اور اس پر جو مصائب پہنچیں ان پر صبر کرنے کی وصیت کرے۔

﴿۱۵﴾ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ

فان لم يستطع فبقبضه وذلك اضعف الايمان (رواه مسلم)
 ”تم میں جو شخص گناہ کی بات دیکھے اس پر فرض ہے کہ اسے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روک دے، اگر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے روکے، اور یہ ایمان کا سب سے ادنیٰ درجہ ہے۔“
 دل سے روکنے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں درد اٹھے کہ اگر قدرت ہوتی تو میں اس برائی کو مٹا کر چھوڑتا، اس درد کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ چہرے پر ناگواری کا اثر ظاہر ہو، جیسا کہ نمبر ۲۳ کے تحت مندرج حدیث میں ہے۔

①۶ والذی نفسی بیدہ لتأمرن بالمعروف ولتنهون عن المنکر اولیو شکن اللہ ان یبعث علیکم عذابا منه فتدعونہ فلا یستجیب لکم۔ (رواہ الترمذی)

”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے منع کرتے رہو ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب بھیج دیں گے پھر تم اس سے دعاء کرو گے تو دعاء قبول نہ ہوگی۔“

①۷ ان الناس اذا رأوا الظالم فلم يأخذوا علیٰ یدیہ او شک ان یعمہم اللہ بعقاب وقال عمرو عن ہشیم وانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما من قوم یعمل فیہم بالمعاصی ثم یقدرون علیٰ ان یغیروا ثم لا یغیروا الا یوشک ان یعمہم اللہ منہ بعقاب۔ (رواہ ابوداؤد)

”جب لوگ ظالم کو (ظلم کرتے) دیکھیں اور اسے ظلم سے باز نہ رکھیں تو اللہ تعالیٰ جلد ہی ان کو عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔“

①۸ ما من رجل یكون فی قوم یعمل فیہم بالمعاصی یقدرون علیٰ ان یغیروا علیہ فلا یغیرون الا اصابہم اللہ بعذاب من

قبل ان يموتوا. (رواہ ابوداؤد)

”کسی قوم میں ایک شخص گناہوں کا ارتکاب کرے اور قوم قدرت کے باوجود اسے نہ روکے تو اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے پہلے اس قوم کو عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔“

①۹ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مامن قوم يعمل فيهم بالمعاصي هم اعز منهم وامنع لا يغيرون الا عمهم اللہ بعقاب. (رواہ ابن ماجہ)

”اللہ تعالیٰ عام لوگوں پر خاص خاص مجرمین کی بد عملی کے سبب اس وقت تک عذاب مسلط نہیں کرتے جب تک کہ وہ برائی کو اپنے درمیان ہوتے ہوئے دیکھ کر قدرت کے باوجود روک ٹوک نہ کریں، جب یہ کیفیت ہو تو اللہ تعالیٰ (بلا امتیاز نیک و بد) عوام و خواص کو عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔“

②۰ عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: دخل على النبي صلي الله عليه وسلم فعرفت في وجهه ان قد حضره شيء فتوضأ وما كلم احدا ثم خرج فلصقت الحجرة اسمع ما يقول فقعد على المنبر فحمد الله واثنى عليه ثم قال: يا ايها الناس ان الله تبارك وتعالى يقول لك مروا بالمعروف وانها عن المنكر قبل ان تدعوني فلا اجيبكم وتسألوني فلا اعطيكم وستصرونى فلا انصركم. (رواہ ابن حبان فی صحيحہ وابن ماجہ)

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، چہرہ انور دیکھ کر میں نے پہچان لیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضوء فرما کر مسجد تشریف لے گئے اور کسی سے کلام نہ فرمایا، میں نے حجرہ کے قریب آ کر سنا تو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم ارشاد فرما رہے تھے، لوگو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے منع کرتے رہو پہلے اس سے کہ مجھے پکارو تو میں تمہاری پکار کا جواب نہ دوں، مجھ سے مانگو تو میں تمہیں عطاء نہ کروں اور مجھ سے مدد چاہو تو میں تمہاری مدد نہ کروں۔“

② عن امرأة من الانصار قالت دخلت على أم سلمة رضي الله تعالى عنها فدخل عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم كأنه غضبان فاستترت منه بكم درعى فتكلم بكلام لم افهمه فقلت يا أم المؤمنين كانى رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم دخل وهو غضبان فقالت نعم او ما سمعت ما قال قلت وما قال قالت قال ان الشر اذا فشا فى الارض فلم يتناه عنه ارسل الله عز وجل بأسه على اهل الارض قالت قلت يا رسول الله وفيهم الصالحون قالت قال نعم وفيهم الصالحون يصيبهم ما اصاب الناس ثم يقبضهم الله عز وجل الى مغفرته ورضوانه او الى رضوانه ومغفرته. (رواه احمد)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لائے اور چہرہ انور پر غصہ کے آثار تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا برائیاں جب زمین میں عام پھیل جائیں اور ان پر روک ٹوک نہ کی جائے تو اللہ تعالیٰ تمام اہل زمین پر اپنا عذاب بھیج دیتے ہیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا:

’کیا ان میں نیک لوگ بھی ہوں گے۔‘

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان میں نیک لوگ بھی ہوں گے ان کو بھی وہی عذاب پہنچے گا جو عام لوگوں کو پہنچے گا پھر (مرنے کے بعد) انہیں اللہ تعالیٰ اپنی بخشش اور

خوشنودی کی طرف کھینچ لیں گے۔“

تنبیہ:

آخرت میں بخش دیے جانے والوں سے وہ مدافین لوگ مراد نہیں جو استطاعت کے باوجود برائیوں سے نہ روکتے تھے، اس سے اللہ تعالیٰ کے وہ نیک بندے مراد ہیں جو حتی المقدور برائیوں سے روکنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے مگر پھر بھی لوگ باز نہ آتے تھے۔

③ عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نہتہم علماء ہم فلم ینتہوا فجالسوہم فی مجالسہم واکلوہم وشاربوہم فضرب اللہ قلوب بعضہم ببعض فلعنہم علی لسان داؤد وعیسیٰ ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون قال فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان متکئا فقال لا والذی نفسی بیدہ حتی تأطروہم اطرا۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد) وفی روایتہ قال کلا واللہ لتأمرن بالمعروف ولتنہون عن المنکر ولتأخذن علی یدی الظالم ولتأطرنہ علی الحق اطرا ولتقصرنہ علی الحق قصرا اولیضربن اللہ بقلوب بعضکم علی بعض ثم لیلعنکم کما لعنہم۔ (مشکوٰۃ)

”جب بنی اسرائیل گناہوں میں گرفتار ہوئے تو ان کے علماء نے انہیں روکا لیکن وہ باز نہ آئے پھر علماء نے خود بھی ان کی ہم نشینی اختیار کر لی اور ان کے ساتھ کھانے پینے میں شریک ہو گئے، آخر اللہ تعالیٰ نے بھی (ان کے ساتھ

یکساں سلوک اختیار کرتے ہوئے) ان میں بعض کے دل بعض کے ساتھ ملا دیے، ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کی زبانی لعنت بھیجی، یہ اس لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ یہ فرما کر اٹھ بیٹھے پھر ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ تم بھی اس وقت تک نجات نہیں پاسکتے جب تک ان ظالموں کو گناہوں سے منع نہ کرو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یوں نہیں جیسا تم نے گمان کیا ہے (کہ مدہنت کرتے ہوئے نجات پا جائیں) اللہ کی قسم! نیکی کا حکم کرتے رہو برائی سے منع کرتے رہو، ظالم کا ہاتھ پکڑے رہو اس کو حق کی طرف مائل کرو اور حق پر رو کے رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں سے بعض کے دل بعض کے ساتھ ملا دیں گے اور تم پر بھی ایسی ہی لعنت کریں گے جیسی بنی اسرائیل پر کی۔“

(۲۳) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوحی اللہ عز وجل الی جبرئیل علیہ السلام ان اقلب مدینة کذا و کذا باهلها قال فقال یارب ان فیہم عبدک فلانا لم یعصک طرفۃ عین قال فقال اقلبها علیہم فان وجہہ لم یتمعر فی ساعة قط. (رواہ البیہقی)

”اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں شہر کو اس کے باشندوں سمیت الٹ دیں۔

انہوں نے عرض کیا اے رب! ان لوگوں میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک لحظہ بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس شخص پر اور دوسرے لوگوں پر شہر کو الٹ دو اس لیے کہ میری وجہ سے ایک لمحہ بھی اس کا چہرہ متغیر نہ ہوا۔“

کھلے بندوں لوگ میری نافرمانی کرتے رہے مگر اس کے چہرے پر تیوری تک نہ

آئی، مدام بن کر صرف اپنی عبادت میں مگن رہا۔

③ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مثل القائم علی حدود اللہ عزوجل والواقع فیہا کمثل قوم استہموا علی سفینۃ فاصاب بعضهم اعلاها وبعضہم اسفلہا فکان الذی فی اسفلہا اذا استقوا من الماء مروا علی من فوقہم فقالوا لو انا خرقنا فی نصینا خرقا ولم نؤذ من فوقنا فان یتروہم وما ارادوا ہلکوا جمیعاً وان اخذوا علی ایدیہم نجوا جمیعاً۔ (رواہ البخاری)

”حدود اللہ پر قائم رہنے والے اور حدود اللہ میں پڑنے والے کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو باہم قرعہ اندازی کر کے ایک کشتی پر سوار ہوئے بعض اس کی نچلی منزل پر اور بعض اوپر کی منزل پر بیٹھ گئے، نچلی منزل والے پانی لینے کے لیے اوپر والوں پر گزرتے رہے جس سے انہیں ایذا پہنچتی، اس لیے نچلی منزل والوں نے کلباڑا لے کر کشتی میں سوراخ کرنا شروع کیا، اوپر والوں نے آکر اس کا سبب دریافت کیا تو بولے کہ ہماری وجہ سے تمہیں ایذا پہنچ رہی ہے اور ہمیں پانی کے بغیر چارہ نہیں، اب اگر اوپر والے انہیں نہ روکیں تو سب غرق ہوں گے اور اگر ان کے ہاتھ پکڑ لیں تو سب بچ جائیں گے۔“

یہ بطور نمونہ چند آیات اور احادیث پیش کی گئی ہیں، انہیں دیکھ کر علماء اور دینی مقتدیٰ اندازہ کر لیں کہ ان حالات میں ان پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟ اور کس حد تک وہ اس سے عہدہ برآ ہو رہے ہیں؟

ایک غلط خیال کی اصلاح:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فساق و فجار کو اچھی مجالس اور نیک صحبت میں لانا بھی منکرات سے روکنے کا ایک طریقہ ہے، اچھی صحبت کے اثر سے کچھ کہے بغیر ہی گناہ

چھوٹے لگتے ہیں۔

اس طریقہ میں اتنی بات تو صحیح و مسلم ہے کہ اچھی صحبت کا اچھا اثر ہوتا ہے مگر صرف اسی پر اکتفاء کرنا اور گناہوں کی تفصیل اور ان پر عذاب و وعیدیں نہ بتانا مدہانت ہے، اس میں کئی فسادات ہیں:

① اگر منکرات سے روکنے کی اس تدبیر کو کافی سمجھ لیا جائے تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ معاذ اللہ! اس حکمتِ عملیہ کا اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے بعد چودہ سو سال تک پوری امت میں سے کسی کو بھی علم نہ تھا، معاذ اللہ! قرآن، حدیث اور فقہ کے ذخائر میں امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کا ذکر اور اس میں مدہانت پر وعیدیں سب بے کار ہیں اور حکمتِ عملیہ کے سراسر خلاف ہیں۔ جہاد، تعزیرات اور حدود و قصاص کے تمام احکام بالکل بے معنی اور سراسر ظلم ہیں۔

② حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی صحبت و نصیحت سے زیادہ موثر کوئی چیز نہیں ہو سکتی اس کے باوجود بھی سب لوگوں کی ہدایت کے لیے کافی نہ ہوئی، اکثر نے قبول نہ کیا، اس لیے تعزیرات، حدود و قصاص اور جہاد کے احکام نازل کیے گئے۔

③ اچھی صحبت میں آنے کے باوجود کئی گناہوں کے گناہ ہونے کا جب علم ہی نہ ہوگا تو ان سے توبہ کیونکر کرے گا؟ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ تبلیغی جماعت میں عمریں صرف کر دینے والے کئی حضرات کو علم نہ تھا کہ شریعت کے مطابق پردہ نہ کرنا اور ڈاڑھی منڈانا یا کٹنا گناہ ہے، وہ اتنے بڑے کبیرہ گناہوں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علانیہ بغاوت کو ہلکا تو کیا صغیرہ گناہ بھی نہ سمجھتے تھے۔

④ اگر کوئی اچھی صحبت کے اثر سے ایسے گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کو صرف بہتر حالت سمجھتا ہے اس لیے وہ اس سے پہلے جو ان کبار اور علانیہ بغاوتوں کا ارتکاب کرتا رہا ان سے توبہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا حتیٰ کہ اسی حالت میں یعنی کبیرہ گناہوں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی بغاوتوں سے توبہ کیے بغیر موت آ جاتی ہے۔

⑤ اگر اچھی صحبت میں پہنچتے ہی محبت، نرمی اور دل سوزی سے ترک منکرات کی تبلیغ بھی خطاب عام کی صورت میں جاری رکھی جائے تو شاید سننے والا پہلے روز یا چند دنوں کے بعد توبہ کر لے ورنہ کم از کم اس کے دل میں ندامت تو پیدا ہو ہی جائے گی اور خود کو اقراری مجرم سمجھنے لگے گا، یہ ندامتِ قلب بھی بہت بڑی دولت ہے۔ ترک منکرات کی تبلیغ نہ کرنے کی صورت میں اگر کسی کو محض اثرِ صحبت سے کچھ مدت کے بعد توبہ کی توفیق ہو بھی گئی تو توبہ سے قبل جتنا وقت گناہوں میں گزرے گا اس کا عذاب اور وبال ان مداہن لوگوں پر بھی ہوگا جو اس کی تبلیغ نہیں کرتے اور اگر توفیقِ توبہ سے قبل ہی موت آگئی تو ایک مسلمان کو جہنم میں پہنچانے کی ذمہ داری ان مداہن لوگوں پر ہوگی جنہوں نے اسے ترک منکرات کی تبلیغ نہ کی۔

بچوں کی صحیح تربیت کا اہتمام:

جو دین دار مسلمان خود منکرات و معاصی سے بچے ہوئے ہیں، گھروں کے ماحول کو بچائے ہوئے ہیں، اگر وہ دین داری کونسلوں تک باقی رکھنا چاہتے ہیں تو ان کی اولین ذمہ داری یہ ہے کہ بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کا پورا اہتمام کریں، ٹی وی، وی سی آر اور معاشرے کے دوسرے گناہوں سے ان معصوم ذہنوں کو یوں بچائیں جیسے دہکتی آگ سے، بچے کی سب سے پہلی اور سب سے بنیادی تربیت گاہ گھر کی چار دیواری ہے، جو لوگ گھروں کو شیطانی اثرات سے پاک کیے بغیر بچوں کو پاک دیکھنا چاہتے ہیں، ان کی دینی نشوونما چاہتے ہیں، وہ نادان خود فریبی کا شکار ہیں، خود دین دار بنے بغیر، گھروں کا ماحول درست کیے بغیر بچوں کو دین دار بنانا مشکل ہے، گھر کا ماحول درست ہو تو بچوں کی ذہنیت کیسی بنتی ہے؟ ان کی اٹھان کیسی ہوتی ہے؟ اس کا اندازہ چند واقعات سے لگائیے:

① پہلا قصہ حضرت شاہ شہید رحمہ اللہ تعالیٰ کا سنا چکا ہوں کہ بالکل معصوم بچے

ہیں لیکن کسی بڑے کے ہاتھ میں کتا دیکھ کر اسے نصیحت کرتے ہیں کہ یہ گناہ کا کام چھوڑ دے، وہ اس گناہ کی تاویل کرتا ہے تو اسے مُسکّت جواب دیتے ہیں۔

② دوسرا قصہ میری بچی کا ہے، ایک بار اسے تقریباً دو سال کی عمر میں بخار ہو گیا تو میں ڈاکٹر کے پاس لے گیا، ڈاکٹر کی میز پر پلاسٹک کا مرغ رکھا ہوا تھا، بچی بڑے غور سے اسے دیکھنے لگی، ڈاکٹر نے اس کا شوق دیکھا تو مرغ اسی کو پکڑا دیا، میں نے سوچا معصوم بچی ہے، بیمار ہے اور گھر سے بھی باہر ہے اگر اسے کہوں کہ مت لو تو شاید رونے لگے، لیکن جیسے ہی مطب سے نکلے بچی کہتی ہے:

”اباجی! اس کی گردن توڑ دوں۔“

میں نے کہا:..... ”ہاں! ہاں! توڑ دو۔“

اس نے فوراً گردن توڑ کر پھینک دیا، اب معلوم ہوا کہ پہلے بھی گھور گھور کر اسی لیے دیکھ رہی تھی کہ یہ میری دسترس سے تو دور ہے اس کی گردن کیسے توڑ دوں؟

③ تیسرا قصہ مکہ مکرمہ کا ہے، میں اپنے میزبان کے گھر بیٹھا تلاوت کر رہا تھا پاس ہی ان کا معصوم سا بچہ بیٹھا رسالے اُلٹ پلٹ رہا تھا، اچانک چیخ پڑا:.....
”صُورَةُ“

چیخ اس زور سے لگائی جیسے کہیں سے شیر آ گیا ہو یا سانپ نکل آیا ہو۔
پھر جلدی سے گیا قلم لا کر تصویر مٹا دی حالانکہ بڑی خوبصورت رنگین تصویر تھی اور بچہ بھی اس قدر کمسن معصوم کہ اسے اپنی عمر کا بھی پتا نہیں تھا، میں نے اس سے

پوچھا:..... کم سنک؟

”آپ کی عمر کتنی ہے؟“

بولا:..... اربع۔ ”چار“

میں نے کہا:..... اربع سنین او اربعة اشهر ام اربعة ايام؟

وہ بولا:..... لا ادري۔

”مجھے معلوم نہیں۔“

نیک والدین کی تربیت کا اثر دیکھیے کہ تصویر دیکھتے ہی اتنا ننھا سا بچہ بھی بے چین ہو جاتا ہے اور اسے مٹائے بغیر چین نہیں لیتا۔

اس بچے کے والد کی قربانی دیکھیے کہ یہ امریکا میں ایک بڑے منصب پر فائز بہت بڑی تنخواہ پارہے تھے، ان کی معصوم بچی کو وہاں کسی عورت نے گڑیادے دی، اس کو دیکھ کر فکر مند ہو گئے کہ یہاں ہمارے بچوں کی صحیح تربیت ناممکن ہے، بچے اس ماحول میں بگڑ جائیں گے، اپنا اور بچوں کا دین بنانے کے لیے انہوں نے اپنی دنیا قربان کی، بڑا منصب اور بڑی تنخواہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ آ گئے، یہاں منصب بھی نسبتاً چھوٹا اور تنخواہ بھی کم، لیکن بحمد اللہ دین کامل ہے۔

بچوں کے دل و دماغ تو خالی تختی کی طرح ہیں صاف تختی پر جو چیز لکھ دی جائے وہ نقش ہو جائے گی، قرآن مجید کی آیات لکھ دیں یا گالیاں لکھ دیں، بچوں کے بننے یا بگڑنے کا سبب ان کے والدین ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مامن مولود الا یولد علی الفطرة فابواه یھودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ. (متفق علیہ)

”ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنادیتے ہیں۔“

بچے تو پیدائشی طور پر مسلمان ہوتے ہیں ان کے بننے یا بگڑنے کے ذمہ دار والدین ہیں، اگر بچوں کی صحیح دینی تربیت کریں تو یہ بچے ان کے لیے ذخیرہ آخرت ہیں، آنکھوں کی ٹھنڈک اور وسیلہ نجات ہیں، اور اگر دین سے انہیں بیگانہ رکھیں خواہ ان کی دنیا پوری لمرح بنا سنوار دیں تو یاد رکھیے یہی اولاد قیامت کے روز والدین کا گریبان پکڑے گی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کے خلاف استغاثہ دائر کرے گی۔

ہر فساد کا علاج جہاد:

حقیقت یہ ہے کہ ہر قسم کے فتنہ و فساد کا علاج صرف جہاد ہے، قرآن و حدیث کے علاوہ زمانہ کی تاریخ بھی شاہد ہے کہ جب تک جہاد کے ذریعہ کفر و شرک اور فسق و فجور کی کمر نہیں توڑ دی جاتی اس وقت تک دنیا میں امن نہیں قائم ہو سکتا، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے قتال کا حکم فرمایا ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (۸-۳۹)

”اور ان سے قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے اور پورا دین اللہ کا ہو جائے۔“
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ سنا دیا۔

من مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات على شعبة من نفاق.
(رواہ مسلم)

”جو شخص ایسی حالت میں مرا کہ اس نے نہ کبھی جہاد کیا اور نہ ہی اس بارے میں کبھی سوچا وہ نفاق کے شعبہ پر مرا۔“

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے دل میں نفاق کی موت سے بچنے کی فکر اور اللہ کی زمین پر صرف اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لیے جہاد میں نکل کر اللہ کے لیے جان لینے اور جان دینے کے جذبات پیدا فرمائیں۔

وصل اللهم وبارک وسلم علی عبدک ورسولک محمد وعلی
آلہ وصحبہ اجمعین والحمد لله رب العلمین.